۲۹۷۶۲۹
480
ع ۷۲ ع
۱۸۶۳۸
DATA ENTERED

شکریہ

میں اپنے صوبہ کے محکمہ تعلیم کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جس نے اپنی روایتی علم دوستی کی بنا پر میری اس ناچیز تالیف کی قدردانی کی۔ اور اس کی طباعت کے لئے ایک رقم عطا کی۔ یہ رقم آنریبل مسٹر سید عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ایٹ لا وزیر تعلیم صوبہ بہار کی عطا فرمودہ ہے۔ وزیر موصوف ہمارے صوبہ کے ہر دلعزیز لیڈر ہیں۔ جن کی رہنمائی پر نہ فقط وزارت تعلیم بلکہ بہار و اڑیسہ کی ساری آبادی مسرور ہے۔ ایسے ہر دلعزیز فرض شناس وزیر کا شکریہ ادا کرنا عین انصاف ہے۔ میں اُن کا دل سے شکر گذار ہوں

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

مؤلف

فہرست مضامین

مضمون	نمبر صفحہ
دیباچہ وغیرہ	ا تا ۸
حجیت حدیث	۹
تعریف سنت	۳۰
وہ دور جبکہ سنت سفینوں کی بجائے سینوں میں تھی	۳۴
تدوین حدیث کا اصلی سبب اور اس کی نوعیت	۳۹
دوسری صدی ہجری کی مشہور کتابیں	۴۵
تیسری صدی ہجری کی مشہور کتابیں	۴۶
چوتھی صدی ہجری کی مشہور کتابیں	۴۷
موطا امام مالک رح	۴۷
موطا کی شرحوں کے مختلف اغراض	۴۹
تیسری صدی ہجری کی وہ کتابیں جن میں صرف احادیث نبوی جمع کی گئیں	۵۰
روایت حدیث میں صحابہ کا مسلک	۵۴
روایت حدیث کے لحاظ [illegible] کے طبقات	۶۶
فروع میں صحابہ اور تابعین کے اختلاف کے اسباب	۷۲
اخذ حدیث میں آئمہ اربعہ کا اصول اور ان کے اختلاف کے اسباب	۸۱
صحیح بخاری	۹۲
صحیح مسلم	۱۰۱
شروح مسلم	۱۰۴
مستدرک حاکم	۱۰۵
مستخرجات صحیحین وغیرہ	۱۰۶
سنن ابوداؤد وغیرہ	۱۰۷
سنن ابوعیسیٰ ترمذی	۱۰۸
سنن نسائی	۱۰۹
سنن ابن ماجہ	۱۱۰
صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی اور صحیح کتابیں	۱۱۱
مسند الامام احمد بن حنبل	۱۱۲
کتاب الام	۱۱۳

Marfat.com

مضمون	نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ
سُنن دارمی	۱۱۴	علم الجرح والتعدیل	۱۳۵
صحیحین کے قبل سُنن کے نام سے جو کتابیں مشہور ہوئیں	۱۱۵	ممزوج کتابیں	۱۳۹
کتب الاطراف	۱۱۵	کتاب الثقات	۱۴۰
چوتھی صدی ہجری کے بعد جمع وتہذیب کا دور	۱۱۹	کتاب الضعفاء	۱۴۱
دور تہذیب کی اہم کتابیں	۱۱۹	کتب المدلسین	۱۴۱
الجمع بین الکتب الستتہ	۱۲۰	مخصوص کتابوں کے رجال	۱۴۳
عام جوامع حدیث	۱۲۱	وفیات المحدثین	
احادیث احکام کی جامع کتابیں	۱۲۳	اسماء کنیتیں اور لقبوں کی شناخت	۱۴۴
دُوسری نادر کتابیں	۱۲۴	مؤتلف، مُختلف، متفق مُفترق اور مشتبہ اسماء و انساب کا بیان	۱۴۵
مراتب کتب حدیث باعتبار صحت		علم ناسخ الحدیث ومنسوخہ	۱۴۷
علم حدیث ایک دوسری تاریخی حیثیت میں	۱۳۱	علم تلفیق الحدیث	۱۴۸
علم غریب الحدیث	۱۳۲	علم مصطلح الحدیث	۱۴۹
علم رجال	۱۳۳	مخصوص کتابوں کی حدیثوں کی تخریج	۱۵۱
اسماء الصحابہ	۱۳۴	علم الاسناد	۱۵۱
		علم شرح الحدیث	۱۵۹
		علم موضوعات الحدیث	

Marfat.com

مقدمہ

علمِ حدیث اپنی گوناگوں عظمتوں کے باعث دین کا اہم ترین جزء ہے۔ اور دین کی تکمیل اِس کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کا حصُول لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ دُنیا میں جتنے علوم و فنون ہیں۔ سب کے مدارج ہیں۔ اور سب کی ایک خاص غرض ہے۔ تاریخ اس لئے ہے۔ کہ اس سے قوموں کے عرُوج و زوال اخلاق و عادات علم و عمل کا پتہ لگے۔ اور پچھلے دور میں اگلوں کی خوبیاں رائج کر کے اِسے بھی ایک کامیاب و کامران دور بنایا جائے۔ ادب و زبان دانی اِس لئے ہے۔ کہ اِس سے زبان کی اصلی حلاوت و شیرینی کا پتہ لگے۔ اور زبان کے اندر پوشیدہ افکار و خیالات کی فہم و بصیرت حاصل ہو۔ اِسی طرح اور مختلف قدیم و جدید فنون ہیں۔ جن کی خاص خاص غرضیں ہیں اور خاص خاص مقاصد۔ لیکن وہ علم جو خالص دینی علم ہے۔ اور جس کے بغیر دین کا سمجھنا قطعاً محال ہے۔ اِن تمام سے زیادہ لائقِ پذیرائی اور سب سے زیادہ محتاجِ حصُول ہے اِسی لئے اُمت کے نگہبانوں نے اُسے ہر طرح روشن و نمایاں کیا ہے۔ اور عظیم اہمیت عطا فرمائی ہے۔ اِس کے رطب و یابس، جید و ردی، اعلیٰ و ادنیٰ کِس طرح مرتب کئے۔ اور اسکے لئے کیا کیا مصائب جھیلے، امام بخاری نے تمام اسلامی دُنیا چھان ڈالی

Marfat.com

اور اِس راہ میں ایک انسان جتنے مصائب برداشت کرسکتا تھا۔ اسے برداشت کیا
حضرت امام ابو حنیفہ، مالک، سفیان، اوزاعی۔ شافعی، عبداللہ بن المبارک، وکیع
عبدالرحمٰن ابن مہدی، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ اجمعین) اور ان کے
علاوہ بے شمار علمانے اسی کے حاصل کرنے اور پھر دوسروں تک پہنچانے میں اپنی
زندگیاں تمام کیں۔ اسی کے لئے آہن وماموں نے امام مالک رح کے آستانہ کی جبہہ سائی
کی۔ اور انہیں کی کتاب موطا کے حصول کے لئے چھٹی صدی کے اتقی ترین بادشاہ
صلاح الدین ایوبی نے قاہرہ سے اسکندریہ کا سفر گوارا کیا۔

الغرض علماء ومحدثین وامراءِ وقت کی یہ گرویدگی اسی لئے تھی۔ کہ اس کا دین سے
گہرا تعلق تھا۔ اور دین اسکے بغیر نامکمل تھا۔ اور تمام حیثیات سے دین کو مکمل کرنا
بھی ضروری تھا۔ جب علم حدیث کی عظمت کا یہ حال ہے۔ کہ ہر بڑا اور چھوٹا انسان
کسی نہ کسی پہلو سے اسکی خدمت کرنی اپنی انتہائی سعادت سمجھتا ہے۔ اور آج
اس دورِ انحطاط میں بھی ہند اور بیرون ہند سے علم حدیث کی کوئی نہ کوئی خدمت
ہو رہی ہے۔ تو پھر میرے لئے بھی اسکے ذریعہ سعادت حاصل کرنا بہت بڑا فخر تھا
کیونکہ ہر انسان اپنے لئے کسی انتہائی سعادت کا طالب ہے۔ جو اس کی دنیا اور
آخرت کو سدھار دے۔ یہی سبب تھا۔ جس نے مجھے برءطالب حدیث سے اِس
فن شریف کی خدمت کے لئے بیتاب رکھا۔ میں سوچتا تھا۔ کہ علم دین کے اس
اہم باب میں اپنی سعادت تلاش کروں۔ کہ دل نے اس کی ایک مفصل تاریخ
لکھنے کی آمادگی ظاہر کی۔ اور میں نے اللہ پاک کی نصرت وتائید کا بھروسہ کرکے
عربی زبان میں اس کی داغ بیل ڈال دی۔ مگر معاً اردو زبان کی جو ہندوستان
میں مسلم اور غیر مسلم اقوام کی متحدہ زبان ہے۔ بیچارگی کا خیال دامنگیر ہوا۔ میں
نے سوچا۔ کہ اردو جہاں اس قلیل مدت میں بے شمار علمی خزانوں کی مالک بن چکی
ہے۔ وہاں ابھی تک اور بیش بہا جواہر ریزوں سے خالی ہے۔ کیا عجب۔ کہ اس
ناقص تصنیف کے اردو کے قالب میں ڈھل جانے سے۔ اردو دینیات وادبیات

Marfat.com

میں کوئی اضافہ ہو جائے۔ نیز اس موضوع پر اُردو زبان میں اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور اگر لکھی گئی۔ تو میری نظر سے نہیں گذری۔

اِس لیئے اِس کا اُردو میں ہی لکھا جانا اشد ضروری تھا۔ کہ اُمت اِس چیز کو محسوس کرے۔ کہ آج سلف کی جس عظیم المرتبت خدمت کو پامال کیا جارہا ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کی جو کوشش کیجارہی۔ وہ کہاں تک قابلِ التفات ہے۔ اور انکار حدیث کا جو فتنہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ امڈا چلا آتا ہے۔ وہ کس طرح خرمن دین و ایمان پر بجلیاں گرا رہا ہے۔ آج اِس فتنہ کا انسداد اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ دُنیا کے سامنے حدیث رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اہمیت کو پوری طرح واضح کیا جائے۔ اور صریح اور غیر مشتبہ الفاظ میں بتا دیا جائے۔ کہ دُنیا کے آخری ہادی کا ہر ہر لفظ اپنی پوری صداقت، تجلی، عرفان کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ہم ہر طرح اُسے تیرہ صدیوں سے آج تک جان سے زیادہ عزیز اور متاع گراں قدر سے زیادہ محفوظ رکھتے آئے ہیں۔ یہ بتایا جائے۔ کہ اِس کی حیثیت فقط گذشتہ تاریخی واقعات و قصص کی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت اِس وحی کی ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل کر لفظاً و معناً ہم تک پہنچی ہیں۔ ہمارا دین سراپا محتاج حدیث ہے اور ہماری تمام دینی ترقیاں اسی سے وابستہ ہیں۔

اِس کتاب میں علم حدیث کی درجہ بدرجہ تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اور خصوصیّت کے ساتھ اِس دور کی سب سے زیادہ اہم بحث یعنی ضرورت حدیث و مقام حدیث پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

بتایا گیا ہے۔ کہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دین و مسائل دین کا نہ فقط جزء بلکہ بطور علت نامہ کے ہے۔ اور دین کا فہم اس کے بغیر قطعاً ناممکن ہے، پھر حدیث کی درجہ بدرجہ تدریجی ترقی، اور اس کی تدوین کے تمام مراحل بیان کئے گئے ہیں۔ جو ایک طالب حدیث کے لئے باعث بصیرت ہیں، کتاب

Marfat.com

کے اندر بعض خاص مباحث لکھنے سے رہ گئے۔ اور افسوس ہے۔ کہ ان کے تشفی بخش صورت میں نہ ہونے کے سبب چھوڑ دیا گیا۔ ابواب اور مباحث کی ترتیب میں سب سے پہلے حجیت حدیث کو اِس لئے مقدم کیا گیا۔ کہ موجودہ انکار حدیث کا فتنہ ایک حد تک عام ہو گیا ہے۔ اِس لئے قبل اس کے کہ اسکی فنی حیثیت پر بحث کی جائے۔ نفس ضرورت حدیث پر بحث کرنے کی ضرورت تھی۔

کتاب کی تالیف ان نامناسب حالات میں ہوئی ہے۔ کہ مختلف موانعات و مشاغل کا ہجوم ہے۔ اور سکون قلب کے تمام سامان بالکل مفقود، لیکن پھر بھی اللہ رب العزت کی نصرت و تائید پر بھروسہ کرکے طبع کرائی گئی۔ کتابت اور بعض اغلاط اگر کتاب میں موجود رہ جائیں۔ تو ان کے لئے عفو کی درخواست ہے۔ اور مؤلف کے لئے دعاء خیر کی تمناء نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

والسلام

خاکسار

غلام مرشد الدین خطیب شاہی مسجد

لاہور

۱۹ جمادی الاخری

۱۳۵۴ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجیتِ حدیث

یعنی

حدیث کی دینی حیثیت و عظمت

(۱) موجودہ دور میں جہاں مسلمانوں کے دین پر مختلف قسم کے بیرونی و اندرونی حملے ہو رہے ہیں۔ وہاں سب سے خطرناک اور دین کے نام سے دین کی بنیاد کو بدم کرنے والا اندرونی فتنہ منکرین حدیث کا گروہ ہے۔ اس کی انتہائی کوشش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری جمع کردہ احادیث کو وضوع اور بے کار ثابت کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ آیا واقعتاً ہمیں حدیث کی کچھ ضرورت ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اس زمانہ میں انکار حدیث کیا ہے ان کا بڑا اعتراض یہ ہے۔ کہ قرآن ہمارے لئے کافی ہے۔ اور ہم اس کے سمجھنے میں حدیث کے محتاج نہیں ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بڑا مغالطہ ہے۔ اور بظاہر یہ ایک گھبرا دینے والی چیز بھی ہے۔ کیونکہ یہ ماننے کے بعد قرآن کریم ایک ناقص چیز

Marfat.com

ہو جائے گی۔ جس کے سمجھنے کے لئے ہم کسی اور چیز کے محتاج ہو جائینگے۔ حالانکہ قرآن پاک اپنی جگہ پر ایک مکمل اور جامع کتاب ہے یہ بات اپنی جگہ پر بالکل ظاہر ہے۔ کہ قرآن پاک ایک مکمل اور جامع ترین کتاب ہے۔ لیکن یہ ضرور نہیں۔ کہ ہم اس کے سمجھنے کے لئے کسی چیز کے محتاج نہ ہوں۔ ہمیں اس زبان کی احتیاج ہے۔ جس میں وہ قرآن نازل ہوا۔ لغت کی احتیاج ہے۔ صرف و نحو کی احتیاج ہے۔ کیونکہ صرف و نحو ہی زبان کے قواعد بتاتے ہیں۔ اگر ہمیں ان چیزوں کا علم نہ ہو۔ تو ہم قرآن بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ ٹھیک اسی طرح ہم آنحضرت رُوحی لہ الفداء کی تشریح کے محتاج ہیں۔ یہ ایک موٹی اور سیدھی بات ہے۔ کہ قرآن کریم نے حضرت کو معلم قرآن بتایا۔ تو ہمیں لازماً حضرت کے ارشاد عالیہ کے مطابق قرآن کو سمجھنا ہوگا۔ جس طرح ہر زمانہ میں مفسرین اور اہل علم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم کے متعلق بہت کچھ لکھا۔ یہاں تک کہ فرقہ اہلِ قرآن کے مقتدا کو بھی نماز و زکوٰۃ کے متعلق کتابیں لکھنی پڑیں۔ کہ لوگ انکے منشاء کے مطابق قرآن سمجھیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ نزول قرآن کریم کے وقت اس امر کی ضرورت تھی۔ کہ اس قلب مطہر کا مالک جس پر یہ کلام نازل ہوا۔ اور جو دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر اس کے اصل منشاء کو سمجھتا تھا۔ اس منشاء سے دوسروں کو آگاہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے قول و فعل سے اس منشاء الٰہی کو ظاہر کر دیا۔ اور اسی کو ہم حدیث کہتے ہیں۔ اور جس طرح حضرت کے زمانے کے لوگ اس اصل منشا کو سمجھنے کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے محتاج تھے۔ کیونکہ اس اصل منشاء کو مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان سمجھنے والا نہیں تھا۔ اسی طرح ہم بھی اس اصل منشاء کو سمجھنے کے لئے اس جمع کردہ قول و فعل کے محتاج ہیں۔ جو حدیث کہلاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معلمِ قرآن کی حیثیت میں

قرآن شریف کے کامل ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں۔ کہ اب انسان اس کے سمجھنے کے لئے

کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیزیں انسان کو ملتی ہیں۔ وہ سب ایک قانون کے ماتحت ملتی ہیں۔ اگرچہ خدا ان قوانین کا محتاج نہیں لیکن انسان ان کا محتاج ضرور ہے۔ مثلاً ہدائیت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِنسانوں کو ملی ہے اِسے اکثر جبرئیل علیہ السلام لاتے ہیں۔ اِس قانون کی پہلی شاخ تو یہی ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اِسے ایک ایسے صاف و مطہر قلب پر نازل کیا ہے۔ جو اس پیغام کے تحمل کے لئے چن لیا گیا ہے۔ یہ اس قانون کی دُوسری شاخ ہوئی۔

پھر تیسرا مرحلہ انسانوں تک اس ہدائیت کے پہنچنے کا یہ ہے۔ کہ وہ رسول اس نازل شدہ کلام کو اُن کے سامنے لاتا ہے۔ یعنی ان کو اس کی صحیح تعلیم اور اُس کے اصل منشاء سے آگاہ کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (بقرہ پ ۲)

پس قانون الٰہی نے یہ ضروری ٹھہرایا۔ کہ یہ ہدائیت الٰہی بندوں تک ان سب واسطوں سے پہونچے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو قرآن کریم ایک کتابی شکل میں آجاتا۔ اور لوگوں سے کہدیا جاتا۔ کہ بطور خود اسے پڑھ کر عمل پیرا ہو جاؤ۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ آنحضرت رُوحی لہ الفداکے لئے اس کی تعلیم کرنی لازم کی گئی۔ اور اس تعلیم و تبیین کی ضرورت اسی لئے پیش آئی۔ کہ قرآن کریم میں عبادات و معاملات واخلاق و معاشرت وغیرہ کے صرف اصول وکلی قوانین مذکور ہیں۔ اور ان اصول وکلیات سے ان کے فروغ وجزئیات کا استخراج ہر زید و عمر کا کام نہ تھا۔ بلکہ بعض جزئیات تک رسائی تو صرف اسی ذات مقدس کی ہو سکتی تھی۔ جس کا وسیع قلب۔ انوار الٰہی کا مخزن۔ جس کا منور سینہ تجلیات ربانی کی فرودگاہ ہو۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ قرآن شریف پر عامل ہونے اور اس کو سمجھنے کے لئے بہت سی چیزوں کی احتیاج ہے۔ مثلاً صرف و نحو۔ بلاغت معانی وغیرہ لیکن ان کے بعد سب سے بڑی احتیاج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم مبارک کی ہے۔ اور ہمیں یہ فخر ہے۔ کہ اگر کوئی مدعی اہل قرآن بانیٔ فرقۂ قرآنیہ کے فہم کا محتاج ہے۔ تو ہم سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اور

Marfat.com

سراپا فہم کے محتاج ہیں۔ افسوس ہے اس شخص پر جو قرآن شریف کے سمجھنے کے لئے اپنے آپ کو لغت صرف، نحو، بلاغت، معانی و بیان اور غیر نبی کے فہم قرآن کا محتاج تو سمجھتا ہے۔ مگر اس پاک سرچشمہ کی احتیاج سے اپنی زبان تشنہ کو بے نیاز رکھکر پیاسا مرجانا چاہتا ہے۔ جہاں سے وہ چشمۂ فیض پھوٹ کر نکلا۔ اور جس کی بیشمار شاخیں دنیا میں پھیل گئیں۔ یہ احتیاج سے آزادی نہیں۔ ہلاکت و بربادی ہے۔ عصیان و سرکشی ہے، نافرمانی و الحاد ہے۔

قرآن مفصّل ہونے کے باوجود تشریح کا محتاج ہے۔

بعض نافہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم کو کتاب اللہ کے منشا اصلی بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف خود فرماتا ہے۔ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ یوسف) یعنی ہر چیز کی تفصیل اس میں موجود ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے۔ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيْلًا (بنی اسرائیل) ہر ایک چیز کو ہم نے اس میں کھول کر بیان کردیا ہے، اور پھر فرمایا كِتَابًا مُفَصَّلًا (الانعام) یعنی اس میں ہر ایک چیز کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔ اور فرمایا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل) یعنی ہر ایک چیز کو بیان کر دینے والا، پس ان صریح بیانوں کے بعد کسی قسم کی تشریح یا تفصیل کی حاجت اس نے باقی نہیں چھوڑی۔ یعنی بالفاظ دیگر جب قرآن ہر حیثیت سے مفصل و مشرح ہے۔ تو اب وحی خفی یا حدیث کی کیا حاجت رہی۔ سب سے پہلے تفصیل کُلِّ شَيْءٍ کا مطلب سمجھنا چاہئے۔ اگر اس کے ظاہری معنے لیے جائیں۔ تو دنیا کی کوئی چیز کوئی فن کوئی ہنر ایسا نہ ہونا چاہئے۔ جو قرآن پاک میں موجود نہ ہو۔ لیکن معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کہ ساری دنیا کے سائنس تاریخ، جغرافیہ، ہندسہ، صنعت و حرفت، کی تفصیل قرآن پاک میں موجود ہے۔ اس لئے کہ ہر ذی علم کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ كُلِّ شَيْءٍ سے مراد دین کی کل باتیں ہیں۔ چنانچہ اس آئیت کے ماتحت تمام مفسرین خازن، بیضاوی، مدارک، کشاف ابن جریر، رازی وغیرہ نے مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ ہی لکھا ہے۔ یعنی امور دینیہ کی تفصیل مراد ہے اب بحث یہ رہ جاتی ہے۔ کہ دین بھی بہت سے اصول اور بے شمار فروع

Marfat.com

پر حاوی ہے۔ مثلاً سیاست۔ معاشرت۔ تمدن۔ کہ یہ امور دین میں داخل ہیں۔ اور ان کو قرآن پاک نے اصولی طور پر بیان بھی فرمایا ہے۔ لیکن ان کے فروع ہزاروں کی تعداد تک پہنچتے ہیں۔ جن پر کسی ایک زمانہ اور ایک نظامِ حکومت کے انسان حاوی نہیں ہو سکے۔ اور ان کا ذکر قرآن شریف میں کہیں نہیں۔ اسی طرح گذشتہ انبیاء کے تذکرے جس حد تک کہ ان کا تعلق ہدایت بشری سے تھا، قرآن میں مذکور ہیں۔ نہ یہ کہ تمام انبیاء کے مفصل تذکرے اس میں موجود ہوں۔ بلکہ بعض انبیاء کے نہایت قلیل واقعات ذکر کیے۔ اور بعض کے متعلق صاف فرمایا۔ کہ رُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ یعنی بعض رسولوں کا ہم نے تم سے کوئی ذکر بھی نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان کے نام بھی نہیں بتائے۔ اب اس اصول پر قرآن پاک تفصیل کل شیءٍ کس طرح ہؤا۔ کیونکہ اصل دین ہی کی بیشمار جزئیات نہیں بیان کیں۔ اب آئیے۔ خود قرآن ہی کی روشنی میں ہم تفصیل کل شیء کا مطلب سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ملکہ سبا کی نسبت یوں فرماتا ہے۔ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ اسکو ساری چیزیں دی گئیں۔ اب اہل قرآن کے اصول کی رُو سے اس قدر حد بندی تو کر سکینگے۔ کہ بادشاہت کے متعلق کل چیزیں اس کو دی گئیں۔ جس طرح تفصیل کل شیءٍ میں کل امور دینی نے ان کے مشورہ سے مراد لئے تھے۔ اسی طرح ذو القرنین کے ذکر میں آیا ہے۔ وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ؕ ہم نے ان کو ہر ایک چیز کے سامان عطا فرمائے۔ یہاں بھی زیادہ سے زیادہ اصول اہلِ قرآن کی رُو سے بادشاہت کے سامان کی قید لگانی پڑیگی۔ مگر کیا یہ صحیح ہے؟ کہ ملکہ سبا و ذو القرنین کو بادشاہت کے وہ سامان اور وہ چیزیں بھی دیگئی تھیں جو آج چودھویں صدی میں ایک طاقتور حکومت کے ہاتھ میں ہو سکتی ہیں۔ یہ آہن پوش جہاز یہ سترہ اٹھارہ انچ دہانے کی توپیں، یہ ہوائی جہاز، یہ مشین گنیں، یہ زہریلی گیس، یہ ریلیں، یہ تار، یہ ٹیلیفون سب چیزیں ان کو ملی تھیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ کل شیء سے مراد صرف وہ چیزیں ہیں۔ جن کی ضرورت ان کو اس وقت کے طاقتور دشمن کے مقابلہ میں تھی۔ اسی طرح قرآن شریف تفصیل کل شیء بے شک ہے مگر اس لحاظ سے کہ جس قدر ضرورت اعداء دین کے مقابلہ میں ہے۔ جس قدر ضرورت

Marfat.com

دُوسرے ان مذاہب کے متعلق ہے جن سے دُنیا میں اسلام کو کام پڑتا تھا، یہی وجہ ہے۔ کہ جہاں قرآن شریف کو تفصیل کل شیٔ کہا ہے۔ وہاں ساتھ ہی دُوسرے مذاہب کا بھی ذکر ہے۔ ومَا کانَ حدیثاً یفتریٰ ولکنْ تصدیقَ الذی بینَ یدیہِ وتفصیلَ کلِّ شیٔ (یعنی) یہ کوئی افترا کی ہوئی بات نہیں۔ بلکہ جو کچھ اس سے پہلے موجود ہے۔ اس کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل) اور دوسری جگہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتاب فرما کر اور بھی واضح کر دیا۔ ایسا ہی أفغیرَ اللہِ أبتغی حَکَماً وھُوَ الذی انزل الیکم الکتابَ مفصّلاً (الانعام) کتاب مُفصّل کا ذکر مخالفین کو مخاطب کر کے ہی کیا ہے، اور درحقیقت ان سب آیات میں یہ بتایا ہے۔ جیسا کہ قُرآن شریف نے ایک دُوسری جگہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ قُرآن شریف میں اپنی صداقت کے تمام دعاوی اور ان کے دلائل اور مخالف اسلام کے سارے اصُول باطلہ اور اُن کے بطلان کے دلائل موجُود ہیں۔ اور یہ ایک کھُلی ہوئی حقیقت ہے۔ جس کا انکار کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ قُرآن حکیم کی عظمت کا کمال تمہیں یُوں نظر آئیگا۔ جب تم یہ غور کرو۔ کہ عرب کا ایک اُمی دُنیا کے سامنے وہ کتاب پیش کرتا ہے جس نے نہ صرف سارے مذاہب کے اصُول باطلہ کو ہی بیان کر کے ان کی غلطی کا اظہار کیا۔ بلکہ اُن کے دلائل بھی پیش کیئے، حالانکہ پیش کرنے والا ایسا شخص ہے۔ جو دُوسرے مذاہب کا مطالعہ تو کیا وہ لکھنا پڑھنا ہی نہیں جانتا تھا، اِسی طرح تمام اصول حقہ کو بیان کر کے اُن کی صداقت کے دلائل بھی بیان کرتا ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حیَّ عن بیّنۃ یہ قُرآن شریف کا عظیم معجزہ ہے۔ کہ وہ خود ان کے مقابلہ میں دعویٰ کرتا ہے۔ اور پھر دلیل بھی دیتا ہے۔ اور اسی کی طرف تفصیل کُلّ شیٔ میں اشارہ ہے، یعنی ہر وہ چیز جس کی ضرُورت مخالف دین واعداء اسلام کے مقابلہ میں ہے۔ وہ اس قُرآن شریف کے اندر موجُود ہے۔ اور اس کا پیرو خود اس کا محتاج ہے، یہ نہیں۔ کہ دُوسری کتابوں کی طرح خود کتاب اپنے ماننے والوں کی تشریح و تفصیل کی محتاج ہے، یہ اگلے انبیا اور ان کی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہر شے کی تفصیل بھی اُس میں موجود ہے۔ یعنی جو غلطیاں ان میں

Marfat.com

داخل ہوگئی ہیں۔ اُن کا بیان پھر اُن کی تصحیح اور دعویٰ اور ان کی دلیلیں یہ سب اُس کے اندر موجود ہیں۔ اِسی لیئے اس کو کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ فرمایا۔ دیکھو کس قدر باکمال معجزہ ہے کہ پہلے انبیاء ماسبق کے دین کی صداقت بیان فرماتا ہے۔ پھر ان کی کتابوں کی تحریف کا راز فاش کرتا ہے۔ پھر اصولی غلطیوں سے آگاہ کرتا ہے۔ پھر ان کے دلائل بیان کرتا ہے۔ ان واقعات پر غور کرو، اور پھر تصدیق الذی بین یدیہ وَتفصیل کُلِّ شَیٔ پر غور کرو۔ تمہیں صاف معلوم ہوگا۔ کہ واقعی یہ اس عالمُ الغیب کا کلام ہے۔ اور اُس کا حامل بھی یقیناً خدا ہی کا فرستادہ ہے۔ جس پر اس علمی زمانہ میں خدائے قدّوس نے قرآن کریم جیسا علمی معجزہ ظاہر فرمایا۔

تفصیل کل شئ کی ایک اور عمدہ توجیہ

اِس تقریب کے بعد ایک اور پہلو سے ہم اسی تفصیل کُلّ شئ کو غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ قرآن کریم نے دین کے متعلق ہر معاملہ کے اصول کو بیان کر دیا ہے۔ اور کچھ تھوڑے فروع بھی بیان کئے ہیں۔ نہ صرف دین اسلام کے اصول یعنی اللہ تعالیٰ رُسل کرام فرشتے یوم آخرت۔ کتب سماویہ وغیرہ ہی کے ایمان کو بیان فرمایا۔ بلکہ سیاست، معاشرت، تمدن، اخلاق، اور اختلاف مذاہب اور اس اختلاف کے فیصلہ وغیرہ کے اصول بھی بیان فرمائے ہیں، مگر فروع کا حصر نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ اس غیر ضروری کوشش کا قرآن حکیم نے ارادہ کیا۔ ہاں کہیں کہیں بطور نمونہ وتمثیل یہ چیزیں آگئیں، لیکن جہاں تک اصول کا تعلق تھا۔ وہ نہائت تفصیل اور بسط کے ساتھ بیان کئے گئے۔ اور پھر وہ قواعد بھی بتائے۔ کہ فروع میں جہاں کہیں کوئی امر متشابہ پیدا ہو۔ وہاں اصول کی طرف رجوع کر کے انہیں حل کر لیا جائے۔ اب قرآن پاک تفصیل کل شئ اس معنی میں ہے۔ کہ سارے اصولوں کی تفصیلات اس کے اندر موجود ہیں۔ اور ساری وضاحتیں اس سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اور اس امر کو خود قرآن پاک نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط خدا وہ ہے۔ جس نے آپ پر کتاب اُتاری۔ اِس میں کچھ محکم یعنی واضح المعنی صریح الدلالت ہیں۔ اور وہ کتاب

Marfat.com

کی اصل ہیں، اور بعض متشابہ ہیں۔ یعنی جن کے معنی واضح نہیں، اس آیہ نے صاف واضح کر دیا۔ کہ قرآن کریم میں بعض آیات ایسی ہیں۔ جو واضح المعنی نہیں۔ بلکہ ان کی مزید توضیح و تشریح درکار ہے۔ پس قرآن حکیم اگر ایک طرف اپنے اندر تفصیل کل شیٔ کا دعویٰ کرتا ہو۔ تو خود ہی دوسری طرف اپنے اندر کچھ آیات متشابہ بھی قرار دیتا ہے، ہم دونوں آیتوں کو پڑھیں گے۔ اور ہر ایک کے ایسے معنی کرینگے۔ جو دوسری آیہ کے خلاف نہ ہوں، غور کرو کہ دونوں معنی میں تطبیق بھی خود اسی آیۂ نے کر دی ہے۔ جو زیر بحث ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حصّہ کو واضح المعنی صریح الدلالت فرمایا۔ اور اسی کو اصل کتاب سے تعبیر فرمایا۔ بالفاظ دیگر اصول کو ایسے الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ جس میں مزید تشریح و توضیح کی کوئی ضرورت نہیں، مگر فروع کو ایسے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ جس میں مزید توضیح کی ضرورت ہے۔ اور یہی ایک حکیم اور پُرحکمت کتاب کا کام ہونا چاہیئے۔ کہ اصول کو وہ وضاحت کیساتھ بیان کر دے اور تمام فروع کا بیان کرنا گو خداوند عالم الغیب کی طاقت سے باہر نہیں۔ لیکن تمام فروع کی حفاظت اور اُن کا حامل بننا اور پھر ضرورت کے وقت ان کا حسب منشا ملجا تا انسانی طاقت سے باہر ضرور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان پر اتنا بوجھ نہیں ڈالا جس کی وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح یہ قرآن کریم کروڑوں نہیں اربوں صفحات کی کتاب بنجاتی اور کوئی اس میں کچھ بھی حاصل نہ کر سکتا۔ اور نہ اسے یاد رکھ سکتا۔ نہ اس کی حفاظت کا سامان ہو سکتا۔ پس کمال حکمت سے ایک طرف اصول کو بالکل واضح صاف پختہ کر کے قرآن کریم میں اُن سب کا ذکر کر دیا۔ اور دوسری طرف فروع کے لئے فہم و بصیرت کا دروازہ ہر زمانہ میں اس کی ضرورت کے مطابق کھلا رکھا، اور چونکہ فروع ہمیشہ اصول پر عرض کیجاتی ہیں۔ اور انہیں اصول کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس لئے یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن حکیم نے سبھی کچھ بتا دیا۔ کیونکہ جب ایک چیز کے علم حاصل کرنے کا ذریعہ بتا دیا۔ تو گویا اس کا علم دیدیا اس لحاظ سے یعنی مجاز کے رنگ میں تفصیل کل شیٔ قرآن شریف اس معنی میں بھی ہے

کہ اس میں سب چیزوں کا علم موجود ہے۔ یعنی سب چیزوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ موجود ہے۔ چنانچہ اس آیت ذیل میں خود ہی اس قاعدہ کی توضیح بھی فرمادی۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا اور اس کی یعنی متشابہ کی تاویل کوئی نہیں جانتا۔ مگر اللہ اور زبردست علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ یعنی متشابہ کے معنے راسخین فی العلم اسی اصول پر معلوم کرتے رہینگے۔ کہ وہ ان سب کو اپنے رب کی طرف سے جانتے ہیں۔ راسخین فی العلم ان کو اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ ایک مضبوط بنیاد پر کھڑے ہوئے ہیں، اور وہ بنیاد یہی ہے۔ کہ وہ محکم اور متشابہ دونوں کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں محکم کے معنے تو ظاہر ہیں۔ جس میں کسی قسم کی بحث نہیں۔ لیکن متشابہ کو اس پر عرض کرنا خود ایک مضبوط بنیاد پر کھڑے ہونا ہے۔ پس یہ وہ قاعدہ ہے۔ جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمایا ہے۔

نبی کا کلام وحی خفی سے ہوتا ہے

نبی کو جس پر کلام ربانی نازل ہوتا ہے۔ وہ خورد بین عطا کیا جاتا ہے۔ جس کی مدد سے وہ دیکھتا ہے۔ جو دوسروں کو نظر نہیں آتا۔ اور وہ بہت سی باتیں جو کتاب اللہ میں ایک بیج کی شکل میں موجود ہیں۔ نبی اپنے اس فہم سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے۔ اسے ایک درخت کی صورت میں دیکھتا اور دوسروں کو دکھاتا ہے۔ وہ روشنی جو اسے دیجاتی ہے۔ معمولی اجتہاد سے بالاتر اور زیادہ تیز روشنی ہوتی ہے۔ اور اس کو وحی خفی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اگر غور کیا جائے۔ تو یہ بات ظاہر ہے، کہ جس قلب پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اُس کو اس کا خاص فہم بھی ملنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کی طرح اس کو باہر سے نہیں اندر سے دیکھتا ہے۔ اس کے قلب میں جبتک ایک خاص نور نہیں پیدا کیا جاتا۔ اس وقت تک وہ اس وحی کو لینے کے قابل کیوں کر ہو سکتا ہے۔ واللہ یعلم

Marfat.com

حیثیت بحیثیت رسالت صاف بتاتا ہے۔ کہ وحی الٰہی پانے کا ہر ایک قلب سزاوار نہیں ہوتا ہے۔ پس یہی نور جس کی وجہ سے اس کا قلب مہبط وحی بنتا ہے۔ اس کو ایک خاص فہم عطا کرنے کا موجب بنتا ہے، اور اسی خاص فہم سے کام لیکر یا اس وحی خفی کی مدد سے وہ ان امور دینی میں فیصلہ کرتا ہے۔ جن کی وضاحت کتاب اللہ نے نہیں کی۔ اور اس وجہ سے کہ اس کو خاص فہم اللہ کی جانب سے عطا ہوتا ہے اور خاص روشنی ملتی ہے۔ وہ خاص اختیارات رکھتا ہے۔ اس کا فیصلہ اُمت کے لئے ایک قطعی فیصلہ ہوتا ہے۔ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے مگر اس کے فیصلہ دینی میں غلطی کا امکان نہیں، مثلاً قرآن شریف میں صلوٰۃ کا حکم ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیئے ہیں۔ کہ صلوٰۃ یہ ہے ،۔ اب یہ ناممکن ہے۔ کہ جو کچھ آپ نے بتایا ہو۔ وہ غلط ہو۔ یا قُرآن شریف یا اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف ہو۔ اور کوئی دُوسرا شخص یہ فیصلہ کرے۔ کہ جو نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔ وہ درست نہیں بلکہ قُرآن شریف ایک دُوسری طرز کی نماز بتاتا ہے۔ ایک فیصلہ دینی اگر قطعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ تو اس کا قبول کرنا امت کے لیئے واجب اور ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص فہم قرآن دیا گیا

اِس بحث کے بعد سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔ کہ نبی کو کوئی خاص فہم عطا ہوتا ہے، جس سے وہ امُور دینی میں فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے بلاشبہ ایسا ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک نہیں متعدد آیات اس کی شاہد ہیں۔ یُوں تو علیحدہ علیحدہ کئی نبیوں کے مُتعلق مثلاً یُوں فرمایا۔ وَلوطا اٰتیناہ حکماً وَعلماً کسی کے متعلق فرمایا۔ ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکماً وجعلنی من المرسلین یا فرمایا وَلما بلغ اشدہ واستوی اٰتیناہ حکماً وَعلماً لیکن جامعیت کے ساتھ ایک جگہ کوئی اٹھارہ انبیاء کے نام لے کر فرمایا۔ اولٰئک الذین اٰتیناھم

Marfat.com

ھم الکتاب والحکم والنبوۃ (الانعام) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور فیصلہ کرنے کا اختیار اور منصب سفارت (اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان) عطا کیا اور دُوسری جگہ اِس سے بھی زیادہ صاف الفاظ میں فرمایا۔ ما کان لبشر ان یاتیہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادالی من دون اللہ (آل عمران) یہ کسی بشر کے شایان نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور فیصلہ کرنے کا اختیار اور نبوت عطا فرمائے۔ پھر وہ لوگوں سے کہے۔ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ حکم کے معنی امام راغب نے اس طرح کئے ہیں۔ ان یقضی بشی ء فیقول ھو کذا اولیس بکذا۔ یعنی ایک چیز کا دُوسرے کیساتھ فیصلہ کیا جائے۔ پس فیصلہ کرنے والا کہے۔ یہ ایسا ہی ایسا نہیں، پس اِن آیات سے کھُلے لفظوں میں ثابت ہُوا۔ کہ اللہ تعالیٰ جہاں اپنے مُرسلین کو کتاب اور منصب سفارت عطا فرماتا ہے۔ وہیں ان کو حکم یعنی فیصلہ کرنے کی قوت اور اختیار دیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ سب انبیاء ابتدا ہی سے حکومت و بادشاہت کے مالک نہیں ہوتے۔ اِس لئے یہ قوت فیصلہ صرف امُور دینی ہی میں ہوگی۔ اِس میں شک نہیں کہ حکم کے معنی لغت میں العلم والفقہ کے بھی لکھے ہیں۔ لیکن اِس سے ہمارے مدعا میں کوئی خرابی نہیں لازم آتی۔ ظاہر ہے۔ کہ فیصلہ کرنے کی قوت یا اختیار کے لئے علم تفقہ بھی درکار ہے، اور صحیح حکم یا فیصلہ چونکہ تفقہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کو حکم عطاء کرنے میں دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔ یعنی اس کو خاص علم بھی دیا جاتا ہے۔ اور فیصلہ کرنے کا اختیار بھی دیا جاتا ہے۔ اِس لئے بعض وقت یہ صرف علم کے معنی میں بھی استعمال ہُوا ہے۔ یعنی حکمت کے معنی میں مگر ظاہر ہے۔ انبیا کو کتاب اور نبوت کے ساتھ حکم عطاء کرنے کا ذکر ہے۔ اِس سے مُراد اختیار فیصلہ ہی ہے۔ جو امُور دینی میں صادر ہو۔ معمولی علم نہیں مراد ہو سکتا کیونکہ اس کا نبوت سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ یہ کوئی خاص بات ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتی ہے جیسے کہ واتیناہ حکما وعلما میں وہ خاص علم مراد ہے۔ جو امور دینی کے فیصلہ کے لئے منجانب اللہ عطا کیا گیا۔ ورنہ علم تو دُنیا میں کم و بیش ہر اِنسان کو

Marfat.com

ملتا ہے۔ اور خدا کی جانب ہی سے ملتا ہے۔ یہاں تک کہ لکھنا بھی خدا کی جانب سے سکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ولا یاب کاتبٌ ان یکتُبُ کما علم ھل اللہ ان یکتب، یا شکاری جانوروں کو شکار سکھانا یہ علم بھی اللہ کی جانب سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وما علمتم من الجوارح مکلبین مما علمہ اللہ پس گو خدائی تعلیم کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ لیکن جب وہ نبی کو علم دیتا ہے۔ تو وہ عام علم نہیں ہوتا۔ جسے انسان اپنے کسب سے سیکھتا ہو۔ اگرچہ اس کسبی علم کے ذرائع بھی خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی بواسطہ خدا ہی کا دیا علم ہوتا ہے بلکہ اس سے مُراد وہ علم خاص ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ عنایت فرماتا ہے۔ اسی طرح حکم سے مراد وہ معمولی فہم یا دُنیا کے قضایا میں فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ جس میں دُوسرے انسان ان کے شریک حال ہیں بلکہ یہ وہ خاص فہم ہے۔ جو وحی خفی کے ذریعہ ملتا ہے۔ اور یہ وہ اختیار فیصلہ ہے۔ جو دینی امُور میں ان کو دیا جاتا ہے۔ جس میں دوسرے انسان ان کے شریک و سہیم نہیں ہو سکتے پس یہ آیات قرآنی اس بات کا قطعی فیصلہ کرتی ہیں۔ کہ انبیاء علیہمُ السّلام کو امُور دینی میں فیصلہ کرنے کا اختیار اور اس فیصلہ کے لئے انہیں خاص علم دیا جاتا ہے جسے ہم وحی خفی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ معمولی علم انسانی سے ایک برتر روشنی ہے۔ اور یہ وہ نُور ہے۔ جس کی فرودگاہ انبیاء علیہم السلام ہی کا سینہ ہے پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر دوسرے کے اِستدلال کو اخذ کرنا اور آپ کی تشریح کو چھوڑ کر کسی دُوسرے کے فہم کی تقلید کرنا تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ کا مصداق ہوگا۔

قرآن شریف سے وحی خفی کا ثبوت

قرآن حکیم پر غور کرنے والے اس چیز کو خوب سمجھتے ہیں۔ کہ وحی خفی کی کیا حقیقت ہے۔ اور وہ خود قرآن سے کس طرح ثابت ہے۔ جب ہم اس آیۃ کریمہ ان علینا جمعہ و قرآنہ ثُمّ انّ علینا بیانہ پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مسائل بیان کئے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اسی طرح منسُوب کیا۔

Marfat.com

جس طرح جمع قرآن کو اپنی طرف منسوب کیا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ نبی کریم علیہ السلام جو کچھ مسائل کے متعلق بیان فرمائیں۔ وہ سب خدا ہی کا فرمودہ ہوگا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ پر کوئی وحی متلو اس طرح نازل نہیں ہوئی۔ جس میں سورتوں اور آئیوں کی ترتیب آپ کو بتائی گئی ہو۔ لیکن آپنے آیات و سورہ کی ایک ترتیب مقرر فرمائی۔ اس لئے آپ کا آیات کو ترتیب دینا بھی خدا کی طرف سے تھا۔ اور بیان مسائل بھی خدا کی طرف سے تھا۔ لیکن چونکہ یہ وحی متلو کے ذریعہ نہ ہؤا۔ اس لئے اسے وحی غیر متلو یعنی وحی خفی کہتے ہیں۔ میں اس سے بھی بے خبر نہیں۔ کہ بعض حضرات قرآن کریم کی جمع کو بھی نہیں مانتے لیکن کم از کم انہیں تاریخ کے اس متفقہ واقعہ سے انکار نہ ہوگا۔ کہ قرآن کا کچھ حصہ مکہ اور کچھ مدینہ میں نازل ہؤا۔ اب اگر ترتیب نزول کوئی اور نہ تھی۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ سورہ بقرۂ، آل عمران، انفال، توبہ، وغیرہ جن میں جنگ بدر، جنگ احد، غزوہ تبوک وغیرہ کا ذکر ہے مکہ میں نازل ہوئیں۔ اور پچھلی سورتیں جن میں کسی جنگ کا ذکر نہیں۔ وہ مدینہ میں نازل ہوئیں اگر انکار واقعات میں یہ لوگ اس حد تک نہیں پہنچے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ ترتیب نزول اور تھی۔ اور ترتیب موجودہ اور ہے۔ لیکن ترتیب نزول کے علاوہ کوئی اور دوسری ترتیب جو آنحضرت نے دی۔ اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا محض اپنے دل سے دی یا وحی سے دی۔ اگر اپنی طرف سے دی۔ تو ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کے خلاف لازم آتا ہے۔ اور پھر ان علینا بیانہ کی بھی تکذیب ہوتی ہے۔ اس لئے معلوم ہؤا کہ یہ ترتیب وحی کے ذریعہ تھی۔ اور چونکہ اس وحی کا کہ فلاں سورت کو فلاں جگہ اور فلاں آیۃ کو فلاں جگہ رکھو۔ قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے اسے ہم وحی خفی کہینگے۔ اور یہ خیال کہ وحی صرف ایک ہی قسم کی ہوتی ہے۔ سراسر نادانی ہے۔ قرآن شریف میں تو زمین کی طرف وحی کا بھی ذکر بان ربک اوحی لھا اور شہد کی مکھی کو بھی وحی کا ذکر ہے۔ واوحی ربک الی النحل اور غیر انبیاء کو بھی وحی کا ذکر ہے۔ واذ اوحیت الی الحواریین واوحینا الی ام موسی اور ملائکہ کو بھی وحی کا ذکر ہے۔ حالانکہ وہ خود وحی لانیوالے ہیں۔ اذ یوحی ربک الی الملائکۃ، پس معلوم ہؤا۔ کہ اللہ تعالٰی کی وحی مختلف قسموں

Marfat.com

کی ہوتی ہے اور اس کی نوعیتیں بے شمار ہیں۔

قرآن میں نماز اور وضو کے ذکر سے وحی خفی پر کھلا استدلال

یہ امر بالکل ظاہر ہے۔ کہ قرآن شریف میں نماز کا حکم نہایت ابتدائی سورتوں میں موجود ہے۔ سورہ مزمل اور دوسری ابتدائی سورتوں میں اس کا حکم موجود ہے۔ اور تاریخ سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ پس اگر نماز کی تفصیلات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی کے ذریعہ ان تفصیلات کے بتانے کے مجاز نہ تھے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ ان تمام تفصیلات کے جو نماز کے متعلق قرآن میں بتائی جاتی رہیں نازل ہونے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا۔ اور ایسا ہی وضو کی تفصیل بھی پہلے نازل ہولیتی اس کے بعد وضو کا حکم دیا جاتا۔ اور واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ کہ محض وضو و نماز کے حکم کے بعد ہی یہ چیزیں عمل میں لائی جانے لگیں۔ پھر کیا کوئی عقلمند اس بات کو پسند کرسکتا ہے۔ کہ ایک چیز پر عمل کرنے کا حکم تو آج دیا جائے۔ اور اس کی تفصیل سالہا سال کے بعد بتائی جائے۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل وحی غیر متلو کے ذریعہ بتائی۔ اور یہ وہی تفصیل ہے۔ جو بعد میں وحی متلو کے ذریعہ خدا کی طرف سے مصدق ہوئی۔ گویا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز و وضو کی جو ترتیب بتائی۔ وہ مدتوں بعد وحی متلو کے ذریعہ آشکارا کی گئی۔ مثلاً وضو کی تفصیلی ترکیب جو حضرت نے تعلیم فرمائی تھی۔ بعینہ وہی ترکیب سورہ مائدہ میں بتائی گئی۔ جو بہت دنوں بعد مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ اس بات کا کھلا استدلال ہے۔ کہ رسول جو کچھ تعلیم دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے دیتا ہے۔ لیکن کبھی وہ وحی خفی کے ذریعہ سے ہوتی ہے کبھی وحی جلی (وحی متلو) کے ذریعہ سے وحی خفی پر یہ قران شریف سے ایسا کھلا استدلال ہے کہ کوئی شخص اسے رد کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

وحی کے تین رنگ

آئیے۔ اس وحی خفی کے معاملہ کو اور زیادہ واضح کریں۔ قرآن پاک میں بشر کی طرف وحی کے تین رنگ بیان کیے گئے ہیں۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورای حجاب او یرسل

Marfat.com

رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء (الشوریٰ) کسی بشر کے لئے یہ سزاوار نہیں۔ کہ اللہ اس سے کلام کرے۔ لیکن انہیں تین صورتوں سے وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا رسول (فرشتہ) بھیجے۔ اور اس کے ذریعہ اپنے حکم سے جیسی وحی چاہے۔ کرے۔ سب سے اول لفظ وحی رکھا ہے۔ جس کے اصل معنی اشارہ سریعہ کے ہیں۔ یعنی تیز اشارہ اور یہ کسی بات کے دل میں ڈالنے کا نام ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ الالقاء فی الروع یہ بھی ایک طرز کلام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کے دل میں ایک بات ڈال دے۔ دوسرا طریق کلام من وراء حجاب ہے۔ جیسا کہ رویا (خواب) میں یا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر سنا کرتے تھے۔ رویا میں ایک پردہ ہوتا ہے۔ اور وہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ایسا ہی وہ کلام یا آواز جو انسان سنتا ہے۔ یا وہ الفاظ جو اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ جس پر تمام اولیاء امت کی متفقہ شہادت ہے۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویا کا ذکر قرآن پاک میں ان الفاظ میں موجود ہے۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچی رویا دکھائی۔ گو اصل رویا کو بیان نہیں فرمایا۔ مگر اس کی تعبیر بیان فرمائی۔ لتدخلن المسجد الحرام۔ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ یعنی وہ خواب اس طرح پورا ہو کر رہیگا۔ پس رویا اور الہام بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کی ایک قسم ہے۔ جس کو من وراء حجاب سے تعبیر کرتا ہے۔ تیسری قسم وہ ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کیساتھ خاص ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرشتہ (حضرت جبرئیل وغیرہ) کو بھیجتا ہے۔ اس نوعیت وحی کا ذکر بھی قرآن میں جا بجا موجود ہے۔ نزلہ روح القدس علیٰ قلبک ۔ دوسری جگہ قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ ۔ جو جبریل کا دشمن ہے۔ اسے کہدو۔ کہ اسی جبرائیل نے قرآن کو تمہارے قلب پر اتارا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ پس اللہ کی وحی کے یہ تین طریقے ہیں۔ ان میں سے قسم اول۔ جس کو صرف وحی سے تعبیر کیا ہو۔ اسی کا نام وحی خفی ہے۔ جس میں صرف دل میں ایک بات ڈالی جاتی ہے۔

Marfat.com

قرآن میں اطاعت رسول کا حکم

اس کے بعد ہم ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یا آپ کے حکم کو ماننے یا آپ کو حَکَم بنانے کا حکم دیا ہے۔ قرآن شریف میں ایسی آیات جن میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا کھُلے الفاظ میں ذکر ہے، بیس ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف الفاظ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لیکن میں صریح الفاظ والی آئتیں درج کرتا ہوں۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (سورہ نساء) و من یطع اللہ والرسول (النساء) ومن یطع اللہ و رسولہ (النساء ۱ النور ۱ الاحزاب ۳۳۔ الفتح) ویطیعون اللہ و رسولہ (التوبۃ ۷۲) و ان تطیعوا اللہ و رسولہ (الحجرات ۱۴) قل اطیعوا اللہ والرسول (آل عمران) یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (النساء محمد) یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و رسولہ (الانفال ۲۰) قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (النور ۵۴) و اطیعوا اللہ و الرسول آل عمران) و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (المائدہ ۔ تغابن) و اطیعوا اللہ و رسولہ (الانفال ۱۔ ۴۶ المجادلہ) و اطیعوا الرسول (النور) اور بارہ آئتیں ایسی ہیں جن میں دوسرے انبیا نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اُمتوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا ہے۔ اور وہ الفاظ عموماً ایک ہی ہیں۔ یعنی فاتقوا اللہ و اطیعون حضرت عیسیٰ کے متعلق آل عمران ۔ اور الزخرف میں اور حضرت نوح کے متعلق الشعرا ۱۰۸۔ ۱۱۰ اور نوح۔ (یہاں فاتقوا اللہ کی جگہ فاتقوہ ہے۔ اور حضرت ھود کے متعلق (الشعرا) میں اور حضرت شعیب کے متعلق الشعراء ۱۷۹ میں اور حضرت ہارون کے متعلق طٰہٰ میں یہ لفظ ہیں۔ و لقد قال لھم ھارون من قبل فاتبعونی و اطیعوا امری اور ہارون علیہ السلام نے انہیں پہلے سے کہدیا تھا۔ کہ تم پیروی کرو۔ اور میرے حکم کی فرمانبرداری کرو۔ اور ایک جگہ تمام رسولوں کے متعلق صاف بتا دیا ہے۔ وما ارسلنا من

Marfat.com

رسول الا لیطاع باذن اللہ النساء - یعنی ہم نے تمام رسول اسی لئے بھیجے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی پیروی کی جائے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنانے کا حکم بھی قرآن میں موجود ہے - فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء) قسم ہے آپ کے رب کی وہ لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوسکینگے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ بنائیں - اور پھر آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں - بلکہ پوری خوشی سے اسے قبول کریں - پھر ایک اور آئت میں آپ کے حکم ماننے کی تاکید فرمائی - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران) - اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو - تو میری پیروی کرو - اللہ تم سے محبت کریگا - پھر ایک جگہ فرمایا ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب) تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہائت عمدہ نمونہ ہے - انہیں کے نقش قدم پر چلو، ان کھلی آیات کے رہتے پھر کوئی شخص کیونکر فیصلہ کرسکتا ہے - کہ ہمیں فہم قرآن یا کسی مذہبی امر میں اتباع رسول کی ضرورت نہیں - یہ نہ فقط دین سے لڑائی ہوگی - بلکہ اپنی بصیرت و عقل و علم سے بھی لڑائی ہوگی -

اطاعت رسول کی سب آیات مدنی ہیں

قرآن پاک کی ان آیات کو گنا کر جن میں کھلے لفظوں میں اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے - ایک اور لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں - جو بجائے خود ایک فیصلہ کن امر ہے - اللہ تعالیٰ یا صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جتنی آئتیں ہیں - وہ سب کی سب مدنی سورتوں میں ہیں سورہ آل عمران - النسا - مائدہ - الانفال - التوبہ - النور الاحزاب - محمد - الفتح - الحجرات - المجادلہ - التغابن - جن میں یہ آیات آئی ہیں سب کی سب بالاتفاق مدنی ہیں - دوسری طرف وہ آیات جن میں دیگر انبیاء کے اتباع کا ذکر ہے - سوا ایک کے سب مکی ہیں - کیونکہ سورۃ الشعرا - الزخرف اور نوح مکی

Marfat.com

ہیں۔ اب اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ قرآن حکیم مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں دوسرے انبیاء کی اطاعت کا ذکر کرتا ہے۔ کہ ان کی اُمتوں پر ان کی اطاعت واجب تھی۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر نہیں کرتا، اور مدینہ میں آکر حضرتِ رسولِ کریم کے اتباع کا ذکر اِس کثرت سے ہونے لگتا ہے۔ اصل حقیقت یہ تھی۔ کہ ساری تفصیلات شرعیہ سوا نماز کے سب مدینہ میں نازل ہوئیں۔ نماز تو خدا کے نزدیک اس قدر محبوب چیز تھی۔ کہ اس نے لوگوں کو مومن بناتے ہی اُن پر نماز فرض کر دی۔ اور وہ مسلمانوں کی زندگی کا ایسا شعار ہو گیا۔ جو کسی حالت میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔ لیکن بقیہ احکام شرعیہ مدینہ میں نازل ہوئے۔ اسی لئے ضرورت پیش آئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر زور دیا جائے اور آپ جس طرح فرمائیں۔ اسی طرح وہ انجام دئے جائیں۔ اور سوا بعض تفصیلات کے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ باقی ساری تفصیلات حضرت کی زبان مبارک سے بطور وحی خفی صادر ہوئیں۔ اس لئے اطاعت رسول کی مدینہ میں ہی آکر ضرورت پڑی۔ جہاں احکام شریعت کی تعلیم اور اس کے اصول بتانے کی ضرورت تھی۔ اور اسی لئے ان سورتوں کا مدنی ہونا بھی لازمی تھا۔ کیونکہ ان میں ایسے ذکر موجود ہیں۔ جن کا مدینہ کے احکام سے تعلق ہے۔ پس یہ آیات بھی وحی خفی پر کھلا ہوا استدلال ہیں۔

آنحضرت کے احکام ما انزل اللہ میں داخل ہیں

ان تمام شواہد و دلائل کے بعد اب ایک آخری بحث میں اس امر کو پوری طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام جو بظاہر قرآن میں موجود نہیں۔ وہ سب کے سب خدا ہی کی طرف سے تھے۔ اور ان کا تعلق وحی خفی سے تھا۔ اس موقع پر بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حدیث کو ماننا درحقیقت من لم یحکم بما انزل اللہ کے تحت میں آجاتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بھی اسی ما انزل اللہ

Marfat.com

کے تحت میں داخل ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا رسول جو کچھ دیں، اسے قبول کرو۔ اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ یہاں ما کا لفظ عام ہے۔ اس میں قرآن وغیر قرآن کی کوئی تخصیص نہیں۔ پھر فرمایا۔ گیا ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی وہ جو کچھ بولتے ہیں۔ وحی سے بولتے ہیں۔ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ اس پہ یہ اعتراض کیا جائیگا۔ کہ اگر اس ما کے لفظ کو اس قدر عام کر دیا جائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری باتیں وحی ہو جائینگی۔ حالانکہ بعض باتوں میں آپ نے رجوع فرمایا۔ مثلاً تابیر نخلہ میں لیکن اگر معترض غور کرے۔ تو اسے خود صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس سے مراد امر دین ہیں۔ نہ کہ دنیا اس لئے، کہ تابیر نخلہ یعنی کھجوروں کے اصلاح کے معاملہ میں انتم اعلم بامور دنیاکم فرمایا تھا۔ بامور دینکم نہیں فرمایا۔ اب صرف امر دین باقی رہ جاتا ہے۔ تو اگر امر دین میں بھی رسول اپنے دل سے کہا کرے۔ تو یقیناً اس کی رسالت کاذب ہوگی۔ اور وہ رسولوں کی صف میں تو کیا عام انسانی صف میں بھی لائے جانے کے قابل نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ رسول امر دین کے متعلق جو کچھ بولتا ہے۔ وہ وحی ہوتی کبھی وحی متلو کی شکل میں اور کبھی غیر متلو کی صورت میں جسے اصطلاح میں وحی خفی کہا جاتا ہے۔ اب اس کے بعد صاف لفظوں میں یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مستقل کام ہیں۔

(۱) کتاب اللہ کی تفسیر (۲) بعض احکام الہیہ کا مستقلاً اجراء (۳) تہذیب و تمدن اور اپنے اسوہ حسنہ کی راہ نمائی، پہلے کی دلیل یتلوا علیہم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ یعنی میں نے رسول بھیجا جو ان پر قرآن پڑھتا ہے۔ اور نفسوں کو پاک کرتا ہے۔ اور انہیں قرآن اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسرے کی دلیل ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا رسول جو کچھ دیں۔ اسے لو۔ اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ اور اس سے زیادہ واضح آیت وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ لڑو ان لوگوں سے جو

Marfat.com

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور اللہ رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں قرار دیتے۔ تیسرے کی دلیل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ان مذکورہ بالا آیتوں سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تین کام تھے۔ اب اس لئے کتاب اللہ کے علاوہ جتنے احکام بھی آپ سے صادر ہوئے وہ سب اسی وحی خفی کے ذریعہ تھے۔ جس کا مکمل ثبوت تم اگلے صفحوں میں پڑھ آئے ہو۔ مثلاً پالتو گدھوں کی حرمت، چنگل والے جانوروں کی حرمت۔ خالہ یا پھوپی کے رہتے ہوئے ان کے شوہروں سے نکاح کی حرمت محصنین کا رحم وغیرہ۔ یہ سب چیزیں خدا ہی کی طرف سے حرام ہوئیں۔ ان کو رسول نے من وراء حجاب والی وحی سے معلوم کر کے حرام کیا۔ کیونکہ وحی متلو نے اس راز کو تو آشکارا کر ہی دیا۔ کہ رسول نے بعض چیزیں حرام کیں۔ لیکن اُن کے نام وحی غیر متلو کے ذریعہ معلوم ہوئے۔

اب سب سے آخری لیکن اہم چیز جو ضرورت حدیث پر ایک روشن دلیل ہے۔ وہ حضرت کی عملی زندگی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا تفصیلی سرچشمہ کتاب اللہ نہیں۔ بلکہ سنت رسول اللہ ہے۔ آپ کی گفتار آپ کا چال چلن آپ کی نمازیں۔ آپ کے حج آپ کے روزے۔ آپ کی زکوٰۃ وخیرات آپ کا لباس۔ آپ کا برادری کے ساتھ سلوک اور طرز معاشرت آپ کے بین الاقوامی تعلقات۔ الغرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی کا پورا نقشہ اگر ہم تلاش کرنا چاہیں۔ تو ہمیں کہاں ملیگا؟ اور ہم کس طرح قرآن کے حکم ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ پر چلنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرینگے۔ کتاب اللہ اس کی تفصیل سے خالی ہے۔ اس نے مجھے نہیں بتایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے۔ وفد نجران و دیگر وفود سے کس طرح پیش آئے۔ اور کس طرح تخاطب فرمایا۔ آپ کا لباس اس طرح کا تھا۔ آپ کے عصاء مبارک کی یہ نوعیت تھی۔ آپ فلاں خاص قسم کا کپڑا پہننے اور فلاں خاص کپڑے کو ناپسند کرتے۔ اہل بیت وازواج علیہم السلام کے ساتھ آپ کیسا معاملہ کرتے۔ قرآن پاک ان کی تفصیل سے خالی ہے۔ بلاشبہ ان میں سے بعض باتیں

Marfat.com

اصولی طور پر آگئی ہیں ۔ جیسا کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی عنہا نے فرمایا ۔ الا قد خلقہ القرآن لیکن اُن کی تفصیل قطعاً موجود نہیں ۔ پھر ایک شخص جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت و اخلاق کا نمونہ بنانا چاہتا ہے ۔ وہ اس کے لئے کس دروازہ کو کھٹکھٹائے اور کہاں سے ان کی تلاش کرے ۔ ان کی تلاش اسی سنت کے سرچشمہ سے ہو سکتی ہے ۔ اور یہ گوہر مقصود اسی صدف سے مل سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا بے شمار کرم ہے ۔ اس امت محمدیہ پر جس نے مقدس رسول کی زندگی کا ہر گوشہ ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا ۔ اور آج ہمیں اس قابل بنایا ۔ کہ ہم بڑی آسانی کے ساتھ اپنے اولوالعزم رسول کی پیروی کر سکیں ۔ ورنہ وہ دقتیں جو دیگر انبیا کی اُمتوں کو پیش آئیں ۔ وہی ہمیں بھی پیش آتیں ۔ ان کی تعلیموں کے فقدان نے انہیں بجائے انبیا کی تقلید کے سوسائٹیوں اور اشخاص کا مقلد بنایا ۔ ٹھیک اسی طرح اگر ہمارے نبی کریم کی حدیث ہمارے سامنے نہ ہوتی ۔ تو ہم بھی مختلف دنیاوی نظام اور جماعتوں کے قوانین کے پابند ہونے پہ مجبور ہوتے ۔ اور اس بات پر فخر نہیں کر سکتے ۔ کہ ہمارا الہامی نظام جو نبی کی زبان سے نکلا ۔ اس نے ہمیں دوسروں کی طرف ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز کر دیا ہے ۔ یہ ساری چیزیں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تدوینی صورت میں آجانے کا نتیجہ ہیں ۔ ورنہ دوسری قوموں کی تعلیم دینی کی طرح یہ چیز بھی ماضی کی تاریکیوں میں فنا ہو کر رہ جاتی ۔ اور ہم دنیا کی قوموں پہ الزام دینے کے بجائے خود کف افسوس ملتے نظر آتے ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ

Marfat.com

سُنّت کے معنی اور اُسکی تعریف

لغت میں سُنّت کے معنے اس طریقہ کے ہیں۔ جس پر لوگ چلتے ہیں۔ لیکن اطلاقی صورت میں اُس کے معنی طریقہ محمودہ کے آتے ہیں۔ اور غیر محمودہ کے معنی اُس وقت ہوتے ہیں۔ جب کسی خاص قید کے ساتھ مقیّد ہو جیسے حدیث کی یہ عبارت من سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا الی یوم القیامۃ، لیکن شریعت کی اصطلاح میں آنحضرت کے قول و فعل تقریر کو سنت کہتے ہیں۔ اور اس اصطلاح کے اعتبار سے حدیث و سُنّت دونوں مترادف ہیں

سُنّت کا موضوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ غایۃ سعادت دارین کا حصول بعضوں نے اس کا موضوع احادیث رسول قرار دیا ہے۔ اور غائیت اداب نبی کے ساتھ آراستہ ہونے آپکی منع کردہ باتوں سے رکنے کا نام رکھا ہے لیکن صحیح تعریفیں پہلی ہیں۔ حدیث قول فعل تقریر سے عام ہے۔ غائیت کو بھی بجائے اسکے فوز دارین کے لفظ سے تعبیر کرنا اصح ہے

. . . . اس لیے کہ بہت ممکن ہے۔ اداب نبی کیساتھ ظاہری اتصاف ہو لیکن سعادت دارین نہ[١] نصیب ہو

سنت کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ علم بروایۃ الحدیث، اور علم بدرایۃ الحدیث

علم الروایۃ تو وہ ہے۔ جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کے پہنچنے کی کیفیت سے کبھی رواۃ کے ضبط وعدالت اور کبھی متصل غیر متصل ہونے کی حیثیت سے بحث ہوتی ہے۔ اور اس صنف کا نام اصول حدیث رکھا جاتا ہے۔

علم الدرایۃ وہ ہے۔ جس میں الفاظ حدیثہ کے مفاہیم و مراد سے قواعد عربیۃ اصول شرعیۃ اور احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ کرتے ہوئے بحث ہوتی ہے۔

---

١ کشاف اصطلاحات الفنون صفحہ ٢٠ دربیان علم الحدیث

Marfat.com

علم الروایۃ یعنی اصولِ حدیث کی ابتدائی تقسیم صرف تین صورتوں پر ہے

(۱) صحیح جس کے تمام راوی عادل و ضابط ہوں۔ سلسلہ سند آخر تک متصل ہو روایت میں کوئی شاذ بات نہ ہو۔ اور نہ کسی علت کا شبہ ہو۔

(۲) حسن ترمذی کی رائے میں حسن وہ حدیثیں ہیں۔ جن میں کوئی شاذ بات نہ ہو۔ کئی طریقوں سے مروی ہوں۔ سند میں کوئی ایسا شخص نہ ہو۔ جس پر کوئی الزام یا تہمت عائد آتی ہو۔

(۳) جو حدیث صحیح یا حسن نہ ہو۔ وہ ضعیف ہے۔ اور اس سے تنہا استدلال کرنا بھی ضعف سے خالی نہیں، موضوع، مقلوب، شاذ، منکر، معلل، مضطرب وغیرہ اسی شاخ سے وابستہ ہیں۔

کس قسم کی روائتیں شرعی دلیل ہو سکتی ہیں، اس میں اختلاف ہے۔ صحیح فیصلہ یہ ہے۔ کہ خبر واحد یعنی صرف ایک شخص کا بیان قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ مفید ظن ہے۔

حدیث متواتر سے فرضیت ثابت ہوتی ہے، اور مشہور سے وہ احکام جو قرآن میں مطلق مذکور ہیں۔ ان کو مقید کیا جا سکتا ہے۔

اکثر محدثین کے نزدیک خبر واحد سے بھی قرآن کی تخصیص ہو سکتی ہے۔

علم الدرایہ، اس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہو۔ اس کی نسبت پہلے یہ تنقیح کر لینا چاہیے۔ (۱) کہ یہ بات انسانی فطرت کے موافق بھی ہے یا نہیں (۲) جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے۔ اس کی خصوصیتیں اس میں کہاں تک موجود ہیں۔ (۳) قرینہ عقلی اس کی نسبت کیا کہہ رہا ہے۔ (۴) جس شخص کی طرف یہ واقعہ مذکور ہے۔ وہ عادتاً ان باتوں کا خوگر بھی تھا؟ اگر نہیں تھا۔ تو پھر اس خاص واقعہ کے اسباب کیا ہیں۔

ان اصول مقررہ کی بنا پر کئی قسم کی حدیثیں مشتبہ سمجھی گئی ہیں، یعنی اس احتمال کی وجہ سے کہ روائیت کے تغیرات نے غالباً واقعہ کی صورت بدل دی ہوگی۔ محدثین نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ذیل کی یہ حدیثیں کارآمد نہیں ہو سکتیں، اگرچہ یہ تمام وجوہات قطعی طور پر

Marfat.com

کسی حدیث کی موضوعیت کے سبب نہیں بن سکتے۔ لیکن اگر ہو سکتے ہیں۔ تو یہی ہو سکتے ہیں۔

(۱) وہ حدیث جو عقل کے مخالف ہو۔

(۲) جو اصول سے موافق نہ ہو،

(۳) مشاہدہ کے خلاف ہو۔

(۴) قرآن کے خلاف ہو،

(۵) حدیث متواتر کے خلاف ہو۔

(۶) اجماع قطعی کے خلاف ہو۔ اور قابل تاویل بھی نہ ہو۔

(۷) جس میں ایک معمولی سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔

(۸) ذرا ذرا سے کاموں پر بڑے بڑے انعامات کا وعدہ ہو،۔

(۹) حدیث کا سلسلہ روایت یا مضمون اصولاً قابل اعتراض

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں۔

(۱) كل حديث رأيته يخالف العقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع فلا تتكلف اعتباره اى لا تعتبر رواته ولا تنظر فى جرحهم او يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة او مباينا لنص الكتاب والسنة المتواترة او الاجماع القطعي حيث لا يقبل شيء من ذلك التاويل (۵) او تضمن الافراط بالوعيد الشديد على الامر اليسير او بالوعد العظيم على الفعل اليسير وهذا الاخير كثير موجود فى حديث القصاص والصوفية (۶) او انفراده عمن لم يدرك بما لم يوجد عند غيره (۷) او انفراده بشيء مع كونه فيما يلزم المكلفين علمه وقطع العذر فيه كما قرره الخطيب فى اول الكفاية (۸) او بامر جسيم تتوفر الدواعى على نقله بحضرة العدد الحاج عن البيت او بما صرح بتكذيبه فيه جمع كثير يمتنع فى العادة تواطئهم على الكذب وتقليد بعضهم بعضا فتح المغيث صـ ۱۱۲۔

له الكلام المرفوع فيما يتعلق باحاديث الموضوع ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔

Marfat.com

نے اور یہی زمانہ اِس فن کے عُروج کا انتہائی زمانہ تھا۔ اور اسی پر اس کا عروج ختم ہو گیا، پھر اس کے بعد یہ جذبہ تلاش و تحقیق کم ہو گیا۔ اور ہمتیں سُست اور آرزوئیں گم ہو گئیں۔ اور ایک اس پر کیا موقوف ہے۔ تمام علوم و فنون وصنعت و حرفت و حکومت و سلطنت کا یہی حال ہے۔ کہ ایک دوران کے عروج کا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ انتہائی عُروج پر پہنچ جاتی ہیں۔ تو آہستہ آہستہ مائل بانحطاط ہوتی ہیں، تو اس علم حدیث کے اِنتہائی عُروج کا زمانہ بھی امام بخاریؒ و مسلمؒ اور ان کے معاصر محدثین کا زمانہ تھا۔ اِن کے بعد یہ علم بھی روبانحطاط ہُوا۔ یہاں تک کہ ہمارے اِس زمانہ میں اس کی حالت دیکھ رہے ہو۔ اور اس کے بعد والے زمانہ میں اور زیادہ پستی میں آ جائیگا۔ اور کمی ہی ہوتی جائیگی۔ پھر اسی کے بعد فرماتے ہیں۔ لوگوں نے اپنی اِن تصنیفوں سے مختلف غرضیں رکھی ہیں۔ بعضوں نے تو صرف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع کیں۔ تاکہ لفظوں کی حفاظت ہو۔ اور احکام کا ان سے اخراج کیا جائے۔ جیسا کہ سب سے پہلے عبید اللہ ابن موسی العبسیٰ اور ابو داؤد طیالسی وغیرہ۔ آئمہ حدیث نے کیا۔ اور پھر احمد بن حنبل اور اُن کے بعد والوں نے کیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے حدیثوں کو اُن کے رواۃ کی مسندوں میں ذکر کر کے اس کے ماتحت ان کی روائیت کی ہوئی سب حدیثیں جمع کر دیں۔ مثلاً حضرت ابو بکر صدیق کی حدیثیں اُن کی مسند میں جمع کر دیں۔ پھر درجہ بدرجہ دیگر صحابہ کی حدیثیں جمع کر دیں۔ پھر درجہ بدرجہ دیگر صحابہ کی حدیثیں جمع کر دیں۔ اور بعضوں نے حدیثیں ابواب و تراجم کے ماتحت ذکر کیں۔ مثلاً احکام صلوٰۃ کی حدیثیں باب الصلوٰۃ کے ماتحت اور زکوٰۃ کی باب الزکوٰۃ میں، جیسا کہ امام مالکؒ نے موطا میں کیا۔ لیکن چونکہ موطا میں حدیثیں کم ہیں۔ اِس لئے اس کے ابواب بھی کم ہوئے۔ پھر ان کے بعد والوں نے اُن کی روش اختیار کی۔ جب بخاری و مسلم کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے بہت کافی حدیثیں جمع کیں۔ اور اِسی وجہ سے ان کے ابواب واقسام بھی بہت ہو گئے۔ اور اُن کے بعد والوں نے ان کی اقتدا کی۔ اور جمع حدیث کی یہ صُورت پہلی صُورت

Marfat.com

سے دو وجہوں سے اچھی ہے۔ اولاً اس لئے کہ انسان کبھی کسی خاص مفہوم کی حدیث تلاش کرنا چاہتا ہے۔ اور نہ یہ جانتا ہے۔ کہ یہ کس مسند میں ہے۔ اور نہ اسے اس کے راوی کے متعلق کوئی بحث کرنی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ان مسندوں میں تلاش وجستجو میں سخت دقت واقع ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ جب انسان مثلاً کسی حدیث کو باب الصلوٰۃ میں دیکھے گا۔ تو فوراً سمجھ جائیگا۔ کہ اس میں صلوٰۃ کے متعلق کوئی خاص بات یا حکم بیان کیا گیا ہے۔ تو اسے زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور بعضوں نے تدوین حدیث کی یہ صورت اختیار کی۔ کہ ایسی سب حدیثیں جمع کردیں۔ جن میں ادق الفاظ یا مشکل مطالب اور ان کی شرح کی ضرورت تھی۔ لیکن احکام وغیرہ سے کوئی بحث نہیں کی۔ جیسا کہ ابو عبید القاسم ابن سلامؒ اور عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبہ وغیرہما نے کیا۔ اور بعضوں نے نفس حدیث کے بیان کے ساتھ احکام کا ذکر اور فقہا کی رائیں بھی داخل کردیں۔ جیسا کہ ابو سلیمان احمد بن محمد الخطابی وغیرہ نے کیا۔ اور بعضوں نے متن حدیث کو چھوڑ کر صرف حدیثوں کے غریب الفاظ جمع کردئے۔ ان کا مقصود صرف غریب الفاظ کی تحقیق تھی۔ جیسا کہ ابو عبید احمد بن محمد الہروی وغیرہ نے کیا۔ بعضوں نے صرف ایسی حدیثیں جمع کیں۔ جن میں ترغیب ترہیب اور احکام شرعیہ تھے۔ تو انہوں نے صرف متون اور ان کے احکام سے بحث کی۔ جیسا کہ محمد الحسین بن مسعود البغوی نے اپنی کتاب المصابیح میں کیا۔ ان کے علاوہ اور ائمہ حدیث ہیں۔ جنہوں نے مختلف اصول و نوعیت کے ساتھ تدوین حدیث کی۔ اگر ان سبھوں کا ذکر کروں اور کتابوں کا نام لوں۔ تو ایک غیر متناہی سلسلہ قائم ہوجائے، ابن الاثیر کے اس بیان نے تدوین حدیث کی ضرورت کو بہت واضح کردیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ دیگر علما کے اقوال بھی سن لینا چاہئیں جن سے مزید بصیرت حاصل ہو۔ کیونکہ اس مسئلہ میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ کہ حدیث کی تدوین سب سے پہلے کس کے ہاتھوں ہوئی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تدوین

سلہ بحوالہ تعلیق الممجد علی موطا الامام محمد مولانا عبدالحی الفرنگی محلی

Marfat.com

حدیث کے اسباب ذیل کے الفاظ میں بیان کئے ہیں۔ مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے علم میں اضافہ کرے جاننا چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار خود آپ کے اور آپ کے صحابہ اور کبار تابعین کے زمانے میں مدون نہ تھے۔ اس کی دو وجہیں تھیں۔ پہلی یہ کہ لوگ شروع شروع کتابت حدیث سے روک دیئے گئے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ کتاب اللہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلط ملط ہو جانے کا خدشہ تھا، دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ لوگوں کا حافظہ بہت قوی تھا۔ اور بہتیرے لوگ لکھنا چاہتے بھی نہیں تھے، پھر تابعین کے آخری دور میں تدوین کا کام شروع ہوا۔ جب کہ علماء مختلف شہروں اور ملکوں میں پھیل گئے۔ اور خوارج و روافض اور قدریوں کی کثرت ہو گئی۔ تو پہلے پہل اس تدوین کا کام ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہما نے کیا۔ اور وہ ہر باب علیحدہ علیحدہ لکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسرے طبقہ کے بڑے علماء دوسری صدی کے درمیانی زمانہ میں اٹھے۔ اور احکام کی تدوین کی۔ امام مالک بن انس نے موطا لکھی۔ اور اہل حجاز کی قوی حدیثیں اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال جمع کئے۔ اور مکہ میں ابو محمد عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج نے ایک کتاب لکھی، اور اوزاعی نے شام میں ابو عبداللہ سفیان الثوری نے کوفہ میں حماد بن سلمہ بن دینار نے بصرہ میں۔ اور ہشیم نے واسط میں، معمر نے یمن میں ابن المبارک نے خراسان میں، جریر بن عبدالحمید نے "رے" میں تدوین حدیث کی۔

ان سبھوں کی تدوین کا ایک ہی زمانہ تھا۔ اس لئے تقدیم و تاخیر کا کوئی پتہ نہیں لگ سکتا۔ پھر بہتیرے پچھلوں نے ان اگلوں کے نقش قدم پر تدوین شروع کی۔ اور بعضوں کا خیال ہوا۔ کہ آثار صحابہ و تابعین کو چھوڑ کر صرف حدیث نبوی جمع کی جائیں۔ اور یہ تحریک دوسری صدی کے اختتام پر شروع ہوئی۔ تو لوگوں نے مسندیں تصنیف کیں۔ چنانچہ عبداللہ بن موسیٰ العبسی نے ایک مسند تصنیف کی۔

Marfat.com

اور نعیم بن حماد الخزاعی نے ایک مسند لکھی۔ پھر آئمہ نے اس طریقہ تدوین کو بھی اختیار کیا۔ اور ان کے بعد شاذ ہی کوئی ایسا حافظ الحدیث ہو۔ جس نے ایک مسند نہ لکھی ہو۔ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم سبھوں نے مسندیں لکھیں، بعضوں نے ابواب و مسانید کو ایک ساتھ بھی جمع کیا۔ جیسے ابوبکر بن ابی شیبہ، الخ، اس کے بعد جو تفصیل انہوں نے لکھی ہے۔ وہ کتاب بخاری کے بیان کے سلسلہ میں آئیگی۔ یہ تو ابن حجر کا بیان تھا۔ لیکن شیخ جلال الدین سیوطی رح کتاب الوسائل فی معرفۃ الاوائل میں لکھتے ہیں۔ حدیث کی تدوین سب سے پہلے ابن شہاب زہری نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ خلافت میں کی۔ اور اس قول کی تصدیق وہ ابو نعیم کی "حلیۃ الاولیا" سے بھی کرتے ہیں۔ ابو نعیم فرماتے ہیں سب سے پہلے ابن شہاب زہری نے عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں تدوین حدیث کی۔ لیکن امام محمد نے اپنی موطا میں مالک سے روائت کی ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا۔ کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث عمر بن الخطاب و دیگر صحابہ کی حدیثیں جمع کر کے میرے پاس بھیجدیں کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علما کے انتقال کر جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ روائت موطا امام مالک، میں بھی موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام شہر و ملک کے علما کو لکھا تھا۔ کہ وہ حدیثیں جمع کریں۔ کیونکہ علم کے مٹ جانے اور علما کے فنا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور ابوبکر بن عمرو بن حزم کو بھی لکھا۔ کہ وہ حدیثیں جمع کر لیں اور میرے پاس بھیجدیں۔ لیکن ان کے بھیجنے سے پہلے ہی حضرت عمر بن عبد العزیز نے انتقال فرمایا۔

اس کے بعد ان کا بیان حافظ ابن حجر اور عراقی سے ملتا جلتا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس بات میں بھی اختلاف ہے۔ کہ مسند سب سے پہلے کس نے لکھی۔ دار قطنی کا بیان ہے۔ کہ نعیم نے۔ خطیب کہتے ہیں۔ اسد بن موسی نے حاکم کہتے ہیں۔ عبید اللہ نے عقیلی کہتے ہیں۔ یحی الحمانی نے، ابن عدی کا بیان

Marfat.com

ہے۔ کہ کوفہ میں سب سے پہلے عبداللہ نے مسند لکھی۔ اور بصرہ میں سب سے پہلے مسدد نے مسند لکھی۔ اور مصر میں سب سے پہلے اسد نے مسند لکھی۔ لیکن اسد نے ان دونوں سے پہلے لکھی۔ اور انتقال بھی پہلے کیا۔ اور صحیح مجرد سب سے پہلے بخاری نے لکھی یہ تفصیل ابن صلاح نے کی ہے۔ انتہی کلام السیوطی۔ صحیح مجرد سے ان کا مقصود یہ ہے۔ کہ صحیح تو پہلے بھی لکھی گئیں۔ لیکن ان میں موقوفات و مقاطیع بھی تھیں۔ جیسے موطا مالک۔ امام محمد کے اس قول کے ہروی نے بھی اپنی مسند سے تائید کی ہے۔ نیز ابن عبدالبر نے تمہید میں ابن وہب سے روائت کی ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام شہر و ملک کے علما کو لکھا تھا۔ کہ وہ حدیثیں جمع کریں۔ کیونکہ علم کے مٹ جاتے اور علما کے فنا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور ابوبکر بن عمرو بن حزم کو بھی لکھا۔ کہ وہ حدیثیں جمع کریں اور میرے پاس بھیجدیں۔ لیکن ان کے بھیجنے سے قبل ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انتقال فرمایا۔

حفاظ و محدثین کے اس بیان کے بعد آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے۔ کہ اس دینی علم کے تدوین کے کیا اسباب ہوئے۔ اور لوگوں نے کتنی جانفشانی و عرقریزی کیساتھ اللہ کے سچے رسول کے اقوال و اعمال کن مفید و اعلیٰ اصولوں میں آپکے سامنے پیش کیئے۔ اب اسکی پوری تفصیل معلوم کرنیکے لئے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ ان ابتدائی صدیوں میں ہر صدی کے اندر کون کونسی کتابیں عالم وجود میں آئیں

دوسری صدی ہجری کی مشہور کتابیں

موطا امام مالک، جامع سفیان ثوری جامع ابن المبارک جامع جریر ابن عبدالحمید جامع ہشیم، جامع معمر، جامع حماد بن سلمہ، جامع اوزاعی جامع ابن جریج مسند امام شافعی اور ان کی مختلف الحدیث، جامع عبدالرزاق صنعانی، مصنف شعبہ بن الحجاج مصنف سفیان بن عیینہ، مصنف لیث ابن سعد، کتاب الآثار و امالی امام محمد کتاب الخراج و امالی ابو یوسف القاضی، اس دور کی یہ مشہور ترین کتابیں تھیں۔ ورنہ ان کے علاوہ اس صدی میں اور بہت لوگوں نے تدوین کی تھی، ان میں بعض کتابوں کو شرف قبولیت و بقاء دوام حاصل ہوا۔ اور بعض

Marfat.com

فنا اور معدوم ہوگئیں۔ یہ مشہور ترین کتابیں تھیں۔ اس لئے ان کا فراموش کرنا درست نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری کی مشہور کتابیں

بخاری، مسلم، ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، ترمذی، مسند امام احمد بن حنبل منتقی فی الاحکام لابن الجارود مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب محمد بن نصر المروزی مصنف سعید بن منصور، کتاب تہذیب الاثار لمحمد بن نصر المروزی یہ کتاب ان کی بہترین کتابوں میں ہے۔ اس کی بہت سی خصوصیات دوسروں میں نہیں ملتیں۔ المسند الکبیر لبقی بن مخلد القرطبی اسکی ترتیب اسماء صحابہ پر رکھی ہے، اور اس میں ایک ہزار تین سو سے کچھ زیادہ صحابہ کی روائتیں جمع کی ہیں۔ پھر ہر صحابی کی حدیث ابواب فقہ کے قاعدہ پر ذکر کی ہے۔ کتاب اپنے ضبط اتقان اور راویوں کی عدالت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہے۔ مسند عبداللہ بن موسیٰ، مسند اسحاق بن راھویہ مسند عبد ابن حمید، مسند دارمی، مسند ابو یعلی الموصلی مسند ابواسامۃ الحارث بن محمد التیمی، مسند ابن ابی عاصم احمد بن عمرو الشیبانی، اس میں تقریباً پانچ ہزار حدیثیں ہیں مسند ابن ابی عمر محمد یحیی العدنی، مسند ابی ہریرہ لابراہیم بن حرب العسکری، مسند الامام علی لاحمد بن شعیب النسائی، مسند العنبری ابراہیم ابن اسماعیل الطوسی، مسند کبیر للبخاری، مسند مسدد ابن مسرھد مسند محمد بن مہدی، مسند الحمیدی، مسند ابراہیم بن معقل النسفی، مسند ابراہیم بن یوسف الہنجانی، مسند مالک ابن انس لاحمد بن شعیب النسائی، المسند الکبیر الحسن بن سفیان، المسند المعلل لابی بکر البزار، مسند بن سنجر المسند الکبیر یعقوب بن شیبہ اس سے بہتر مسند کوئی نہ لکھی گئی۔ لیکن پوری نہ کی جا سکی۔ مسند علی بن المدینی، مسند ابن ابی عذرہ احمد بن حازم۔ مسند عثمان بن ابی شیبہ ان کے علاوہ اس صدی کی اور بھی بہت سی مسندیں ہیں۔ جو طوالت کے خوف سے نظر انداز کی جاتی ہیں۔ اگر تحقیق کا

Marfat.com

شوق ہے۔ تو کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون دیکھنا چاہیئے۔

چوتھی صدی ہجری کی مشہور کتابیں

المعجم الکبیر والاوسط والصغیر الامام سلیمان ابن احمد الطبرانی، کبیر میں صحابہ کی ترتیب حروف کے قاعدہ پر کی ہے۔ اور تقریباً ساڑھے بیس ہزار حدیثیں جمع کی ہیں۔ اور اوسط اور اصغر میں اپنے شیوخ کو اُسی ترتیب حروف کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ سُنن دارقطنی، صحیح ابی حاتم محمد حبان البستی صحیح المنتقی لابن السکن۔ سعید بن عثمان البغدادی، المنتقی لقاسم ابن اصبغ محدث الاندلس، مُصنّف الطحاوی مسند ابن جمیع محمد بن احمد، مسند محمد بن اسحاق۔ مسند ابی اسحاق ابراہیم بن نصر المروزی وغیرہ۔

موطا الامام مالک رح

وجہ تسمیہ

دوسری صدی ہجری کی صحیح ترین کتابوں میں ہے۔ اُمت نے اس کی بڑی قدردانی کی۔ اور اُس کو حدیث کی معتبر کتاب سمجھی۔ اس کا نام موطا رکھنے کی بعض لوگ یہ وجہ بتاتے ہیں۔ کہ امام مالک نے اپنی یہ کتاب مدینے کے ستر فقیہوں کو دکھا کر اس کی تصدیق کرائی تھی۔ اِس لئے اس کا نام موطا رکھا۔ کیونکہ توطہ کے معنے روندنے کے ہیں۔ تو گویا ان ستر بزرگوں نے اس کو روندا تھا۔ یعنی اس کی صحت کی تصدیق کی تھی۔ موطا مختلف قسم کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔

مرفوع، مسند، منقطع، مرسل، ہر طرح کی روائتیں اس میں موجود ہیں، امام نے اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ امام کے بعض مقلدین نے موطا کے تمام مراسیل و منقطعات کو موصول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نے کوئی مرسل، منقطع، اور مُفصّل روایت ایسی نہیں چھوڑی۔ جسے متصل یا مسند نہ کردیا ہو۔

Marfat.com

ہاں صرف چار حدیثیں ایسی رہ گئیں جن کی سند کا کوئی پتہ نہ لگ سکا، موطا کی کل حدیثیں سترہ سو بیس ہیں۔ ۶۰۰ مسند۔ ۲۲۸ مرسل، ۶۱۳ موقوف، اور دو سو پچاسی اقوال تابعین ہیں۔ امام مالک کی موطا جب عالم وجود میں آئی۔ تو اس کی عظمت تمام کتابوں سے زیادہ ہوئی۔ ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے امام مالک سے اجازت چاہی تھی۔ کہ موطا کو خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دے اور تمام لوگوں کو اسی کی پیروی کا حکم دے۔ لیکن حضرتِ امام نے یہ کہکر روک دیا۔ کہ صحابہ کرام فروع میں باہم دیگر مختلف ہیں۔ اور اپنی بصیرت کے ماتحت مُصیب ہیں۔ اِس لئے لوگوں کو کسی ایک مذہب پر مجبور کرنا درست نہیں، ہارون نے کہا۔ ابو عبداللہ تم ٹھیک کہتے ہو، اور اپنے خیال سے رجوع کر لیا۔ بعضوں نے اِس حکائت کو منصور کی طرف منسوب کیا ہے۔ امام شافعی رح کا خیال ہے۔ کہ کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سب سے زیادہ صحیح ہے لیکن جمہور محدثین اُس کے مخالف ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ امام شافعی نے یہ اس وقت کہا تھا جب بخاری نہیں لکھی گئی تھی۔ لیکن بخاری کی تصنیف کے بعد اب افضلیت کا شرف بخاری کو حاصل ہے۔ کیونکہ امام شافعی نے اِس وقت کی تصنیف شدہ کتابوں کے مقابلہ میں یہ فرمایا تھا۔ جیسے جامع سفیان ثوری و مُصنف حماد بن سلمہ وغیرہ ابن حجر نے ابن صلاح سے یہی نقل کیا ہے۔ نیز فتح المغیث میں سخاوی اور تدریب الراوی میں سیوطی نے اس کی کافی بحث کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کتاب اللہ کے بعد اصح ترین کتاب بخاری اس کے بعد مُسلم ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں صحیح حدیثیں موطا مالک سے زیادہ ہیں۔ لیکن بعض آئمہ حدیث بخاری کو موطا پر افضل کرنے میں یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ جب شرائط صحت میں دونوں برابر ہیں۔ تو پھر بخاری کی افضلیت کے کیا معنی ہیں۔ اس کا جواب حافظ بن حجر نے یوں دیا ہے۔ اِس کا فیصلہ دونوں کے شرائط صحت کے موازنہ سے کیا جائے۔ امام مالک رح کی کتاب میں مراسیل و منقطعات و بلاغات سے بھی دلیل لائی گئی ہے۔ کیونکہ ان

Marfat.com

کے نزدیک صحت حدیث کے لئے یہ مراسیل و منقطعات وغیرہ نقصان نہیں ہیں۔اسی لئے امام مالک رح اپنی اصل کتاب میں ان سے دلیل لاتے ہیں۔اور بخاری اصل کتاب میں کوئی مرسل و منقطع حدیث نہیں لاتے۔اور ظاہر ہے۔کہ مرسل وغیرہ اگرچہ اگلے آئمہ کے نزدیک قابل حجت تھیں۔لیکن مرفوع و مسند کے مقابلہ میں وہ نہیں لائی جا سکتیں۔موطا امام مالک کی مختلف شرحیں لکھی گئیں۔اور مختلف اختصار کئے گئے، حافظ ابن عبدالبر نے ایک کتاب لکھی۔جس کا نام "التقصی لاحادیث الموطا" اور ایک کا نام التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید رکھا۔ابن حزم اس کتاب کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں۔کہ یہ فقہ وحدیث دونوں کا مجموعہ ہے۔ اور ایسی بے نظیر کتاب میری نظروں سے نہیں گذری۔موطا کی ایک شرح ابو محمد عبداللہ ابن محمد النحوی البطلیوسی نے کی۔ایک شرح قاضی ابن العربی المالکی المغربی نے القبس کے نام سے کی۔ایک شرح جلال الدین سیوطی رح نے کشف المغطا فی شرح الموطا کے نام سے کی۔پھر اس کا ایک اختصار تنویر الحوالک کے نام سے کیا۔ایک شرح محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے تین ضخیم جلدوں میں کی۔دو شرحیں (فارسی وعربی)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کی۔فارسی شرح کا نام مصفی رکھا۔جس میں صرف احادیث و آثار کی شرح کی۔اور بلاغات وغیرہ حذف کر دیے۔اس شرح میں شاہصاحب نے اجتہادی روش اختیار کی ہے، عربی شرح کا نام مسوی رکھا۔اور حسب ضرورت مباحث لکھے۔اور لغات غریبہ کی تحقیق کی، موطا کے مختصرات بھی بہت ہیں۔جن میں کہ چند نمونے یہ ہیں۔مختصر الامام الخطابی احمد بن محمد البستی، مختصر ابی الولید سلیمان ابن خلف الباجی، ابن رشیق القیروانی،

"موطا کی شرحوں کے مختلف اغراض"

موطا کی شرحیں علماء نے مختلف پہلوؤں سے کیں۔غرائب موطا، رجال موطا

Marfat.com

شواہد موطا، اطراف الموطا، موطا کے غرائب کی تحقیق میں، برقی، احمد بن عمران الاخفش ابوالقاسم العثمانی، نے شرحیں لکھیں۔ رجال کی تحقیق میں، ابوعبداللہ الحذاء ابو عبداللہ بن المفرح، برقی، ابوعمر الطلمنکی نے کتابیں لکھیں، شواہد موطا قاضی اسماعیل نے لکھی۔ دارقطنی نے اختلاف الموطا ابوالولید باجی ابوبکر ابن الجبیب نے اطراف الموطا لکھیں۔ ابن عبد البر نے التقصی فی مسند حدیث الموطا و مرسلہ، کے نام سے ایک شرح لکھی۔ یہ معتدبہ بیان موطا پر ایک حد تک تفصیلی بصیرت کے لیئے لکھا گیا ہے۔ آئندہ باب میں موطا کے متعلق مزید بحث و تمحیص کی جائیگی۔ اِس کتاب کے علاوہ دوسری صدی ہجری کی کوئی ایسی کتاب نہیں۔ جو عام اُمت کی گرویدگی و شیفتگی حاصل کر سکی ہو۔ اِس لیئے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

تیسری صدی ہجری کی وہ کتابیں جنمیں صرف احادیث نبوی جمع کی گئیں

اب تک یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حدیثیں کس زمانہ سے جمع کی جانے لگیں۔ اور اُن کے کیا اسباب ہوئے لیکن یہ معلوم کرنا باقی تھا۔ کہ ہر دور میں اُس کی تدوین کس نوعیت سے ہوتی رہی اور دوسری صدی ہجری تک تو اکثر مُصنّفین نے اپنی کتابیں اِس طرح لکھیں۔ کہ حدیث مرفوع کے ساتھ اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین سب جمع کر دیے، اور کسی ایک مسئلہ کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ، تابعین تبع تابعین سے جو کچھ بھی پہنچا۔ سب اکٹھا کر دیا۔ لیکن تیسری صدی کی ابتداہی سے تصنیفی ذوق بدل گیا۔ اور لوگ صرف حدیثیں جمع کرنے لگے لیکن اِس جمع و تدوین کی بھی مختلف صورتیں قائم ہوئیں۔ بعضوں نے صرف حدیثیں جمع کر دیں۔ اور اُن کی صحت و سقم سے کوئی بحث نہیں کی۔ گویا ان کی کتاب صحیح حسن، ضعیف، منکر ہر قسم کی روائیتوں کا مجموعہ بنی۔ بعضوں نے اِس غلطی کو محسوس کیا۔ اور صرف صحیح حدیثیں جمع کیں۔ ان میں سب سے نمایاں شخصیت امام بخاری رح

کی ہے۔ جنھوں نے اِس پاکیزہ طریقہ کی بُنیاد رکھی۔ اور دوسروں کو اِس راہ پر چلنے کا موقع دیا۔ امام بُخاری کے بعد امام مُسلم نے اسی طریقہ پر اپنی کتاب لکھی۔ پھر ان دونوں کے بعد یا اُن کے زمانہ میں دیگر محدثین نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ علم حدیث کا درخشندہ دور یہی تیسری صدی ہے۔ اسی میں یہ علم انتہائی کمال کو پہنچا۔ اور سنت کی سب سے مشہور کتابیں اسی دور میں لکھی گئیں۔ اسی میں ابوداؤد ابن ماجہ، ترمذی، النسائی نے اپنی کتابیں لکھ کر حدیث کی حقیقی عظمت سے دُنیا کو رُوشناس کیا۔ ورنہ اس سے قبل تک دُنیا نے اس جامعیت کی کتابیں مطالعہ نہیں کی تھیں۔ اور عام انسانی فہم ان کی تدوین کے قبل حدیث کی صحت وسقم کا کوئی صحیح معیار نہیں معلوم کر سکتا تھا۔ ابن الاثیر نے بالکل صحیح کہا ہے۔ کہ تیسری صدی ہی اس علم کے آخری عرُوج کے ایام ہیں۔ جس کے بعد دُوسرے علوم وصنعتوں کی طرح یہ علم بھی انحطاط پذیر ہوتا گیا۔

اس بیان کے بعد یہ بھی معلوم کرلینا چاہئے۔ کہ صحیح وغیر صحیح احادیث کے جمع کرنے کی بھی محدثین نے مُختلف صورتیں قایم کیں۔ بعضوں نے ان کی ترتیب فقہی اصُول پر قایم کی۔ اور ہر باب کے ماتحت اس کے مطابق حدیثیں درج کیں۔ جیسے صلوٰۃ (نماز) کی حدیث باب الصلوٰۃ کے اندر، زکوٰۃ کی باب الزکوٰۃ میں۔ اور اُس میں بھی دو طریقے قائم ہوئے۔ کہ اس ترتیب سے بعضوں نے صرف صحیح حدیثوں پر اکتفا کیا۔ اور بعضوں نے صحیح کے ساتھ، حسن وغیرہ داخل کردیں۔ جیسے ابوداؤد ترمذی نسائی، وغیرہ نے کیا۔ جمع حدیث کی دُوسری صورت بطور مسانید ہوئی۔ جس کا اشارہ اوپر کے بیان میں ہو چکا ہے) کہ وہ اس طرح کہ ہر صحابی کے نام سے اُس کی ساری روایات جمع کردیں۔ جیسے حضرت ابوبکر کے نام کے ماتحت ان کی ساری مرویات جمع کردی گئیں۔ چاہے وہ مختلف المعانی ہوں پھر اسماء صحابہ کی ترتیب بھی مختلف طور پر قائم ہوئی۔ بعضوں نے حروف معجم کے قاعدہ پر ترتیب دی۔ جیسے طبرانی نے معجم کبیر اور ضیاء نے مختارہ میں کیا۔ لیکن افسوس کہ مختارہ کی تکمیل نہ

ہو سکی۔ یہ صورت مطالب حدیث معلوم کرنے کے لیئے بہت سہل اور عمدہ ہے۔ بعضوں نے قبائلی ترتیب رکھی۔ مثلاً پہلے بنی ہاشم ان کے بعد درجہ بدرجہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لوگ نسب میں قریب تر تھے۔ اُن کو رکھا بعضوں نے ترتیب اسماہیں سبقت اسلام کا لحاظ رکھا۔ اور پہلے عشرہ مبشرہ ان کے بعد اہل بدر ان کے بعد اہل حدیبیہ ان کے بعد حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ایمان لانے والے صحابہ پھر وہ جو فتح مکہ میں ایمان لائے۔ پھر وہ صحابہ جو سن کے اعتبار سے بہت چھوٹے تھے۔ اس کے بعد صحابیات کے بیان پر اپنی کتاب ختم کی۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ایک تیسرا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس کی ترتیب پانچ قسموں پر ہے، اوامر، نواہی، اخبار، اباحات، افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر ان پانچوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی کتاب سے معلومات اخذ کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن بعض متاخرین نے اس وقت کو دیکھ کر اس کی ترتیب بقاعدہ ابواب کردی ہے۔ حافظ ابوالفضل عراقی نے اس کے اطراف قائم کئے ہیں۔ اور حافظ ابوالحسن ہیثمی نے اُس کا وہ حصہ جو بخاری مسلم سے زائد تھا۔ ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ بعض محدثین نے جمع حدیث کی ایک اور صورت پیدا کی ہے۔ جو تمام صورتوں سے علیحدہ ہے۔ یعنی حدیث کی ترتیب حروف معجم کے قاعدہ پر کی ہے۔ تو گویا حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ حرف الف کے ضمن میں ہوگی۔ ابومنصور دیلمی نے مسند الفردوس میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ نیز ابن طاہر نے ابن عدی کی کتاب الکامل کی حدیثوں کے بیان کرنے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ بعضوں نے حدیثیں بصورت اطراف جمع کی ہیں، اطراف کے معنی یہ ہیں کہ پوری حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا جائے۔ اور پھر اُس کے سارے طرق کتابوں کے حوالہ کے ساتھ یا بغیر حوالہ بیان کئے جائیں۔ جیسا کہ ابوالعباس احمد بن ثابت العراقی نے اطراف الکتب الخمسہ" کے بیان میں کیا ہے۔ علم الاطراف کی پوری بحث انشاء اللہ آگے آئیگی۔ ان ساری تفصیلوں کے بعد میں ایک اور

Marfat.com

بہتر اور پسندیدہ طریقہ کی آپ کو خبر دینا چاہتا ہوں۔ بعض آئمہ نے حدیثوں کی تدوین معلل کی ہے معلل کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہر حدیث کے ساتھ اس کے سارے طرق روائیت، اختلاف رواۃ سب کچھ بیان کئے جائیں۔ علل حدیث کی پہچان علم حدیث کا ایک بہت بڑا فن ہے اور اسی کے ذریعہ حدیث کے مراسیل و مرفوعات کی صحیح شناخت ہوتی ہے۔ اور بھی بہت سے باریک و پوشیدہ رموز اسکے ذریعہ حل ہو جاتے ہیں۔ اس طریقہ تصنیف کی بھی مختلف نوعیت ہے۔ بعضوں نے ابواب کے ماتحت حدیثیں جمع کیں۔ جیسے ابن ابی حاتم نے کیا۔ اور بعضوں نے بطریق مسند۔ جیسے حافظ یعقوب ابن شیبۃ البصری نے کیا۔ انہوں نے اپنی مسند معلل اسی قاعدہ پر لکھی۔ لیکن افسوس تکمیل نہ کر سکے۔ اگر یہ تمام ہوتی۔ تو شائد سو جلدوں سے کم نہ ہوتی۔ لیکن پھر بھی عشرہ مبشرہ، مسند عباس، ابن مسعود، عتبہ، ابن غزوان، بعض موالی عمار، ان حضرات کی مسندیں مکمل کر لی تھیں اور لوگوں کا بیان ہے۔ کہ صرف حضرت علی علیہ السلام کی مسند پانچ جلدوں میں تمام ہوئی تھی۔ الغرض یعقوب ابن ابی شیبہ کی اتنی انتھک کوششوں کے بعد بھی یہ مسند پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ اسی لئے بعض مشائخ کا خیال ہے۔ کہ آجتک کوئی معلل مسند پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

اس کے علاوہ بعض محدثین کا یہ طریقہ بھی رہا ہے۔ کہ وہ بعض خاص طرق، ابواب و تراجم کی تدوین کرتے ہیں۔ جیسے رفع الیدین کے باب میں امام بخاری کی ایک خاص تصنیف اور باب القضا بالیمین مع الشاہد، ابن دار قطنی کی ایک تصنیف یا بعض خاص خاص شیوخ کی حدیثیں بعضوں نے جمع کیں۔ جیسے اسماعیلی رح نے اعمش کی حدیثیں، نسائی نے فضیل ابن عیاض کی حدیثیں، تراجم کے جمع کے یہ معنی ہیں۔ کہ کسی ایک محدث کے کے ایک سلسلہ سے جتنی حدیثیں آئیں انکو جمع کر دیا جائے۔ جیسے مالک عن نافع عن ابن عمر یا سہیل عن ابی صالح عن ابی ہریرہ انکو بعض محدثین نے جمع کیا۔ جمع طرق کے مطلب یہ ہیں۔ کہ بعض خاص حدیثوں کی جتنی مسندیں ہوں۔ ان سبھوں کو جمع کر دیا جائے جیسے "قبض علم" والی حدیث کے سارے طرق مسند طوسی نے اور حدیث من کذب علی متعمدا کے سارے طرق، طبرانی نے جمع کئے۔ اور اسی طرح اور حدیثوں کے طرق بھی بہتوں سے جمع کئے ہیں۔

Marfat.com

روایت حدیث میں صحابہ کا مسلک

صحابہ کرام جن کا سینہ سنت کا گنجینہ تھا۔ اور جن کے پاس قرآن کے بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ جسے وہ اپنا راہ نما بناتے۔ اور جو سب سے زیادہ آپ کے حکم پر چلنے والے اور آپ کی منع کردہ باتوں سے رکنے والے تھے۔ جہاں وہ اپنے تئیں یہ سمجھتے تھے۔ کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنا ہمارے واجبات سے ہے۔ وہاں خود احتیاط اور دوسروں سے بھی احتیاط کرانی ضروری سمجھتے تھے، بیان حدیث تو اس لئے تھا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ مجھسے جو کچھ سنو۔ وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ کہ بہتیرے[ت] وہ جو براہ راست مجھ سے سنتے ہیں۔ ان سے زیادہ احفظ وہ ہوتے ہیں۔ جن تک میری باتیں پہونچائی جاتی ہیں۔ اور احتیاط اس لئے تھی۔ کہ مَن کَذَبَ علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار کی صریح وعید تھی، یہی ایک وجہ تھی کہ صحابہ کی ایک جماعت کثرت روائت سے خائف تھی۔ ان کا خیال تھا۔ کہ وہی حدیثیں بیان کی جائیں۔ جن کے حفظ پر پورا یقین ہو۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ ابن مسعود جب حدیث بیان فرماتے۔ تو ان کا چہرہ خوف الہی سے سرخ ہو جاتا۔ اور فرماتے۔ نبی کریم نے یہ فرمایا یا ایسا فرمایا یا ویسا فرمایا۔ یعنی آپ کے الفاظ یہ تھے۔ یا دوسرے تھے۔ اسی تردد کیساتھ وہ پوری حدیث بیان فرماتے۔ ان کے علاوہ حضرت زبیر[ع] ابو عبیدہ ابن الجراح، عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہم بھی

[ع] حجۃ اللہ البالغہ [ا] بخاری [ت] رُبَّ مبلغ اَوْعیٰ مِن سامع

بھی قلت روائت میں مشہور تھے۔ اور صحابہ میں جو حضرات زیادہ روائت کرتے۔ اُن پر بمقتضاء احتیاط نکیر کی جاتی۔ کہ کثرت میں غلطی کا احتمال ہے۔ اور دین میں اِس قسم کی غلطیاں بے شمار مفاسد کا دروازہ کھولتی ہیں۔ اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر بعض صحابہ نے نکیر کی۔ جس کے لئے انہیں اپنی برأت کرنا پڑی کہ لوگ کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) حدیثیں بہت بیان کرتا ہے لیکن اُس کے وجوہات پر وہ غور نہیں کرتے، میرے بھائیوں میں مہاجرین تو بازاری کاروبار میں مشغول رہتے۔ اور انصار کھیتی باڑی میں، لیکن میں ہمہ دم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا۔ اور وہ چیزیں حاصل کرتا۔ جسے وہ نہ حاصل کر سکے۔ علاوہ ازیں اگر کتاب اللہ کی یہ دو آئتیں نہ ہوتیں۔ تو میں ایک حدیث نہ بیان کرتا۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئک اتوب علیھم وانا التواب الرحیم ؕ یعنی بینات اور ہدائت کے چھپانے کی سخت وعید آئی تھی۔ اِس لئے آپ اسے چھپا نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ کا اشتیاق حصول حدیث، اور اس کی حفاظت اِس قدر مد نظر تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت ابوہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا۔ کہ یا رسول اللہ من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیامۃ تو آپ نے فرمایا لقد ظننت یا اباھریرۃ الا یسالنی عن ھذا الحدیث احد اول منک لما رئیت من حرصک علی الحدیث یعنی چونکہ میں تمہارا حدیث کے لئے اشتیاق خوب جانتا ہوں۔ اس لئے مجھے خیال تھا۔ کہ تم ہی سب سے پہلے مجھ سے یہ سوال کرو گے اسی طرح حضرت ابوبکر، عمر، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین از روائت حدیث میں

سلہ بخاری کتاب العلم

احتیاط کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے سریر آرائے خلافت ہوتے ہی جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ اُس کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ لوگو، ایسی حدیثیں روائت نہ کرو۔ جو متضاد ہوں۔ اِس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ علامہ ذہبی نے آپ کے اِس خطبہ کو نقل کیا ہے۔ میں اس کا ملخص آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

انکم تحدثون احادیث تختلفون فیہا والناس بعدکم اشد اختلافا۔ فلا تحدثوا نہی ملخصا

تم لوگ روائت حدیث میں مختلف انداز بیان رکھتے ہو۔ جس کی وجہ سے تمہارے بعد والوں میں شدید اختلاف ہو جائیگا۔ اِس لئے تم حدیث نہ بیان کرو

چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایک عورت نے کسی کی دادی ہونے کی حیثیت سے اُس کا ترکہ مانگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کتاب اللہ میں دادی کا کوئی حصہ نہیں حضرت مغیرہ اس محفل میں موجود تھے۔ فرمانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو سُدس دیا ہے۔ آپ نے فرمایا گواہ لاؤ۔ محمد ابن مسلمہ نے گواہی دی۔ تو آپ نے اسے سدس دلا دیا۔ اسی احتیاط کا نتیجہ تھا۔ کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اتنے فتنے نہیں رونما ہو سکے تھے۔ جو انکے بعد رونما ہوئے۔ کہ وہ حدیث کے غیر محتاط اشاعت کے لئے بڑی بھاری روک تھے

یہی حال جناب عمر و علی رضی اللہ عنہما کا تھا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر جب سر پر آرائے خلافت ہوئے۔ تو فرمایا کہ حدیثیں بہت کم بیان کیا کرو۔ ہاں ان حدیثوں کے لئے مضائقہ نہیں۔ جو احکامی ہیں، قال ابو ھریرۃ لما ولی عمرؓ قال اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فیما یعمل بہا (مصنف عبدالرزاق)

روائت حدیث میں چونکہ نہائت حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس میں کسی قسم کی لغزش ہو۔ تو بیان کرنے والوں پر عذاب الیم اور سننے والوں پر گمراہی کا پورا گمان ہے۔ اِس لئے حضرت عمر نے یہ تخویف و تہدید کی۔ اور شدت کے ساتھ لوگوں کو اس کثرت سے روکا۔ چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک اور

Marfat.com

ایقان رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق یہ روائیت کے اپنے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع کیا۔ اور پھر جلا دیا۔ یا حضرت عمر کا بعض بدری صحابیوں کو حدیث بیان کرنے کے جرم میں قید کر دینا یہ سب واقعات نقد کی کسوٹی پر کھرے نہیں۔ کھوٹے ہیں۔ یہ اور اسی قسم کے دیگر واقعات سے اگر وہ صحیح بھی مان لئے جائیں۔ تو زیادہ سے زیادہ قلت روائیت اور احتیاط کا پتہ لگتا ہے۔ انکار کا نہیں لیکن کج فہم انسان اپنی سمجھ کو کیا کرے۔ کہ اسے دن رات اور رات دن دکھائی دیتی، انتہائی تتبع و تلاش کے بعد مجھے مہاجرین و انصار تو کیا کم درجہ کے صحابہ کا بھی کوئی ایسا قول نہ ملا جس سے نفس روائیت حدیث کا انکار ثابت ہوتا ہو۔ ہاں ایسے اقوال ضرور ہیں۔ جنسے قلت روائیت اور احتیاط کا پتہ ملتا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے جتنے صحابہ کے نام گنائے ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی اگر کسی حدیث کا انکار ہی۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ فی نفسہ حدیث کوئی لائق اخذ چیز نہیں تھی۔ بلکہ اس لئے کہ یا تو وہ حدیث ان کے نزدیک قرائن قویہ سے صحیح نہیں ثابت ہوئی۔ یا کم از کم یقینی طور پر وہ اس کے حدیث ہونے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ چونکہ حدیث کا معاملہ نہائیت نازک تھا۔ اور صحابہ یہ چاہتے تھے۔ کہ جو حدیث بھی بیان کی جائے۔ وہ پوری تحقیق و تدقیق سے بیان کی جائے۔ اس لئے انہیں ایسا کرنا ضروری تھا۔ اگر یہ صورت نہ قائم کی جاتی۔ تو ہر بوالہوس اور بد دین اپنی بدعادت و سیئات کی تصدیق فوراً ایک جھوٹی حدیث بنا کر دیتا۔ ایسی صورت میں آپ سمجھ سکتے ہیں۔ دین کے اندر کیسا عظیم اختلال رونما ہوتا اور مذہب کس طرح بازیچہ طفلاں بن کر رہ جاتا۔ چنانچہ بعد میں ایسا بہت ہوا۔ کہ لوگوں نے دینی و دنیاوی مصالح کی خاطر بہت سی حدیثیں گھڑ لیں۔ مگر اللہ رب العزت کا لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے ان کے مقابل میں ایسے لوگ بھی پیدا کئے جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر دکھایا۔ اور آج امت کے ہاتھوں میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے۔ جس کے موضوع ہونے کے باوجود اس کی موضوعیت کا انہیں علم نہ ہو۔

Marfat.com

روایتِ حدیث کے لحاظ سے صحابہ کے طبقات

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ حدیثیں دو قسم کی ہیں۔ ایک احکامی، اور دُوسری غیر احکامی اور احکامی حدیثوں کی روایت کے بھی دو طریقے ہیں۔ فقہاء صحابہ کا گروہ غیر احکامی حدیثیں شاذونادر بیان کرتا تھا۔ اور احکامی کی روایت بھی فتاوی و احکام کی صورت میں کرتا تھا۔ الا ماشاء اللہ لیکن خلفاء راشدین کے دور میں اور ان کے بعد بھی بعض صحابہ ایسے تھے۔ جو احکامی اور غیر احکامی حدیثیں مرفوعاً روایت کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ کسی مسئلہ کے اندر اپنی رائے یا اپنے اجتہاد کو دخل نہ دینا چاہیئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح سُنا ہے۔ یا کرتے دیکھا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس واقعہ کی روایت کر دی جائے۔ اور رائے اور استنباط مسائل سے وہ بہت ڈرا کرتے تھے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کے ذریعہ جنہوں نے فتاویٰ اور احکام کی صورت میں یا حدثنا و اخبرنا کی صُورت میں مسائل بتائے۔ دونوں اپنے اپنے خیال میں سچے اور مُخلص تھے، دین کے احکام ہم تک پہنچائے، لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ وہ صحابہ جنہوں نے فتویٰ اور احکام کی صُورت میں حدیثیں بیان کیں۔ وہ محتاط تھے۔ کیونکہ رائے اور قیاس بھی نہ تھا۔ اور حدیث کے مرفوعاً بیان کرنے میں بُعید کا جو ڈر تھا وہ بھی نہ تھا، تم جہاں کہیں سلف کے مذاہب میں رائے اور خوض کو منع پاؤ گے۔ اِس کے معنی یہی ہیں۔ کہ ایک حدیث ہے۔ اس سے طرح طرح کے بعید القرآن مسائل نکالے جائیں۔ اور اس کو پوری شریعت سمجھ لیا جاوے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ہر مسئلہ کے متعلق کتاب اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اگر اس میں نہ پاؤ۔ حدیث میں

Marfat.com

تلاش کرو۔ اگر تلاش بلیغ کے بعد تمہیں وہ مسئلہ حدیث میں بھی نہ ملے۔ جب کوئی تیسری راہ نکالو۔ اگر وہ مسئلہ حدیث میں مل گیا۔ تو تمہارے لئے اولیٰ یہ ہے۔ کہ اسے مرفوعا روائت کرنے کی بجائے صرف فتویٰ کی صورت میں بیان کردو۔ ہاں تم یہ نہ کرو۔ کہ اس ایک ہی حدیث پر بہت سے مسائل قیاس کرنے لگو۔ اور حمل النظیر علی النظیر کی صورتیں پیدا کردو۔ اور یہ صورت بھی اس وقت جائز ہوگی۔ جب کسی مسئلہ کے متعلق بتلاش تام تمہیں کوئی حدیث نہ ملے۔ الغرض صحابہ کرام کے مختلف گروہ نے مختلف حدیثوں سے روائتیں کیں۔ کسی نے مرفوع، کسی کے مرسل اور کسی نے احکام اور فتاویٰ کی صورت میں اس لحاظ سے محدثین نے صحابہ کے مختلف طبقات قائم کئے ہیں۔ ایک فہرست تو مکثرین صحابہ کی ہے۔ دوسری متوسطین کی تیسری مقلین کی۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم باعتبار کثرت وقلہ روائت حدیث بر چہار طبقہ اند۔ مکثرین کہ از مرویات ایشاں ہزار حدیث باشد۔ فصاعداً و متوسطین کہ مرویات ایشاں قریب پانصد حدیث فصاعداً باشد۔ مثل ابوموسیٰ و براء ابن عازب و جمع کہ مرویات ایشاں چہل حدیث باشد۔ فصاعداً تا سہ صد و چہار صد و مقلین کہ مرویات ایشاں تا چہل نمے رسد۔ جمہور اہلحدیث گفتہ اند۔ کہ مکثرین از صحابہ شش کس اند۔ ابوہریرہ و عائشہ صدیقہ و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن عمرو ابن العاص و انس و جابر، و ابوسعید خدری، و از متوسطین عمر ابن الخطاب، و علی ابن ابی طالب، و عبداللہ ابن مسعود، و ابوموسیٰ اشعری و براء ابن عازب، و امثال ایشاں را شمردہ اند کہ از ہر یکے زیادہ از پانصد و کمتر از ہزار در دست مردم موجود ہست۔ و ایں فقیر دریں مقدمہ بحثے دارد و آں آنست کہ در حدیث فاروق اعظم و علی مرتضیٰ و عبداللہ ابن مسعود بسیار یافتہ میشود۔ آنچہ موقوف است ظاہراً و مرفوع است۔ حقیقتاً ازیں عزیزاں نقل بسیارے درباب فقہ و درباب احسان و درباب حکمت یافتہ کہ بوجوہ بسیارے مرفوع است۔ پس ایں عزیزاں از

Marfat.com

مکثرین باشند۔ وشواہد ایں مقدمہ بسیار است۔ ومتفتن بسبب راگنجائش است۔ کہ آنچہ در فقہ واحسان ذکر کردہ اند براحادیث مرفوعہ مثبتہ دراصول عرض کند وبشناسد کہ کدام کدام حدیث مرفوع است انتہی ملخصاً (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۱۲ مقصد ۲) شاہ صاحب کے اس بیان سے اپنے صحابہ کے طبقات کا پتہ لگا لیا ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ آپ کو بھی معلوم ہوگیا۔ کہ حضرت عمر وعلی وابن مسعود رضی اللہ عنہم کے متوسطین میں شمار کئے جانے سے شاہ صاحب کو کیوں انکار ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ مکثرین صحابہ سے جتنی حدیثیں مروی ہیں۔ اسی کثرت سے ان متوسطین سے بھی مروی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ انہوں نے پہلے طریقہ روائت سے بیان کیا۔ یعنی مرفوعاً اور ان سے تھوڑی مرفوعاً اور زیادہ فتاوی اور احکام کی صورت میں یعنی دوسرے طریقہ روائت سے اور اس کی پہچان کا طریقہ یہی ہے۔ کہ ان مسائل واحکام کو احادیث صحیحہ سے موازنہ کیا جائے۔ جو کتب صحیحہ میں ہیں۔ اس کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ وہ کتنی احادیث صحیحہ کے موافق ہیں۔ اور کتنی نہیں۔ اور پھر اسی اسی کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ صحابہ مقلین میں ہیں۔ یا مکثرین ہیں۔ لیکن یہ چیز بذات خود اپنی جگہ پر اتنی واضح نہ تھی۔ کہ تمام لوگ اسے سمجھ لیتے۔ اس لئے شاہ صاحب نے آگے چل کر اسے اور صاف کر دیا۔ اس ازالۃ الخفا میں ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں۔

قصہ کوتاہ حدیث بسیار از مرویات امیر المومنین عمر ابن الخطاب وعلی ابن ابیطالب وعبداللہ ابن مسعود درمیان دفاتر ہست۔ کہ پئے بانتساب اینہا بایں عزیزان غیر متفطن بسبب آنکہ تواند برد۔

الغرض فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روائت کردہ حدیثیں دفتروں میں ہیں۔ لیکن انہیں بصیرت والا انسان ہی سمجھ سکتا ہے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ دفاتر احناف کے پاس ہیں۔ یعنی فقہ حنفی۔

اور یہ تو پہلے معلوم ہو ہی چکا ہے۔ کہ صحابہ کا فقیہہ گروہ حدیثیں زیادہ تر

Marfat.com

فتاویٰ کی صورت میں بیان کرتا تھا۔ چنانچہ ابن حجر مقدمہ اصابہ میں لکھتے ہیں ۔

اکثر الصحابۃ فتوی مطلقاً سبعۃ عمر، و علی، و ابن مسعود، و ابن عمر و ابن عباس و زید ابن ثابت و عائشۃ، قال ابن حزم یمکن ان یجمع من فتیا کل واحد من ھؤلاء مجلد ضخیم، قال و یلیہم عشرون وھم ابو بکر، و عثمان، و ابو موسیٰ، و معاذ و سعد ابن ابی وقاص، و ابو ھریرۃ و انس و عبد اللہ بن عمرو و ابن العاص، و سلمان و جابر و ابو سعید و طلحۃ و الزبیر و عبد الرحمٰن بن عوف و عمران بن حصین و ابو بکرۃ و عبادۃ بن الصامت و معاویہ و ابن الزبیر و ام سلمۃ قال یمکن ان یجمع من فتیا کل واحد منھم جزء صغیر و قال و فی الصحابۃ نحو من مائۃ و عشرین نفساً مقلون فی الفتیا جداً لا یروی عن الواحد منھم الا المسئلۃ او المسئلتان او الثلاث یمکن ان یجمع من فتیا جمیعھم جزء بعد البحث کابی ابن کعب و ابی الدرداء و ابی طلحۃ و المقداد و غیرھم و سرد الباقین،

اور انہیں کے لگ بھگ بیس آدمی ابوبکر، عثمان، ابوموسیٰ، معاذ، سعد بن ابی وقاص، ابوہریرہ، انس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، سلیمان، جابر، ابوسعید، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، عمران بن حصین، ابوبکرہ، عبادۃ بن الصامت، معاویہ، ابن الزبیر، ام سلمہ، رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے فتاوی ایک چھوٹے رسالے کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ اور صحابہ میں ایک سو بیس حضرات ایسے ہیں۔ جن کے فتاوی بہت اقل قلیل ہیں، کہ ان سب کے فتاوی کا مجموعہ ایک بہت مختصر جزء میں آ سکتا ہے جیسے ابوالدرداء ابی بن کعب، ابوطلحہ، مقداد وغیرہم جن کے نام انہوں نے بتائے۔ ان کے فتاوی بہت ہی کم ہیں، یعنی صحابہ میں سات آدمی کے فتاویٰ بہت ہیں۔ عمر، علی، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس زید ابن ثابت عائشہ رضی اللہ عنہم ابن حزم کا خیال ہے۔ اگر ان میں سے

Marfat.com

ہر ایک کے فتاویٰ جمع کئے جائیں۔ تو ہر ایک کی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں، واضح ہے کہ ان صحابہ میں ابن عباس ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم غیرہ کا شمار یوں بھی مکثرین میں ہے۔ لیکن فتویٰ کی حیثیت میں بھی اِن کی بہت سی بیان کردہ حدیثیں ہیں۔ جو روایت حدیث کا ایک دُوسرا طریقہ ہے۔ اور روایت حدیث کی یہی نوعیتیں صحابہ سے منجر ہو کر تابعین تک پہونچیں۔ اور تابعین کے بھی روایت حدیث میں مُختلف انداز رہے۔ چنانچہ کوفہ جو حضرت عمرؓ کے وقت سے لیکر امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ کے دور تک بے شمار صحابہ و تابعین کی سکونت گاہ رہا۔ وہاں کے فقیہہ و محدث تابعین نے صحابہ کرام ہی کی طرح فتاویٰ و احکام کی صُورتوں میں حدیثیں زیادہ روایت کیں۔ شعبی، ابراہیم، قاضی شریح، علقمہ، وغیرہ کی مرفوع حدیثیں اگرچہ تمہیں بخاری مسلم بلکہ پوری صحاح میں بہت ملیں گی۔ لیکن پھر بھی ان کے فتاوی و احکام کے لحاظ سے بہت تھوڑی ہیں۔ اور اس کا پتہ لگانا ہو۔ تو بخاری و مسلم سے قبل تصنیف شدہ کتابوں میں اس کی تلاش کرو۔ مصنف عبدالرزاق ابن ابی شیبہ موطا امام محمد کتاب الآثار وغیرہ میں تمہیں زیادہ تر ان کے آثار ہی ملیں گے۔ مرفوع حدیثیں بہت کم ہوں گی۔ اور زیادہ دور کیوں جاؤ خود بخاری ہی کے اندر فقہاء کوفہ کے بہتیرے فتاوی و مسائل مستخرجہ ملیں گے۔ جن میں ابراہیم بہت نمایاں ہونگے۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ صحابہ کی طرح تابعین کی جماعت بھی زیادہ تر فتاوے ہی دیا کرتی۔ مرفوعاً حدیث کم بیان کرتی یہی طریقہ تھا۔ سراج الامۃ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا کیوں کہ وہ براہ راست اِس نور سے مُستفید ہو رہے تھے۔ جو صحابہ اور تابعین کے سینوں سے نکل کر ان میں منتقل ہُوا تھا۔ اور اُنہوں نے بھی حدثنا و اخبرنا کیسا تھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں بیان کرنے سے بہت حد تک پرہیز کیا۔ ورنہ اگر فتاوی و احکام کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ تو امام صاحب کی حدیثیں اس کثرت سے ملینگی۔ کہ دُوسرے مکثرین حدیث کی حدیثوں سے کسی طرح کم نہ ہونگی۔ اور اس چیز میں امام اعظم نے اِن فقیہہ و فہیم صحابہ کا اتباع کیا۔ جن کی وجہ سے اسلام اپنی صحیح اور اصلی حالت پر باقی رہا۔ جن کا وجود دین و ملت کے لئے سراپا رحمت اور مجسّم کمال

Marfat.com

تھا۔ امام صاحب نے اس چیز میں خلفاء راشدین اور اپنے شہر کے صحابہ کا اتباع کیا تھا کیونکہ
انہوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ اب
کسی کا یہ کہنا کہ امام نے حدیثیں بہت کم حاصل کی تھیں۔ اور وہ قلیل الحدیث تھے۔
کس قدر غلط ہے۔ امام صاحب نے روایت حدیث کے دُوسرے طریقے کو دو
وجہوں سے اختیار کیا۔ ایک تو یہ کہ پہلے طریقہ روایت میں جو نُقصانات وخرابیاں
تھیں۔ وہ اُن کے پیش نظر تھیں۔ اور جن کی وجہ سے جناب صدیق اکبر و عمر فاروق رضی
اللہ عنہما نے اِس طریقہ روایت کو روکا تھا، دُوسرے یہ کہ امام صاحب کے اساتذہ
اور اُن کے شہر کے شیوخ کا طریقہ روایت بھی یہی دُوسرا طریقہ تھا۔ الاماشاءاللہ
اِس چیز کو اگر واضح طریقہ پر سمجھنا چاہو۔ تو شاہ صاحب کے الفاظ میں یوں کہوں۔
قصہ کوتاہ حدیث بسیار از مرویات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ درمیان دفاتر ہست۔ کہ
پئے بانتساب آنہا بایں امام المحدثین غیر منفطن بسبب نخے تواند برد،

Marfat.com

فروع میں صحابہ اور تابعینؒ کے اختلاف کے اسباب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں فقہ کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ اس قسم کی فقہی بحثیں جن میں کسی چیز کے ارکان و شروط و اداب بیان کئے جائیں۔ اور پھر انہیں دوسری قسموں سے ممتاز کیا جائے۔ موجود تھیں۔ اور ایک صورت مسئلہ قایم کرکے اس پر پوری بحث کی جائے۔ اور اس کے حدود متعین کئے جائیں۔ یہ کچھ نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے۔ اور صحابہ اس کو دیکھتے رہتے۔ پھر وہ بھی ٹھیک اسی طرح وضو کرتے بغیر یہ جانے ہوئے کہ اس میں یہ رکن ہے اور یہ ادب ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں پڑھتے۔ اور صحابہ آپ کے نماز کی تقلید کرتے، آپ حج فرماتے۔ اور صحابہ بغور آپ کے افعال حج کا معائنہ کرتے پھر اسی طرح حج کرتے۔ رمضان شریف میں روزے رکھتے۔ صحابہ بھی حج کرتے۔ روزے رکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک تو اسی طرح گذرا۔ شاید ہی کوئی ایسا اہم معاملہ ہوا ہو۔ جس میں آپ کو یا صحابہ کو اس قسم کے تفصیلی سوالوں کا موقع ملا ہو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بہتر قوم نہیں دیکھی۔ انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرہ مسئلے ہی پوچھے تھے۔ کہ آپ اس عالم سے تشریف لے گئے۔ اور وہ سب مسئلے قرآن میں موجود ہیں۔ جن میں سے یسئلونک عن الشاھر الحرام قتال فیہ۔ قل قتال فیہ کبیر" و یسئلونک عن المحیض" بھی ہیں۔ صحابہ ایسی ہی باتیں پوچھا کرتے۔ جو انہیں نفع دینے والی ہوتیں۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہونے والی باتیں نہیں پوچھا کرتے۔ میں نے عمر بن الخطاب سے سنا ہے۔ کہ وہ نہ ہونے والی باتوں کے

Marfat.com

پوچھنے والوں پر لعنت کرتے تھے۔ قاسم کہتے ہیں۔ تم ایسی باتیں پُوچھنے لگے۔ کہ ہم انہیں آنحضرت سے نہیں پوچھا کرتے تھے۔ اور تم ایسی باتوں میں تفتیش کرنے لگے۔ جن میں ہم نہیں کیا کرتے تھے۔ تم ایسی باتیں پوچھتے ہو۔ جنہیں ہم نہیں جانتے۔ اگر جانتے۔ تو ہمارے لئے اُن کا چھپانا حلال کب تھا۔ عمر بن اسحاق فرماتے ہیں۔ میں نے جن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ اُن سے زیادہ پاک سیرت اور کم شدت والا کسی کو نہیں پایا، عبادہ ابن سیرۃ الکندی فرماتے ہیں۔ جب اُن سے ایک ایسی عورت کی بابت سوال کیا گیا۔ جو اپنی قوم میں مری۔ اور اُس کا کوئی ولی نہیں ہے آپ نے فرمایا، میں نے ایسی قوم دیکھی۔ جو تمہارے مثل مشائخ میں اس قدر تشدد نہ کرتی تھی۔ اور نہ ایسے سوال کیا کرتی تھی۔ (اخرج ہذہ الاثار کلہا الدارمی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی سوال کرتا۔ تو آپ اُس کا جواب دیتے، کوئی مسئلہ پوچھتا بتا دیتے۔ کوئی فیصلے کراتا۔ فیصلے کر دیتے۔ کسی شخص کو اچھا کام کرتے دیکھتے۔ تعریف فرماتے۔ کسی کو بُرا کرتے دیکھتے منع فرماتے۔ اور اس قسم کی اکثر باتیں مجمع عام میں ہوا کرتیں۔ تاکہ سب لوگ اِس سے واقف ہو جائیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر و عمر جب انہیں کسی مسئلہ کا علم نہ ہوتا۔ تو وہ کتاب اللہ کے بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے۔ اور لوگوں سے پُوچھتے، جیسا کہ حضرت ابو بکر نے دادی کے ترکہ کے بارہ میں (اپنے عدم علم کی وجہ سے) صحابہ سے سوال کیا، مغیرہ ابن شعبہ نے حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو سدس دیا ہے، اور محمد بن مسلمہ نے اس کی گواہی دی۔ تو آپ نے قبول فرمایا اور سدس دیا حضرت عمر کا غرہ کے معاملہ میں لوگوں سے سوال کرتا۔ پھر مغیرہ ابن شعبہ کی بات تسلیم کرنا اسی طرح وباء (طاعون) اور قصہ مجوس کے بارے میں عبد الرحمن بن عوف کی طرف رجوع کرنا اور حضرت ابو موسیٰ کا عمر رضہ کے دروازے سے واپس آنا۔ اور حضرت عمر کو ابو سعید کی شہادت سے اِس حدیث خاص کا علم ہونا، حضرت عبد اللہ

Marfat.com

ابن مسعود کی رائے کا معقل بن یسار کی بیان کی ہوئی حدیث سے مطابق ہونا اور اسی طرح بیشمار باتیں جن سے صحیحین و سنن بھری ہیں۔ سب اس دعویٰ کی دلیلیں ہیں الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول یہی تھا۔ کہ آپ مسائل و فتاوی منکر و معروف سبھوں کی تعلیم مجمع عام میں فرماتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو۔ پس ہر صحابی نے اپنی اپنی توفیق اور فراست کے ماتحت آپ کے عبادات و فتاویٰ فتنا یا سب جمع کیے۔ اور ان کو حفظ کر لیا۔ پھر قرائن کے لحاظ سے ان کے اندر مباح و سُنن و منسوخ وغیرہ کی تقسیم کر لی۔ یہ صورت کسی استدلالی شکل میں نہ ہوتی بلکہ اپنے قلب کے فتویٰ اور اطمینان کے معیار پر یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک گذر گیا۔ اور وہ اسی اصول پر قائم رہے۔ پھر زمانے اور خلافت اسلامیہ کی ضرورتوں نے انہیں مختلف شہروں اور ملکوں میں منتشر کر دیا۔ اور ان میں کا ہر ایک اپنی جگہ کا مقتدا ہوا۔ اب فتوحات اسلامیہ سے نئی قومیں داخل کیں۔ جن کی وجہ سے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ اور ان کا پیدا ہونا ضروری بھی تھا۔ نئے وقائع وحوادث نے صحابہ کو غور و اجتہاد کی طرف مائل کیا سب سے پہلے انہوں نے اپنے اس مرجع وثیق کی طرف رجوع کیا۔ اور جو مسائل و احادیث اُن کو آنحضرت سے پہنچی تھیں۔ ان کے مطابق فیصلہ کیا اگر ان میں نہ پایا۔ تو اجتہاد کیا۔ لیکن اس اجتہاد میں بھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علت فیصلہ کو مفقود نہ کیا۔ بلکہ جس علت کی بنا پر آپ نے کوئی حکم دیا تھا۔ وہی علت اگر اس میں بھی پائی جاتی تھی۔ تو وہ حکم اس میں بھی دیدیا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض مفقود نہ ہو سکے۔ اور یہی بنیاد ہے صحابہ کے آپس کے اختلاف کی۔ مثلاً ایک صحابی نے ایک فتویٰ یا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا اور دوسرے نے اُسے نہیں سُنا۔ پہلے نے حدیث سے فیصلہ کیا۔ اور دوسرے نے رائے سے، اب اس اجتہاد بالرائے کی مختلف صورتیں ہیں۔ بعض وہ جو بعد میں حدیث کے مطابق معلوم ہوئیں۔ مثلاً

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک عورت کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ اُس کے شوہر نے انتقال کیا۔ اور مہر کی تعیین نہ کی۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں معلوم۔ مگر لوگوں کے مسلسل ایک ماہ تک اصرار کے بعد آپ نے فرمایا، اُس کو پُورا مہر مثل دینا چاہیئے۔ اور وہ عدت بھی کریگی۔ اور میراث بھی پائیگی۔ اس کے بعد حضرت معقل بن یسار نے کہا۔ یہ فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ایک عورت کے متعلق فیصلہ کیا تھا۔ حضرت ابن مسعُود فرماتے ہیں۔ اسلام کے بعد سے اب تک مجھے اتنی بڑی خوشی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ جو اِس وقت میری رائے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مطابقت سے ہوئی۔ ایک صُورت یہ ہے۔ کہ دو صحابی کے درمیان کسی مسئلہ میں مناظرہ ہُوا۔ اور پھر کسی ایک جانب حدیث صحیح ہُوئی۔ تو صحابی نے اجتہاد سے اُس حدیث کی طرف رجُوع کر لیا۔ اس کی مثال حضرت ابوہریرہ کا یہ مذہب ہے۔ کہ حالت جنابت میں اگر صبح ہو جاوے۔ تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن جب بعض ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے کہا یہ غلط ہے۔ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ابوہریرہ رضؓ نے اپنے قول و اجتہاد سے رجُوع کر لیا، تیسری صُورت یہ ہے۔ کہ کسی صحابی کو حدیث تو پہونچی۔ لیکن اس کی صحت پر اُسے یقین نہ ہُوا۔ اس لیئے اُس نے اُسے تسلیم نہ کیا۔ اور اپنے اجتہاد پر قایم رہا، اس کی مثال فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے۔ کہ وہ اپنے شوہر کی طرف سے طلاق بدعی مغلظ دی گئی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سکنیٰ اور نفقہ نہ دلوایا، حضرت عمرؓ نے اِس حدیث کو قبُول نہ کیا۔ اور فرمایا میں کتاب اللہ کو ایک عورت کے بیان پر چھوڑ نہیں سکتا ہوں۔ نہ معلوم جھُوٹ کہتی ہے یا سچ۔ اور دُوسری مطلقہ عورت کو مکان اور نفقہ کا حکم دیا۔ اور حضرت عائشہ نے بھی فاطمہ بنت قیس سے یہی کہا۔ کہ تو اللہ سے اِس بات کو بیان کرتے ہوئے۔ کہ مکان اور نفقہ نہ دلایا جائے، ڈرتی نہیں، دُوسری مثال حضرت عمر کا مسلک تھا

Marfat.com

کہ جُنبی کے لئے اگر پانی نہ پائے۔ تو تیمم کافی نہیں، حضرت عمار ابن یاسر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے سفر کا حال بیان کیا۔ کہ میں جُنبی ہو گیا۔ اور پانی نہ ملا۔ تو میں مٹی میں لتھڑ گیا۔ اور میں نے اِس طریقہ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اِس کی کیا ضرورت تھی۔ اور اپنے دستِ مُبارک زمین پر مارے۔ اور اپنے چہرہ اور ہاتھ پر مل کر فرمایا۔ یہ طریقہ کافی تھا۔ لیکن حضرت عمر نے کسی پوشیدہ علت کی وجہ سے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن بعد میں یہ حدیث اس قدر مُستفیض ہوئی کہ اس کی عدم صحت کا وہم جاتا رہا۔ اور بالاتفاق لائق عمل ہو گئی۔ چوتھی صُورت یہ ہے۔ کہ کسی صحابی کو حدیث ہی نہیں پہونچی مثلاً حضرت بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت جوڑے کھولنا ضروری جانتے تھے۔ جب حضرت عائشہ کو اسکی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تعجب ہے۔ ابن عمر ایسا فتویٰ دیتے ہیں۔ پھر وہ عورتوں کو غسل کے وقت سر مونڈوا لینے کا کیوں فتویٰ نہیں دیتے میں نے حضرت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غسل کیا ہے۔ اور سر پر صرف تین بار پانی ڈالا ہے۔ اور بال نہیں کھولے۔ ایک اور مثال زہری کہتے ہیں۔ کہ ہند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ کہ عورت کے لئے حالت حیض میں نماز معاف ہے۔ وہ ان ایام میں نماز نہ پڑھنے سے رویا کرتی تھیں، پھر اس اختلاف رائے کی ایک اور صورت یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی نوعیت کے متعلق اختلاف ہو جائے، جیسا کہ اصحاب اصُول روایت کرتے ہیں۔ کہ تحصیب یعنی وادی ابطح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُترنے کے وقت کا اختلاف، ابوہریرہ اور ابن عمر نے اس کو قربت پر محمول کیا۔ اور سُنن حج میں داخل کر دیا۔ لیکن حضرت عائشہ اور ابن عباس نے اس کو محض اتفاقی امر سمجھا۔ دوسری مثال جمہور صحابہ طواف میں رمل کو سُنت کہتے ہیں۔ اور ابن عباس ایک امر اتفاقی سمجھتے ہیں۔ جو ایک ضرورت کے ماتحت تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ مُشرکین کہا کرتے ان لوگوں کو یثرب (مدینہ) کی گرمی نے کمزور کر دیا ہے۔ اِس لئے حضرت رمل

Marfat.com

فرماتے، اور بعض وقت وہم بھی سبب اختلاف ہوتا ہے۔ اسکی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔ اور لوگوں نے آپ کو حج کرتے دیکھا۔ بعضوں کا خیال یہ ہؤا۔ کہ آپ متمتع تھے۔ بعضوں نے کہا قارن تھے۔ بعضوں نے کہا مفرد تھے۔ دوسری مثال ابوداؤد نے سعید ابن جبیر سے روائت کی ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے کہتے ہیں۔ اے ابوالعباس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج واہلال کے موقعہ کے اختلاف کو بڑی تعجب کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تمام لوگوں سے زیادہ اس مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہوں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حج ہے۔ جس میں لوگ اس طرح مختلف ہوگئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کی نیت سے نکلے۔ ذی الحلیفہ میں پہنچکر دو رکعتیں پڑھیں جس میں ایک رکعت کے اندر تکبیر کہی، اور دو رکعتوں کے بعد تکبیر حج کہی۔ بعض لوگوں نے یہ تکبیر سنی۔ اور انہوں نے اسی کو یاد کرلیا۔ پھر وہاں سے آپ چلے اور آپ کی اونٹنی چلنے لگی۔ تو آپ نے تکبیر کہی۔ ایک جماعت نے اسے دیکھا اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تکبیر کہی۔ جب آپ کی اونٹنی تیز چل رہی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میدان کے ٹیلے پر پہنچے۔ تو آپ نے وہاں تکبیر کہی۔ بعضوں نے یہ سمجھا۔ کہ یہیں سے اہلال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں اہلال کیا۔ اور قسم اللہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مصلی اور اونٹ کی چلنے کی حالت اور ٹیلے پر چڑھنے کی حالت میں ہر وقت تکبیر کہی،، ایک اختلاف کا سبب سہو ونسیان بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عُمرہ کیا۔ حضرت عائشہ نے جب سُنا تو فرمایا۔ وہ بھول گئے ہیں۔ ایک اختلاف کا سبب حدیث کا عدم فہم بھی ہے۔ جیسے حضرت عمر یا ابن عمر کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردے اپنے رشتہ داروں کے رونے کی وجہ سے عذاب کیئے جاتے ہیں۔ جب حضرت عائشہ کو اطلاع ملی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابن عمر یا عمر نے حدیث کا مفہوم صحیح نہیں سمجھا۔ اصل واقعہ یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک

Marfat.com

یہودیہ کے سامنے سے گذرے۔ اس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا گھر والے تو رو رہے ہیں۔ اور اس پر عذاب کیا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ وغیرہ نے عذاب کو رونے کی علت سمجھ کر ہر روئے جانے والی میت کے لئے عذاب کا حکم لگا دیا، اور بعض وقت کسی حکم حدیث کی علت معلوم کرنے میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اس کی مثال جنازہ کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ بعضوں نے کہا۔ اس سے ملائکہ کی تعظیم مدنظر ہے۔ مومن وکافر دونوں برابر ہیں، اور بعضوں نے کہا موت کے خوف کو یاد کرنے کے لئے کھڑے ہونا ہے لیکن حضرت حسن ابن علی علیہما السلام فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا۔ تو آپ اس خوف سے کھڑے ہو گئے۔ کہ وہ آپ کے سر سے اوپر ہو کر نہ گذر جائے اسی طرح بعض وقت مختلف حدیثوں کے جمع میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ جیسے متعہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام خیبر میں ایک دفعہ اس کی اجازت دی تھی پھر دوبارہ غزوہ اوطاس میں پھر آپ نے منع فرمایا۔ حضرت بن عباس فرماتے ہیں رخصت ایک ضرورت کی وجہ سے تھی۔ اور نہی اس ضرورت کے پورے ہو جانے سے ہوئی اور حکم اس کا باقی رہیگا (یعنی اگر پھر علت لوٹ آئے۔ تو حکم بھی لوٹیگا) اور جمہور کا خیال ہے۔ کہ رخصت اباحتہ تھی۔ اور نہی نے اس کا نسخ کر دیا۔ اور اب الی یوم القیامہ حرام ہے۔

ایک اور مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا۔ ایک جماعت اس لفظ کے عموم کی طرف گئی۔ اور اسی کو اصل قرار دیا، اور اس کو غیر منسوخ سمجھا۔ اور حضرت جابر فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے ایک سال قبل قبلہ کی طرف استنجا کرتے دیکھا۔ اور اس فعل سے نہی منسوخ ہو گئی۔ اور حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ اپنے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے قضاء

* متعہ کی بحث ابن عبدالبر نے کتاب التمہید میں بھی کی ہے۔ اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس کی تائید بعض دیگر صحابہ سے بھی کرتے ہیں جیسے جابر بن عبداللہ وغیرہ، لیکن خود مصنف نے اس مسلک باطلہ کی تردید کی ہے۔

Marfat.com

قضاء حاجت کی، اور اس سے وہ جمہور کے قول کو رد کرتے ہیں، اور ایک جماعت نے ان دونوں روایتوں کو جمع کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا۔ کہ یہی صحرا میں منع ہے۔ اور مکان میں استقبال اور استدبار دونوں جائز ہیں۔ جیسا کہ شعبی وغیرہ کا یہی خیال ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول عوام کے لئے واجب العمل اور آپ کا ذاتی فعل ممکن ہے۔ آپ کی خصوصیات سے ہو۔ اس لئے وہ اس حکم عام کے لئے ناسخ اور مخصص نہیں بن سکتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ صحابہ کے اختلاف کی یہی نوعیتیں قایم ہوئیں۔ اور تابعین نے مختلف صحابہ سے حدیثیں اور خود ان کے اقوال اخذ لئے۔ اور اپنی فہم فراست سے متضاد کی توجیہہ یا ایک کی دوسرے پر ترجیح قایم کی، اور صحابہ کے بعض اقوال ان کے نزدیک دیگر احادیث واخبار کی وجہ سے مضمحل ہو گئے۔ اگرچہ وہ کبار صحابہ سے منقول تھے، جیسے تیمم میں حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود کا مسلک کے بعد والوں کے پاس اس روائت کی صحت بہت کافی ذرائع سے ہوئی، اور عمار اور عمران بن حصین وغیرہما کی حدیثیں اس پر صاف دلالت کرتی تھیں۔ اس اصول پر تقریباً سارے علماء تابعین کا ایک خاص مذہب بن گیا۔ اور ہر عالم اپنے شہر کا امام ہو گیا، جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ان کے بعد زہری، قاضی یحییٰ بن سعید، ربیعہ بن عبد الرحمن مدینہ میں اور عطاء بن ابی رباح مکہ میں، ابراہیم نخعی، شعبی کوفہ میں، اور حسن بصری بصرہ میں، اور اور طاؤس بن کیسان یمن میں، اور مکحول شام میں، یہ تفصیل تھی۔ تابعین علما کی اسلامی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کا پیاسا سارے عالم کو بنایا۔ اور لوگ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے فتاوی اور اقوال انہیں سے جمع کرنے لگے اور خود ان کے اقوال وفتاوی بھی لوگوں نے اخذ کئے۔ اور یہی حضرات امت کے مفتی قاضی قرار دئے گئے۔ اور سعید بن المسیب اور ابراہیم وغیرہما نے پورے فقہی ابواب کو جمع کیا۔ اور ہر باب کے لئے ان کے پاس چند اصول تھے۔ جن کو انہوں نے سلف سے پایا تھا۔ اور اسی کے ساتھ سعید بن المسیب وغیرہ کا خیال یہ تھا۔ کہ اہل الحرمین

Marfat.com

فقہ میں سب سے زیادہ لائق اخذ ہیں۔ اور ان کے مذہب کی اصل عبداللہ بن عمرؓ عائشہ ابن عباسؓ اور مدینہ کے قضاۃ کے فتاویٰ تھے، انہوں نے انہیں اقوال کو جمع کیا۔ اور اس میں غور و فکر کرنے لگے۔ جو متفق علیہ نظر آیا۔ اسے پوری توجہ کے ساتھ اخذ کیا۔ اور جو مختلف فیہ تھا۔ اس میں اقوی وارجح کی طرف رجوع کیا، یا اس وجہ سے کہ کثرت اسی طرف تھی۔ یا اس لئے کہ قیاس صحیح اور تخریج کتاب وسنت اسی چیز کی داعی تھی۔ اور اگر ان تمام ذخیروں میں انہیں کسی خاص مسئلہ کا جواب نہ ملا۔ تو اشارات و اقتضاءات کے لحاظ سے فیصلہ کیا۔ اس بنا پر انہیں ہر باب کے ماتحت بہت مسائل حاصل ہو گئے۔

دوسری طرف ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کا یہ خیال تھا۔ کہ عبداللہ بن مسعود اور ان کی جماعت کا اتباع فقہ میں سب سے بہتر ہے۔ جیسا کہ علقمہ نے ایک موقع پر مسروق سے کہا تھا۔ کیا تم میں سے کوئی عبداللہ بن مسعود سے بھی زیادہ لائق اعتبار ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ نے امام اوزاعی کو کہا۔ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور اگر عبداللہ ابن عمرؓ کو شرف صحبت نہ ہوتا۔ تو میں کہتا۔ کہ علقمہ ان سے تفقہ میں افضل ہیں، اور عبداللہ ابن مسعود تو عبداللہ ابن مسعود ہی ہیں۔ اور ابراہیم کا اصل مذہب حضرت علی عبداللہ بن مسعود شریح رضی اللہ عنہم اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ و قضایا ہے۔ انہوں نے بھی اللہ کی توفیق سے اپنے یہاں کے فتاویٰ اہل مدینہ کی طرح جمع کئے۔ اور تخریج و استنباط سے ہر ہر باب میں بہت سے مسائل پیدا کئے۔ تو سعید ابن المسیب اہل مدینہ کی زبان قرار دئے گئے۔ کیونکہ وہ عمرؓ ابوہریرہؓ کی حدیث و قضایا کے حافظ تھے۔ اور ابراہیم اہل کوفہ کی زبان قرار دئے گئے۔ اس لئے اگر یہ دونوں کچھ کہیں۔ اور کسی کی طرف سے اسے منسوب نہ کریں۔ تو زیادہ حصہ اس کا سلف ہی کی طرف صراحتاً یا کنایتاً منسوب ہوگا۔ اب دونوں سے ان کے شہر کے فقہا نے لیا۔ اور غور و فکر کی اور اسی کے مطابق مسائل کی تخریج شروع کر دی، واللہ اعلم[1]۔

---

[1] حجۃ البالغہ

اخذ حدیث میں آئمہ اربعہ کا اصول اور اُن کے اختلاف کے اسباب

اللہ تعالیٰ نے تابعین میں اور تابعین کے بعد ایسے حاملین علم پیدا کئے جن کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی کی تھی۔ یعنی یحمل ھذا العلم من کلِّ خلف عدولہ: پچھلی نسلوں میں سے عادل لوگ اس علم کو حاصل کرینگے انہوں نے تابعین کے وضوء۔ غسل۔ نماز۔ حج، نکاح، بیوع اور تمام کثیر الوقوع احکام حاصل کئے۔ احادیث نبوی کی روائت کی مختلف شہروں کے مفتیوں اور قاضیوں کے فیصلے سُنے مسائل دریافت کرتے رہے۔ ان تمام امور میں انہوں نے نہائت ہی کوشش کی آخر کو وہ مسلمانوں کے مقتدا اور تمام امور مذہبی کے مرجع بن گئے، تصریح کے علاوہ ایماء اور اقتضاء سے باتیں معلوم کرنے میں حد درجہ انہوں نے اہتمام کیا، ہمیشہ مسئلوں کے جواب دیتے رہے۔ فیصلے کرتے رہے۔ علوم نقل کئے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دی،

اِس طبقہ کے علماء کا کام یکساں تھا۔ سب کا طرزِ عمل یہ تھا۔ کہ وہ حدیثوں سے تمسک کرتے تھے، خواہ مُسند ہوں یا مُرسل اقوال صحابہ اور تابعین سے استدلال کرتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ ان صحابہ اور تابعین کی حدیثیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ ان کو انہوں نے احادیث موقوفہ قرار دیا تھا۔ اس طبقہ کا یہ بھی اصول تھا۔ کہ جب کسی مسئلہ میں حدیثیں مختلف ہوتیں تو وہ صحابہ کے اقوال کی جانب رجوع کرتے۔ اگر صحابہ اِس کے نسخ یا غیر ظاہر معنے کے قائل ہوتے۔ یا انہوں نے اس قسم کی کوئی تصریح نہ کی ہوتی۔ لیکن اس پر عمل بھی نہ کیا ہوتا، اور عمل نہ کرنا اس کی کسی پوشیدہ خرابی کی وجہ سے ہوتا، تو یہ لوگ

Marfat.com

بھی اِس پر عمل نہ کرتے۔ اور صحابہ کا اتباع کرتے۔

یہ اصول سارے سلف کا تھا۔ اور اس میں ایک شخص کا بھی اختلاف نہ تھا۔ اُن کے نزدیک حدیث کے ناقابل قبول ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ کہ اُس پر عمل نہ کیا گیا ہو چنانچہ اسی وجہ سے امام ترمذی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں اپنی کتاب میں جو حدیثیں لایا ہوں۔ وہ فقہا کی معمول بہا ہیں اِلّا دو حدیثیں کہ اُن پر اُمت میں کسی نے بھی عمل نہیں کیا۔ اسی لیے تھا جب صحابہ اور تابعین کے اقوال مختلف ہُوا کرتے۔ اور ہر جانب معمول بہا حدیثیں یا آثار ہوتے تو اس وقت ہر ایک عالم کی نظر میں اپنے شہر کے علما اور اپنے ہی اساتذہ کا قول پسندیدہ ہوتا، کیونکہ وہ اُن کی صحت وسقم سے پُوری طرح واقف ہوتا ہے اور ان کے تبحر وفضل کی طرف اس کا میلان زیادہ ہُوا کرتا ہے۔ اس لئے حضرت عمر، عثمان عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، عبداللہ بن عباس، زید بن ثابت اور اُن کے شاگرد مثل سعید بن مسیب جن کو حضرت عمر اور ابوہریرہ رض کے فیصلے سب سے زیادہ محفوظ تھے۔ اور عروہ، سالم، عطا بن یسار، قاسم، عبیداللہ بن عبداللہ۔ زہری، یحیی بن سعید، زید بن اسلم، ربیعہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب اہل مدینہ کی نظر میں حدیث حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ اور مدینہ ہر زمانہ میں فقہا اور علماء کا مرکز رہا تھا۔ اِسی لئے امام مالک رح کبھی اہل مدینہ کے مسلک کو نہیں چھوڑتے تھے، اور عبداللہ بن مسعود اور ان کے شاگرد اور حضرت علی، شریح، شعبی اور ابراہیم کے فتوی اور کوفہ کے بیشمار صحابہ وتابعین، علما کوفہ کی نظروں میں اوروں کی نسبت زیادہ لائق سمجھے جاتے تھے۔ اور جو اقوال یہ علما اپنے اساتذہ سے سُنتے تھے۔ اور پھر کسی خاص مسئلہ کا جواب ان سے نہ معلوم ہُوا ہو۔ تو ایما اور اقتضاء کے ذریعہ انہیں کے کلام سے مسئلہ کے جواب نکال لیا کرتے۔ اِس طبقہ کے علما نے اپنے اپنے شہر کے آثار وفتاوی جمع کرنا شروع کئے۔ امام مالک اور محمد بن ابی ذئب نے

ــه علم الکلام علامہ شبلی

Marfat.com

مدینہ میں تصنیف شروع کی۔ اور ابن جریج اور ابن عُیینہ نے مکہ ثوری نے کوفہ عبداللہ بن مُبارک نے خراسان ربیع بن صبیح نے بصرہ میں حدیثیں جمع کیں جب منصُور عباسی نے حج کیا۔ تو امام مالک سے کہا میرا قصد یہ ہے۔ کہ تمہاری مصنفہ کتاب کے مُختلف نُسخے کر کے اقطار میں بھیجدوں۔ اور لوگوں کو اُسی پر عمل کرنے کی تاکید کروں۔ آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ملکوں میں پھیل چکی ہیں۔ اور صحابہ فروع مسائل میں باہم مُختلف ہیں۔ اور لوگوں نے اُنہیں سے اپنے مذاہب مُدوّن کئے ہیں۔ اس لئے اُن کو ان کے مذہب پر چھوڑ دیجئے۔ بعضوں نے اِس قصّہ کو ہارون الرشید کی طرف منسوب کیا ہے ہارون کا ارادہ موطا کو خانہ کعبہ میں لٹکا دینے کا تھا۔ لیکن امام مالک نے یہ کہکر روک دیا۔ کہ فروع میں صحابہ اور تابعین مختلف ہیں۔ اور ہر شخص اپنی تائید میں حدیثیں رکھتا ہے۔ عُلما مدینہ کی جو حدیثیں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچیں تھیں۔ ان میں امام مالک رح سے زیادہ قابل اعتماد اور کوئی نہ تھا۔ کیونکہ مدنی صحابہ اور فقہاء سبعہ کے اقوال پر ان کو سب سے زیادہ اطلاع تھی۔ جب امام مالک مرجع و مُقتدی ہوئے۔ تو اُنہوں نے حدیث و فنُون کو پھیلایا۔ لوگوں کو اُن سے مکمل فائدے پہنچے۔ امام مالک کے شاگردوں نے اُن کے پسندیدہ اقوال اور روائتوں کو جمع کیا۔ اور کتابی شکل میں لاکر اُن پر شرحیں لکھیں اور خدا نے ان کے ذریعے سے امت کو بڑا فائدہ پہنچایا، اور اسی کا نام مالکی مذہب ہُوا۔ دوسری طرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کا مسلک اخذ حدیث میں اپنے شہر کے شیوخ کی پابندی تھی۔ وہ ابراہیم نخعی اور انکے ہمعصر علماء کی روش کے زیادہ پابند تھے، ان کی عظمت شان کا اندازہ ان کے مسائل مخرجہ سے ہوسکتا ہے۔ آپ نہایت دقیق النظر اور دوربین تھے، فروعات کی جانب آپ کی بڑی توجہ تھی، اِس قول کی صداقت امام محمد کی کتاب الاثار اور جامع عبدالرزاق اور ابوبکر بن ابی شیبہ کی مُصنف سے ہوسکتی ہے۔ امام صاحب کہیں بھی ابراہیم نخعی سے

Marfat.com

علیحدہ نہیں ہوتے۔ الا ماشاء اللہ اور اِس علیحدگی میں بھی فقہاء کوفہ سے کہیں علیحدہ نہیں ہوتے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت امام ابو یوسف کی ہوئی۔ ہارون الرشید کے وقت میں قاضی القضاۃ کا منصب اُن کو حاصل ہُوا۔ اور تمام اطراف عراق۔ خراسان وماوراء النہر میں اُن کا مسلک پھیل گیا، اور تمام شاگردوں میں تصنیف کی شائستگی اور اہتمام درس کی فوقیت امام محمد کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ ابو یوسف و مالک وغیرہ سے علوم حاصل کئے۔ لیکن امام صاحب کے یہ دونوں شاگرد آپ کے ہی نقش قدم پر چلے۔ صرف مختلف فروعات میں آپ سے اختلاف کیا امام محمد کی تصنیفات سے اُمت نے بیحد فائدہ حاصل کیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ماننے والوں نے ان کتابوں کی طرف کافی توجہ کی۔ اور اُن کے شروح وحواشی لکھے، اور ان کے مسائل کو مُدلّل کیا، اور ان کی پوری خدمت کی۔ اور پھر خراسان وماوراالنہر وغیرہ میں پھیل گئے۔ اور انہیں منضبط کتابوں پر عمل کا نام حنفی مذہب ہُوا۔ جب مذہب حنفی و مالکی شائع ہو چکا۔ اس کے اصول و فروع مرتب ہو چکے۔ تو امام شافعی کا نشوونما ہُوا۔ اُن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے متقدمین کی روشوں میں جب غور کیا۔ تو بہت سی ایسی باتیں پائیں۔ جن کی وجہ سے وہ ان کا پورا اتباع نہ کر سکے۔ امام شافعی نے ان طریقوں کو کتاب الاُم کے اوائل میں ذکر کیا ہے۔ منجملہ اُن کے یہ امر تھا۔ کہ متقدمین حدیث مرسل و منقطع پر بھی عمل کرتے تھے۔ اور اس قسم کی احادیث خرابی سے خالی نہیں تھیں۔ جب حدیث کے طرق تمام جمع کئے جاتے تھے۔ تو یہ بات ظاہر ہو جاتی تھی۔ کہ اکثر مرسل احادیث محض بے بنیاد تھیں۔ اور اکثر مرسل حدیثیں مرفوع کے مخالف تھیں۔ اِس لئے مرسل پر عمل اسی وقت کیا جائے۔ جب اُس کے شروط متحقق ہوں۔ کتب اصول میں یہ تمام شرطیں مذکور ہیں۔ دُوسرا قول یہ تھا۔ کہ مختلف احادیث کے متعلق متقدمین کے زمانے میں ایسے اقوال منضبط نہ تھے۔ جن سے اُن احادیث میں جمع ہو سکے۔ اِس لئے اُن کے اجتہادی مسائل میں اکثر خرابیاں رہا کرتی تھیں۔ اس ضرورت کے رفع کرنے

Marfat.com

کے لیئے امام شافعی نے اُس قسم کی حدیثوں کے متعلق اصول کی بنا ڈالی۔ اور ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ ایک امر یہ بھی تھا۔ کہ بعض صحیح احادیث اُن علماء تابعین کو نہ پہونچیں تھیں۔ جن پر فتوی کا مدار تھا۔ اس لیئے ان کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑا۔ عام الفاظ کا اُنہوں نے لحاظ کیا اور گذشتہ صحابہ کی انہوں نے پیروی کی اور اسی کے مطابق اُنہوں نے فتویٰ دیا۔ لیکن تیسرے طبقہ میں ان احادیث کی شہرت ہو گئی۔ لیکن اُنہوں نے یہ گمان کر کے کہ یہ حدیثیں اُن کے شہر کے علما کے عمل اور متفق علیہ طریقوں کے مخالف ہیں۔ اس لیئے اُنہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ اور یہ حدیثیں مورد طعن اور قابل السقوط ہو گئیں (ناقابل اعتبار) یا بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ تیسرے طبقہ میں بھی ان کی شہرت نہ ہوئی۔ لیکن محدثین نے احادیث کے تمام طرق کو خوب غور کر کے دیکھا۔ اور اطراف ملک میں سفر کر کے علما حدیث سے اُن کی تفتیش کی گئی۔ تو اکثر احادیث ایسی ظاہر ہوتی گئیں۔ کہ صحابہ میں سے صرف ایک یا دو شخصوں نے ان کی روائیت کی تھی۔ اس لیئے اکثر فقہا کی نظر سے مخفی رہیں۔ اور اُن حفاظ حدیث کے وقت اُن کی شہرت ہوئی جنہوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تھا۔ بہت سی احادیث ایسی تھیں۔ مثلاً بصرہ کے علما ان کی روائیت کرتے تھے۔ اور دوسرے حصّوں میں اُن کی جانب سے غفلت تھی۔ تو امام شافعی نے ایسے موقع پر یہ توضیح کی۔ کہ علما صحابہ و تابعین ہر مسئلہ میں احادیث کی تلاش میں رہے۔ جب کوئی حدیث نہ ملی۔ تو اجتہاد کیا۔ اور اگر حدیث ملی۔ فوراً اجتہاد سے رجوع کر لیا۔ اور حدیث پر عمل کیا۔ جب اُن کی ایسی حالت تھی۔ تو کسی حدیث پر ان کا عمل نہ کرنا اس حدیث کے ناقابل قبول ہونے کی دلیل نہیں۔ حدیث مجروح جب ہو سکتی ہے۔ کہ کوئی صاف جرح اس میں موجود ہو۔ اور یہ بھی تھا۔ کہ صحابہ کے سب اقوال امام شافعی کے وقت میں جمع کیئے گئے۔ اِنہوں نے جب ان اقوال میں غور کیا۔ تو اُنہیں معلوم ہُوا۔ کہ بعض صحابہ بھی صحیح احادیث پر مطلع نہ ہو سکے۔ اور اُن کے اقوال حدیث کے خلاف ہیں۔ اس لیئے اُنہوں نے اِن حدیثوں پر عمل کیا اور فرمایا۔ نحن رجال وھم رجال ہم بھی آدمی ہیں۔ اور وہ

Marfat.com

بھی آدمی تھے، اس لئے منظوری نہیں۔ کہ جس حدیث پر (اپنے عدم علم کی وجہ سے) وہ عمل نہ کریں، ہم بھی نہ کریں۔ امام شافعی کا ایک خیال یہ بھی تھا۔ کہ ہم نے فقہا کی ایک جماعت کو دیکھا۔ کہ وہ قیاس شرعی کے اندر ایسی رائیں مخلوط کر دیتی ہیں۔ جن کو شرع کی نظر میں وقعت نہیں دی جا سکتی۔ اور وہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور اپنی رائے کا نام استحسان رکھتے ہیں، اس چیز کو بھی انہوں نے نہائت شدت کے ساتھ باطل کیا ہے۔

حاصل کلام، جب امام شافعی نے اپنے خیال میں متقدمین کی ایسی حالت دیکھی تو انہوں نے از سرِ نو فقہ مرتب کیا۔ اور ان کے اصول و فروع کی ترتیب دی۔ نہائت رزانت سے کتابیں تصنیف کیں۔ فقہائے ان کتابوں کا اختصار کیا، شرحیں لکھیں ان کے دلائل بیان کئے۔ ان سے مسائل نکالے۔ اور پھر اکثر شہروں میں یہ لوگ پھیل گئے۔ اور مذہب شافعی اس طریقہ کا نام ہو گیا۔

ٹھیک انہیں ایام میں جب امام شافعی رح اپنے افکار قوم کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ ایک اور ہستی نمایاں ہوئی۔ جسے دنیا حضرت امام احمد بن حنبل رح کے نام سے جانتی ہے۔ امام احمد رح کے مسلک کو سمجھنے کے لئے چند اصولی باتوں کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

حضرت امام شافعی رح کے بعد اس خیال کو عام طور پر تقویت دی گئی۔ کہ جو صحیح حدیث بھی ہمارے سامنے آئے۔ کسی شہر اور کسی شخص کی ہو۔ چاہے۔ اس پر پہلے عمل کیا گیا ہو۔ یا نہ، قابل قبول ہے۔ صحابہ اور تابعین میں دو جماعتیں تھیں، ایک وہ جو فتوی اور استنباط مسائل سے بہت ڈرا کرتی تھی۔ اور رائے و اجتہاد کو ناپسند کرتی تھی۔ ان کی اصلی غرض صرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا روائت کرنا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں۔ اے قوم بلا کے نازل ہونے سے قبل اس کی تفتیش میں جلدی نہ کر، اور اسی قسم کے اقوال عمر، علی، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ اور جابر بن زید سے حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا تھا۔ کہ تم بصرہ کے فقہا میں ہو۔ اس لئے ہمیشہ فتوی قرآن و حدیث کی موافقت میں دینا اگر ایسا

Marfat.com

نہ کرو گے۔ تو خود بھی ہلاک ہو گے۔ ابو نصر کہتے ہیں۔ کہ جب ابو سلمہ بصرہ میں آئے۔ تو میں اور حسن بصری اُن کی ملاقات کو گئے۔ انہوں نے حسن بصری سے فرمایا۔ حسن بصری تم ہی ہو۔ بصرہ میں مجھے تمہاری ملاقات سے زیادہ اور کسی سے ملنے کا شوق نہ تھا۔ شوق اس لئے تھا۔ کہ مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتے ہو۔ آئندہ بجز قرآن وحدیث کے اپنی رائے سے فتویٰ نہ دینا، امام شعبی کا قول ہے۔ یہ علماء حدیث رسول خدا اگر تم سے بیان کریں۔ تو اُسے قبول کرو۔ اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں۔ اُسے پاخانہ میں ڈال دو۔ اسی اہتمام کی وجہ سے حدیث کی تدوین کا ذوق شائع ہو گیا۔ بلاد اسلامی میں جا بجا حدیث کے متعلق تصنیفیں ہونے لگیں۔ اہل روائت میں ایسے علما کم تھے۔ جن کی کوئی تصنیف نہ ہو۔ اُس وقت کی ضرورت نے ایسی حالت پیدا کر دی تھی۔ اُس زمانہ کے بلند پایۂ علمائے تمام ممالک حجاز، شام، عراق، مصر، یمن، خراسان وغیرہ میں سفر کیا۔ اور کتابیں اور نسخے متفرق جگہوں سے فراہم کئے۔ غریب حدیثیں اور نادر آثار کے لئے بڑی کاوش کی، ان کی کوشش سے وہ آثار واحادیث جمع ہو گئیں۔ جو پیشتر جمع نہ ہو سکی تھیں۔ اور اُن کے لئے وہ سامان مہیا ہو گیا۔ جو پیشتر کسی کے لئے مہیا نہ ہوا تھا۔ اور بکثرت ایک ایک حدیث کے طرق خاصہ اُن کو معلوم ہو گئے۔ حتیٰ کہ اُن کے پاس ایسی حدیثیں بکثرت تھیں۔ جو سو سو طریقوں سے مروی تھیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ طریقوں سے انکشاف ہو گیا۔ اِن علماء نے ہر ایک حدیث کا درجہ معلوم کر لیا۔ کہ کونسی غریب ہے۔ اور کون سی مستفیض ہے، اور حدیث کے متابعات اور اُس کے شواہد میں غور کرنے کا اُن کو خوب موقع ملا۔ اور بکثرت صحیح حدیثوں کا اُن کو پتہ مل گیا۔ جو اگلے مصنفوں کے وقت میں ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ امام شافعی نے امام احمد سے کہا۔ کہ صحیح احادیث کا علم تم کو مجھ سے زیادہ ہے۔ جو حدیث صحیح ہوا کرے۔ وہ ہمیں بتاؤ۔ تاکہ میں اُسی کو اپنا مذہب قرار دوں خواہ وہ حدیث کوفی ہو یا بصری یا شامی (نقلہ ابن الہمام) اس طبقہ کے علماء نے اس فن میں بہت غور کیا۔ اور اس میں بحث و تفتیش کر کے ایک مستقل فن کر دیا، اِس

Marfat.com

طبقہ کے اساطین علماء یہ ہیں یحییٰ بن سعید القطان، یزید بن ہارون عبدالرحمٰن بن مہدی عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ، مسدد۔ ہناد، احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ فضل بن دکین، علی بن المدینی اور ان کے دیگر ہم رتبہ محدثین جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کرلئے۔ تو وہ فقہ کی طرف مائل ہوئے مگر اُسی کیساتھ ان کا مسلک حسب ذیل اصول پر تھا۔ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو۔ تو کسی دوسری شے کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر قرآن میں مسئلہ کا حکم مختلف الوجوہ ہو۔ تو اس کا حدیث سے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ حدیث مستفیض ہو۔ جس پر فقہاء عمل درآمد کرچکے ہوں۔ یا کسی خاص شہر کے علما یا کسی خاص خاندان کے علما یا کسی خاص قبیلہ کے علما یا کسی خاص طریقہ سے وہ مروی ہوئی۔ خواہ صحابہ یا فقہا نے اِس پر عمل کیا ہوتا یا نہ کیا ہوتا۔ کسی مسئلہ میں جب اُن کو حدیثیں مل جاتیں۔ تو پھر وہ کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہ کرتے۔ اور جب نہائت کوشش کے بعد بھی کسی مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی۔ تو اس وقت صحابہ یا تابعین میں سے ایک جماعت کا اتباع کرتے تھے۔ اِس اتباع میں کسی شہر اور کسی قوم کی خصوصیت نہ تھی، اور ان کے نزدیک) قدما کا بھی دستور تھا۔ ایسی صورت میں اگر اس مسئلہ میں جمہور فقہا و علماء کا وہ مسلک ہوتا۔ تو یقین راطمینان کے لئے کافی تھا۔ اور اگر مختلف فیہ تھا۔ تو جس طرف زیادہ ثقہ ورع عالم اور مشہور لوگ ہوتے۔ اُسی کا اتباع کرتے۔ اور اگر دونوں طرف برابر ہی ہوتی۔ تو وہ مسئلہ ذات القولین ہو جاتا۔ اور اگر ان باتوں کی چھان بین دُشوار ہُؤا کرتی تھی۔ تو اس وقت کتاب و قرآن کی عام تعبیروں میں اُن کے ایما و اقتضاء میں غور کیا کرتے تھے۔ اور جب دو مسئلوں میں ایک سی حالت ہوتی تھی۔ تو ایک کو دُوسرے پر قیاس کرلیتے۔ اس میں وہ قواعد اصُولی کے پابند نہ تھے۔ بلکہ جس طریقہ سے ایک اطمینانی حالت پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ اسی سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ جیسے کہ تواتر کے لئے راویوں کی تعداد ان کی حالت کے لئے میزان نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے میزان وہ یقین ہے۔ جو لوگوں کے

Marfat.com

دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ جب علمائے ان قواعد کے لحاظ سے فقہ کی ترتیب دی۔ تو جن مسائل میں قدما نے کلام کیا تھا۔ یا جو اس موجودہ زمانے میں پیش آئے تھے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا۔ جس کے متعلق کوئی مرفوع، متصل یا مرسل، یا موقوف، صحیح، یا حسن یا قابل اعتبار حدیث نہ پہنچی ہو یا شیخین اور دیگر خلفاء یا قضاۃ اور فقہائے بلاد کے کسی اثر کا پتہ نہ لگا ہو۔ یا عموم ایماء و اقتضاء سے اُس کا سراغ نہ لگایا گیا ہو۔ اس طرح حذا نے مذہب پر عمل کرنا آسان کر دیا تھا۔ اِس تمہید کو سمجھنے کے بعد یہ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ اِس جماعت کے سرخیل اور سب سے زیادہ غائر النظر حضرت امام احمد بن حنبل تھے۔ اور ان کے بعد اسحاق بن راھویہ، حضرت امام نے جس طریقہ پر فقہ کو ترتیب دیا ہے۔ اُس کے لئے بیشمار احادیث کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جب آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ فتویٰ دینے کے لئے ایک لاکھ حدیثیں کافی ہیں؟۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں پھر پوچھا گیا۔ پانچ لاکھ کافی ہو سکتیں ہیں۔ فرمایا میرا خیال ہے۔ کہ کافی ہو جائینگی۔ اسی لئے آپ کے طریقہ استدلال میں حنفیہ و مالکیہ کا رنگ اجتہاد نہیں ہے۔ بلکہ ہر مسئلہ کے بعد قرآن یا حدیث سے اِستدلال ہے۔

اس کے بعد اب جامعیت کے ساتھ یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان آئمہ کرام میں کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جو کتاب سُنت کے مقابلہ میں اپنی رائے و اجتہاد کو دخل دیتا ہو بلکہ جیسا کہ اوپر کے مباحث سے معلوم ہُوا آئمہ کرام میں بعض خاص چیزوں میں اختلاف تھے۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ و امام مالک رح کے نزدیک مرسل حدیثیں قابل قبول تھیں۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک نہیں۔ پھر امام اعظم رح خبر آحاد سے قرآن کی تخصیص کے قائل نہ تھے۔ اور بعض آئمہ تھے، امام اعظم رح رُواۃ حدیث میں فقیہہ کو غیر فقیہہ پر ترجیح دیتے تھے۔ اور دُوسرے علو سند کو جیسا کہ رفع یدین کے مسئلہ میں امام اوزاعی رح سے امام صاحب نے فرمایا تھا۔ پھر حضرت امام اعظم رح روائیت باللفظ کو روائت بالمعنی پر ترجیح دیتے تھے۔ یعنی حدثنا و اخبرنا کے ذریعہ جو حدیثیں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کیجائیں۔ اُن میں بعینہ

لہ مولف نے یہ مباحث الکلم الشارح علامہ معلی، حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے انتخاب کر کے ایک منطقی شکل قائم کی ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہوں۔ اور دوسرے آئمہ کے نزدیک یہ کوئی لازمی شرط نہ تھی۔ جیسا کہ جامع ترمذی کتاب العلل میں موجود ہے۔ اس لئے یہ قدرتی بات تھی۔ کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ استدلال اور دوسرے آئمہ کے طریق استدلال میں فرق ہو۔ حضرت امام اعظم رح کا طریقہ استدلال یہ تھا۔ کہ وہ کسی مسئلہ میں پہلے قرآن سے دلیل لاتے۔ اگر قرآن میں اس کی بابت کچھ نہ ہوتا۔ تو حدیث سے اس طرح دلیل لاتے۔ کہ مثلاً مجھ سے حماد نے روائت کی۔ اور ان سے ابراہیم نے اور اُن سے علقمہ نے کہ حضرت علی یا عبداللہ ابن مسعود یا حضرت عمر یا دوسرے صحابہ کا یہ خیال تھا۔ لیکن صحابہ کا یہ خیال اُن کی ذاتی رائے نہ ہوتی تھی۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ وسلم کے قول یا فعل کی بنا پر وہ ایسا کرتے یا کہتے تھے۔ اور زیادہ تر حضرت امام ابوحنیفہ رح یہ فرماتے۔ کہ ابراہیم کا یہی خیال ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم نخعی وہ جلیل القدر تابعی اور محدث تھے۔ کہ صحاح وسنن میں ان کی روائتیں بکثرت ہیں۔ بلکہ امام بخاری رح تو ان کے فتاویٰ جابجا نقل کرتے ہیں۔ اور ان سے اپنے مذہب کی تائید کرتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رح کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ خیال آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ ان کی مرسل حدیثیں مرفوع ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ رح کا یہ کہنا کہ ابراہیم ایسا کہتے یا کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہی تھے۔ کہ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہے۔ بعینہ اس کی صورت یہ ہے۔ جیسا کوئی کہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ایسا ہی ہے۔ کہ آپ نے کسی مسئلہ کی دلیل کے موقع پر مرفوع حدیثیں بھی بیان کی ہیں۔ یہ صرف اس لئے تھا۔ کہ آپ روائت باللفظ پر بہت زور دیتے تھے۔ آئمہ کرام میں حدیثوں کی صحت، سقم کے متعلق بھی اختلاف تھا۔ ایک مجتہد کے نزدیک ایک حدیث قابل قبول تھی۔ دوسرے کے نزدیک قابل قبول نہیں تھی۔ اس لئے ہر مجتہد اپنی بصیرت اور اصول کے ماتحت حدیثیں قبول کرتا، اور چھوڑتا تھا، پھر چونکہ شریعت اسلامیہ نے بعض مواقع پر اجتہاد کی اجازت دی تھی۔ اس لئے آئمہ کرام ایسے موقعوں پر اجتہاد کرتے جبکہ

Marfat.com

کتاب وسُنت میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہوتا، جیساکہ حضرت معاذ ابن جبل رضؓ کی حدیث میں ہے۔کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا۔تو فرمایا۔اگر تمہارے سامنے کوئی مُقدمہ آیا۔تو اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے۔حضرت معاذ نے کہا۔کتاب اللہ سے آنحضرت نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ۔کہا سنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا، اگر اس میں بھی نہ پاؤ۔فرمایا اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا۔اور کوتاہی نہیں کرونگا۔حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا۔اور فرمایا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔جس نے رسُول اللہ کے فرستادہ کو وہ توفیق بخشی۔جس سے اللہ اور اللہ کا رسُول راضی ہے[1]۔

اس حدیث سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی۔کہ اجتہاد کا اسی وقت حق ہے جب کتاب اللہ اور سُنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح بات نہ ملے اور یہ اجتہاد بھی عین منشا حدیث کے مطابق تھا، حدیث کے معاملہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رح درائت کو بھی دخل دیتے تھے۔اور حدیث کے انتخاب میں وہ بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔اور بسا اوقات بعض حدیثیں انہیں (جس میں نقائص ہُوا کرتے) چھوڑنا پڑتی تھیں۔اور اسی اصُول کو دُوسرے آئمہ نے بھی برتا۔اور انہیں خاص اسباب کے ماتحت امام بخاری رح نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دیں۔اس لئے تنہا حضرت امام ابوحنیفہ رح پر اس کا الزام نہیں دیا جا سکتا، حدیثوں کی جانچ کا حق جس طرح دُوسرے آئمہ کو حاصل تھا۔ٹھیک اسی طرح امام اعظم رح جیسے مسلم الثبوت مجتہد کو بھی حق تھا۔پس جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوئیں۔ان پر عمل کیا۔اور جو غیر صحیح تھیں۔انہیں چھوڑ دیا۔جیساکہ دُوسرے آئمہ نے کیا۔

---

[1] ابوداود ترمذی

Marfat.com

صحیح بخاری

یہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی تالیف ہے۔ اور کتب ستہ مشہورہ کی سب سے صحیح کتاب ہے۔ اُمت نے اس کتاب کو جس حُسن قبولیت کا شرف بخشا۔ وہ کم ہی کسی کتاب کو نصیب ہُوا ایک بڑے گروہ کا خیال ہے۔ کہ قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے۔ اس کی مختلف شرحیں لکھی گئیں مختلف حواشی لکھے گئے یہاں تک کہ اس کا جزو جزو اور ورق ورق لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ ثلاثیات بخاری تراجم ابواب بخاری شروط بخاری نوادر لغات بخاری پر متعدد رسالے لکھے گئے جو اس کتاب کی قبولیت کی بہترین دلیلیں ہیں۔ امام نے اپنی یہ کتاب سولہ سال میں لکھی ہے لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ غسل کرتے نفل کی دو رکعتیں پڑھتے، استخارہ کرتے اس کے بعد ایک حدیث لکھتے، امام بخاری نے یوں تو بیشمار علمائے حدیث سے روایت حدیث کی۔ لیکن علی ابن المدینی، امام احمد بن حنبل، اسحاق ابن راہویہ ان کے سب سے بڑے معلمین میں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام کی اس تصنیف کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ یہ ایک دفعہ حسب معمول امام اہل مشرق اسحاق ابن راہویہ سے حدیث کا درس لے رہے تھے کہ اسحاق نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اختلاط واقع ہو گیا ہے اور صحیح حدیثوں کی شناخت بہت مشکل ہو گئی ہے کاش تم ایک ایسی کتاب لکھتے جو صحیح حدیثوں کی حامل ہوتی امام بخاریؒ کے دل کو یہ بات لگ گئی اور آپ نے یہ خدمت انجام دینا شروع کر دی تکمیل کے بعد امام احمدؒ کے پاس پیش کیا۔ سبھوں نے اس کی تصدیق کی اور اس کتاب کو پسند کیا واللہ اعلم بالصواب۔ اس میں شک نہیں کہ امام کی یہ کتاب

Marfat.com

اسلام کی سب سے اہم ترین کتاب ہے۔ اور امت جس حد تک بھی اس پر فخر کرے بجا ہے
اس کی حدیثوں کے متعلق علمائے اسلام کے خیالات بہت مختلف ہیں۔ ان میں بعضوں
کا خیال ہے۔ کہ بخاری و مسلم کی ساری حدیثیں قطعی الثبوت ہیں۔ چاہے متواتر چاہے مشہور
یا آحاد ہوں چنانچہ ابن صلاح جیسے فرزانہ محدث کا خیال بھی یہی ہے لیکن امام نووی نے
ان کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ محققین کے نزدیک بجز ان حدیثوں کے
جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور کوئی بھی قطعی الثبوت نہیں۔ بلکہ ظنی الثبوت ہیں۔ اور فیصلہ
یہ ہے۔ کہ صحیحین کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔ وجوب عمل میں ان کے برابر کسی کا مرتبہ نہیں
اگرچہ ساری خبر آحاد جو کسی کتاب میں موجود ہوں۔ اور محدثانہ شرائط پر پوری اترتی ہوں
قابل عمل ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم پھر بھی مقدم رہینگی۔
کیونکہ اسکے رواۃ سب ثقہ ہیں۔ (سوا مخصوص مجروحین کے) ابن برھان الامام اور عزالدین بن
عبد السلام کا خیال بھی امام نووی کی تائید میں ہے۔ امام غزالدین فرماتے ہیں۔ کہ یہ مذہب تو معتزلہ کا ہے کہ
اگر امت نے کسی حدیث پر عمل کیا۔ تو وہ قطعی الثبوت ہو گئی۔ اور یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ خبر احاد کبھی بھی
مفید للیقین نہیں ہوتی۔ اسی طرح ارباب اصول اور متکلمین کا گروہ ہے۔ جو شیخ ابن صلاح کا ہمنوا نہیں ہے۔
صاحب المحصول نے اس مسلک کو اسکی تردید کیساتھ نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ابو ہاشم کرخی اور انکے شاگرد
ابو عبداللہ بصری کا خیال ہے۔ کہ اگر کسی خبر کے مدعا پر امت نے عملاً اجماع کر لیا۔ تو وہ خبر
قطعی الثبوت ہو جاتی ہے۔ اسکو دو طریقوں سے باطل کیا ہے۔ اولاً اس لئے کہ کسی گروہ کا کسی خبر
پر عمل کرنا یہ اس بات کی دلیل نہیں۔ کہ وہ اپنے مدعا میں قطعی الثبوت ہے۔ کیونکہ خبر احاد موجب عمل
ضرور ہے۔ اس لحاظ سے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پس عمل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا
کہ وہ قطعی الثبوت اور یقینی ہو گئی۔ ثانیاً جب وہ صرف لائق عمل ہوئی۔ تو اس کا قطعی الثبوت
ہونا لازم نہ ہوا۔ ایک اور وجہ یہ ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کوئی خبر لائق عمل و یقین اس لئے قرار دیگئی ہے۔ کہ دوسر
ادلہ بھی اس کی تائید میں تھے۔ اسی طرح کی اور بحثیں کی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ خبر
احاد موجب عمل ضرور ہے۔ موجب یقین نہیں۔ بلکہ ظنی الثبوت ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے
اس موقع پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ نووی کے اس قول میں کہ محققین اور کثیر محدثین ابن صلاح کے

Marfat.com

مخالف ہیں مجھے کلام ہے۔ اس لئے کہ محققین کی ایک جماعت علامہ ابن اصلاح کی حامی ہے۔ وہ کہتے ہیں شافعیہ میں ابواسحاق، ابوحامد اسفرائینی، قاضی ابوالطیب، شیخ اسحاق شیرازی حنفیہ میں امام سرخسی، مالکیہ میں قاضی عبدالوہاب، حنابلہ میں ابویعلی، ابوالخطاب، ابن الزاغونی اشعریہ میں ابن فورک اور اکثر متکلمین اور اہل الحدیث ان کے ہم نوا ہیں۔ اس سے معلوم ہؤا۔ کہ ایک جماعت ابن صلاح کی حامی اور دوسری مخالف ہے بخاری و مسلم کی شرائط تخریج میں علما کا اختلاف ہے۔ سب سے واضح اور کھلی بحث تو خود امام مسلم کے مقدمہ میں ہے۔ یعنی امام بخاری کسی راوی سے کسی حدیث لینے کی شرط یہ کرتے ہیں۔ کہ راوی کا مروی عنہ سے لقاء و صحبت بھی ضروری ہے۔ صرف معاصرت کافی نہیں۔ لیکن امام مسلم صرف معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں اور بخاری کی شرط کو اجماع محدثین کے بالکل خلاف بتاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہؤا۔ کہ بخاری ایسی حدیثیں لائے ہیں۔ جن میں راوی اور مروی عنہ کے درمیان صرف معاصرت نہیں۔ بلکہ لقاء و صحبت بھی ہے۔ بخلاف مسلم کے۔ کہ وہ اپنی کتاب میں اُن لوگوں کی روائتیں بھی لائے ہیں جن میں فقط معاصرت تھی۔ لیکن بخاری اور مسلم کے شرائط تخریج صرف اسی معاصرت اور لقاء و صحبت میں آ کر ختم نہیں ہو جاتے بلکہ کچھ اور بھی ہیں۔ حافظ حازمی نے آئمہ حدیث کے شرائط تخریج میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں صحیحین کے شرائط تخریج بھی لکھے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ محدثین کی اجازت صحیحہ کی تخریج کی صورت یہ ہے۔ کہ وہ کسی محدث کے انہیں راویوں سے حدیثیں لیتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ ثقہ سب سے زیادہ طویل الصحبت اور سب سے زیادہ ذکی و فقیہ ہو۔ مثلاً امام زہری کے شاگردوں کے پانچ طبقات ہیں۔ (طبقہ اولیٰ) اُن کی حدیثوں کے لینے میں پوری طرح قابل اعتماد ہے۔ اس میں مالک بن انس، ابن عیینہ، یونس، وعقیل وغیرہ رح ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے زہری کی صحبت سب سے زیادہ اُٹھائی۔ اور ان کی حدیثوں کا حامل ان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ یہ لوگ عدالت وحفظ کے معاملہ میں سب سے آگے ہیں۔ (طبقہ ثانیہ) یہ وہ لوگ ہیں۔ جو عدالت

Marfat.com

وثوق میں طبقہ اولیٰ کے مماثل ہیں۔ لیکن طبقہ اولیٰ جیسی ملازمت ولحوق اُن کو حاصل نہیں۔ جیسے لیث ابن سعد، اوزاعی، نعمان ابن راشد وغیرہ کہ ان لوگوں نے مالک ابن انس ابن عیینیہ وغیرہ کی طرح ہر سفر و حضر میں زہری کی صحبت نہیں اٹھائی (طبقہ ثالثہ) یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے زہری کی صحبت تو اٹھائی۔ لیکن جرح وتعدیل کے مُفرات سے نہ بچ سکے۔ اسی لئے زہری کی حدیثیں اُن سے لینے میں تامل ہُوا۔ جیسے معاویہ ابن یحییٰ الصدفی اسحاق ابن یحییٰ الکلبی وغیرہ (طبقہ رابعہ) وہ ہے۔ جو اپنی قلت بضاعت یا کمی فہم کی بدولت زہری سے ایسے تفردات کرنے لگا۔ جو ثقہ اصحاب زہری سے منقول نہ تھے۔ اسی وجہ سے ان کی رواتیوں میں بھی اشتباہ واقع ہوگیا، پانچواں طبقہ) ضُعفاء و مجہولین کا ہے۔ ان کی روائتیں تو بالکل ہی ناجائز کردی گئی ہیں۔ امام بخاری رح زہری کے شاگردوں کے ان پانچ طبقات میں طبقہ اولیٰ سے اپنی روائتیں کرتے ہیں۔ اور مسلم طبقہ ثانیہ سے بھی اور ابوداؤد طبقہ ثالثہ سے بھی اور ترمذی طبقہ رابعہ سے بھی لیکن بمصالح خاصہ امام بخاری بھی کبھی طبقہ ثانیہ سے اور مُسلم طبقہ ثالثہ سے اور ابوداؤد مشاہیر طبقہ رابعہ سے روائتیں کرلیتے ہیں۔ اس لحاظ سے امام بخاری کی تخریج کی ہوئی حدیثیں زیادہ صحیح اور قابل قبول ہیں بعضوں نے صحیحین کے شرائط میں یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ اُن کی روائتیں صرف ایسے ہی راویوں سے ہُوئی ہیں۔ جو اہل الحدیث مشہور تھے۔ اور جنہوں نے علم حدیث باضابطہ حاصل کیا تھا۔ مجہول راوی (اگرچہ وہ جہالت تامہ نہ رکھتے ہوں) سے نہیں کیں ہیں۔ اور اکثر اگلوں کا یہی مقولہ تھا۔ عبدالرحمٰن ابن عون رح کہتے ہیں۔ اسی شخص سے علم (حدیث) لینا چاہیے۔ جس نے اُسے حاصل بھی کیا ہو۔ اور امام مالک کا مقولہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ابوالزناد کہتے ہیں۔ کہ مدینہ میں میں نے سو ثقہ اور متقی دیکھے ہیں لیکن ان میں سے کسی سے بھی علم حدیث نہیں حاصل کیا جاتا تھا۔ لوگ کہتے تھے۔ یہ اس کے اہل نہیں۔ اس موقع پہ حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے۔ کہ ظاہرا میرا خیال بھی یہی ہے۔ کہ صحیحین نے راویوں کے اندر اس خاص

Marfat.com

شرط کا لحاظ رکھا ہے۔ لیکن وہ حدیثیں جن کے طرق بہت ہیں۔ ان میں کا اگر کوئی راوی اس شرط پر پورا نہ اتر سکا تو اسکی وجہ سے یہ نہیں کہا جائیگا۔ کہ صحیحین نے اس شرط کا لحاظ نہیں رکھا۔

نیز ابن طاہر کا خیال ہے۔ کہ بخاری اور مسلم کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ وہ ایسے ہی راویوں سے روائتیں کرتے ہیں۔ جو سلسلہ بسلسلہ صحابی تک باجماع امت ثقہ و عادل (ضابط ہوں)

عراقی نے اس پر جرح کی اور دکھایا کہ بخاری اور مسلم کے بتیرے راوی ایسے ہیں۔ جن پر نسائی نے جرح کی ہے۔ بعضوں نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ ہاں بخاری اور مسلم نے ان کے زمانے تک جو متفق علیہ ثقہ راوی تھے۔ ان سے روائتیں کیں ہیں۔ بخاری مسلم کے بعد اگر ان کے ثقہ ہونے میں اختلاف واقع ہوگیا۔ تو اسکی ذمہ واری ان پر نہیں۔ لیکن جواب کی یہ صورت اس وقت درست ہو سکتی ہے۔ جب یہ واضح ہو جائے۔ کہ معترضین نے صحیحین کے راویوں پر صرف اپنے معاصرین یا ذاتی اجتہاد سے جرح کی ہے۔ لیکن اگر بخاری اور مسلم کے قبل کے محدثین سے بخاری اور مسلم کے راویوں کی عدم توثیق دکھائی جائے۔ تو یہ دلیل نہیں چل سکتی، الا ماشاءاللہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ابن طاہر کے بیان کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان امامین نے تخریج کا اصول یہی قائم کیا ہے۔ لیکن اگر کسی ایسے راوی سے جو متفق علیہ ثقہ نہ ہو کچھ روائتیں لے آئے ہیں۔ تو وہاں ان کے نزدیک کوئی وجہ راجح پیدا ہوگئی ہے۔

حافظ سیوطی نے توشیح میں بخاری کے شروط اور اس کتاب کے موضوع کے متعلق ایک بحث لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ بخاری کی کسی کتاب سے ان کے شروط کا پتہ نہیں لگتا۔ اور نہ کہیں۔ انہوں نے صراحتاً کچھ بیان کیا ہے لیکن خود ان کی کتاب کے نام سے۔ نیز بعض دیگر قرائن سے بعض شرطوں کا پتہ لگتا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ امام نے اپنی اس کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" رکھا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اس میں

Marfat.com

صرف صحیح ترین حدیثیں ہی بیان کی جائینگی۔ اور یہ کہ ہر طرح کی حدیثیں ہونگی۔ احکامی ہوں۔ فضائل کی ہوں۔ اخبار ماضیہ آداب و رقائق ہوں۔ یعنی جن کی سندیں باتصال تام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچیں گی۔ سب بیان کردی جائینگی۔ کیونکہ جامع کے لفظ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ کتاب ہر قسم کی احادیث کی جامع ہوگی۔ اور صحیح سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ ساری کی ساری حدیثیں صحیح ہونگی، مسند سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بالکل درست اور متصل ہوگی۔ اگرچہ اس میں آپ کا قول فعل عمل جو کچھ بھی بیان کیا جائے۔ بعض حدیثوں کی صحت پر لوگوں نے کلام کئے ہیں۔ لیکن سب کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اور خود امام بخاری کا قول ہے۔ کہ میں نے اس کتاب میں جتنی حدیثیں جمع کی ہیں۔ سب صحیح ہیں۔ لیکن کتاب میں بعض حدیثیں جو اس شرط سے بظاہر باہر نظر آتی ہیں۔ وہ عرضاً و تبعاً آگئی ہیں مقصود اصلی نہیں ہیں، یہ اور اسی طرح کے اور مختلف بیانات کا پتہ سیوطی رح کی کتاب سے ملتا ہے۔ ان تمام بحثوں کے بعد نتیجہ یہ نکالنا پڑتا ہے۔ کہ امام بخاری نے جس زمانے میں یہ کتاب لکھی۔ اس وقت سے لے کر آجتک نفیاً و اثباتاً اس کے متعلق لوگوں نے بڑی بڑی موشگافیاں کیں۔ اس سلسلہ میں اس کتاب کے متعلق دو بحثیں اور قابل ذکر ہیں۔ سب سے پہلی بحث تو یہ ہے۔ کہ یہ معلوم ہوچکنے کے بعد کہ امام بخاری و مسلم کی کتابیں تمام کتابوں میں زیادہ قابل قبول اور صحیح ہیں۔ یہ جاننا باقی رہ جاتا ہے۔ کہ آیا صحیح حدیثوں کا حصر انہیں کے اندر ہوگیا۔ یا اور کتابیں بھی صحیح احادیث کی حامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ بخاری اور مسلم کے متعلق، تلقی امت بالقبول کا جو قول منسوب کیا جاتا ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ اور علما کے اس کے متعلق کیا خیالات ہیں۔

تو پہلی بحث کا جواب خود انہیں آئمہ کی زبان سے سننا چاہیئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنی اس کتاب میں جو حدیثیں لایا ہوں۔ وہ تو صحیح ہیں۔ لیکن بہت سی صحیح حدیثیں میں نہیں ــــ بھی لایا ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنی کتاب کے

Marfat.com

صحیح ہی نہیں۔ کیونکہ اگر اس تلقی سے ساری اُمت کی تلقی مراد ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ ان کتابوں کے شہرت کا زمانہ زیادہ تر تیسری صدی کے بعد کا ہے۔ جو ائمہ حدیث اور اصحاب مذاہب اور بخاری رح کے بعد کا زمانہ ہے۔ تو حسب اجماع کے اصلی زمانے میں اسکی صحت کی تلقی کا وجود نہ ہُوا۔ اور نہ یہ کہنا صحیح ہُوا۔ کہ ساری اُمت نے اسکو مرتبہ قبولیت بخشا۔ چنانچہ امام داؤد ظاہری رح اور اُن کے متبعین کا خیال یہی ہے۔ کہ وہ اجماع جو عہد صحابہ کے بعد ہو۔ معتبر نہیں۔ اگرچہ امام غزالی نے اپنی کتاب مستصفی میں اسکی تردید کی ہے۔ اور تابعین اور ان کے بعد تک اجماع کو معتبر ٹھہرایا۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ بخاری و مسلم کی قبولیت کا اجماع تو تابعین کیا۔ تبع تابعین کے بھی بعد معرض ظہور میں آیا ہے۔ اگر آیا ہے۔

بعضوں نے ان جھگڑوں کو چھوڑ کر تلقی اُمت کے معنی یہ لئے ہیں۔ کہ بیشک صحیح ہے۔ کہ حدیث کی ساری کتابیں اس تلقی میں داخل ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کی حدیثوں کو اور حدیثوں پر فضیلت ہے۔ کیونکہ اس کے مصنفین اپنی جلالت شان واقفیت حدیث و رجال میں تمام دیگر مصنفین سے افضل ہیں۔ نیز اُن کی تخریج کردہ حدیثوں کے راوی دُوسری کتابوں کے راویوں سے زیادہ ثقہ اور عادل ہیں۔ اور یہی معنی ہیں۔ تلقی امت کے اس حیثیت سے اُمت میں بجز بخاری و مسلم کے اور کوئی کتاب بھی مقبول نہ ہو سکی۔

بعضوں نے سرے سے اس کا انکار کر دیا۔ اور کہا بخاری و مُسلم کو دیگر کتب حدیث پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک یہ مذہب بالکل ضعیف ہے۔ الغرض امام بخاری رح کی کتاب پر اسلام کے تین اصولی گروہ متکلمین، فقہا، محدثین کے اعتراضات ہیں۔ محدثین کے اعتراضات تو سند پر ہیں۔ اور متکلمین و فقہا کے مُتون پر۔ لیکن بلا شبہ امت کی جس اعتنا کا شرف بخاری کو حاصل ہُوا۔ وہ حدیث کی اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہُوا۔ اور یہ ایسا شرف ہے۔ جس سے انکار مکابرہ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؀

بخاری کی شرحیں تقریباً چالیس بیالیس کے قریب لکھی گئیں۔ لیکن چار شرحیں

Marfat.com

بہت مشہور ہیں۔ ابن تین، ابن بطال، عینی، فتح الباری، عینی اپنی خصوصیات میں بے مثل ہے۔ اور فتح الباری تو کیا کہنا بقول شوکانی لاھجرۃ بعد الفتح

مختصرات بخاری یوں تو اس کے مختصرات بہت ہیں۔ لیکن مشہور کتابوں میں مختصر الامام جمال الدین احمد عمر الانصاری القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ مختصر بدر الدین حسن ابن الحلبی المسمی ارشاد الساری و القاری المتوفی ۷۸۹ھ مختصر الحسین ابن مبارک الزبیدی المتوفی ۸۹۳ھ اس کو اسانید سے مجرد رکھا ہے۔ اور نام التجرید الصریح الاحادیث الجامع الصحیح رکھا ہے۔ اسکی ایک مبسوط شرح نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے کی ہے۔ اور دوسری عبد اللہ شرقاوی نے

رجال بخاری کے متعلق تصنیفیں

اسماء رجال البخاری للشیخ الامام احمد بن محمد الکلاباذی المتوفی ۳۹۸ھ کتاب التعدیل و التجریح لابی الولید سلیمان ابن خلف الباجی المتوفی ۴۷۴ھ اور الافہام بما وقع فی البخاری من الابہام لجلال الدین عبد الرحمن ابن عمر البلقینی المتوفی ۸۲۴ھ

صحیح مسلم

اس کے مصنف امام ابو الحسن مسلم ابن حجاج القشیری ہیں۔ یہ صحاح ستہ کی دوسری کڑی ہے۔ اور عام محدثین کے نزدیک بخاری کے بعد کا مرتبہ رکھتی ہے لیکن حسین ابن علی النیسا پوری کا خیال ہے۔ کہ آسمان کے نیچے مسلم سے زیادہ صحیح کتاب کوئی نہیں ہے۔ اور اکثر مغاربہ کا بھی یہی خیال ہے۔ بعضوں نے اس کے معنی یہ لئے ہیں۔ کہ ابن علی کا یہ قول - کہ مسلم سے زیادہ صحیح کتاب کوئی نہیں ہے۔ اس کے یہ

Marfat.com

معنی نہیں ہیں۔ کہ اور کوئی کتاب مُسلم جیسی صحیح نہیں۔ بلکہ یہ معنے ہیں۔ کہ مُسلم سے
زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔ جائز ہے۔ کہ مسلم کے برابر صحیح کوئی کتاب ہو۔ لیکن
اِس معنے کے لیتے ہوئے بھی بخاری کی فضیلت نہیں ثابت ہوتی۔ کیونکہ دعویٰ تو یہ ہے
کہ بخاری مُسلم سے افضل ہے۔ بعضوں نے ابو علی کے قول کے یہ معنی لئے ہیں۔ کہ
ابو علی نیشاپوری نے مُسلم کو سلاست و ندرت اسلوب کے لحاظ سے افضل کہا ہے
صحت کے اعتبار سے نہیں۔ لیکن اِس تاویل کی بھی گنجائش ان کے اُس صریح قول میں
نہیں ہے۔ بعضوں نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ شاید بخاری ان تک نہ پہنچی ہو۔ لیکن
یہ بہت مُضحکہ خیز بات ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بخاری بہت غیر مشہور
تھی۔ اور ایک جلیل القدر محدّث کو نہیں پہنچی۔ حالانکہ شیخ ابن علی بخاری کے بہت
بعد ہیں۔ اور اِس وقت بخاری پوری طرح شائع ہو چکی تھی، اب رہے۔ بعض عُلما
مغاربہ تو ان کے اقوال بھی مُسلم کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر اس کی بھی یہی تاویل
کیجاتی ہے۔ کہ صحت کے لحاظ سے اُنہوں نے اِسے افضل نہیں کہا ہے۔ بلکہ
سلاست بیان حُسن ترتیب کے لحاظ سے افضل کہا ہے۔ چنانچہ قاسم تجیبی نے
فہرست میں لکھا ہے۔ کہ ابو محمد ابن حزم "بخاری" پر "مسلم" کو فضیلت دیتے ہیں۔ اس
لئے کہ مسلم میں خطبہ کے بعد ہی حدیث شروع کر دیگئی ہے۔ یعنی ابن حزم بھی اِس کو
اس لئے افضل مانتے ہیں۔ کہ اس میں بخاری کی طرح موقوف و مُرسل حدیثیں اور فتاوے
نہیں ہیں۔ بلکہ صرف مرفوع حدیثیں ہیں۔ اِسی طرح مُسلم بن قاسم القرطبی جو دارقطنی
کے معاصر ہیں۔ اُنہوں نے بھی مُسلم کے متعلق کہا ہے۔ کہ ایسی کتاب اسلام میں
نہیں لکھی گئی۔ اس کی بھی توجیہہ یہی کی جاتی ہے۔ کہ اُنہوں نے سلاست و روانی
حُسن ترتیب کے لحاظ سے افضل کہا ہے۔ لیکن یہ بات ضرور قابل غور ہے۔ کہ
شیخ ابن علی رح اور مغاربہ کے ان اقوال میں ہر جگہ یہ تاویل چسپاں نہیں ہے۔ شیخ
حسین ابن علی النیساپوری کے اس جملے سے کہ آسمان کے نیچے مسلم سے زیادہ کوئی
صحیح کتاب نہیں، یہ نتیجہ کیسے نکلا۔ کہ بخاری مُسلم سے افضل ہے۔ پھر ابن حزم کے قول

Marfat.com

سے یہ نتیجہ نکالنا بھی درست نہیں۔ کہ وہ مسلم کو بخاری سے افضل نہیں مانتے۔
کیونکہ شاذ و نادر مسلم میں بھی اقوال سلف موجود ہیں، چنانچہ مغاربہ برابر صحیح مسلم کو معتمد علیہ
مانتے رہے۔ اور مشہور محدث عبدالحق رح نے اپنی کتاب۔ کتاب الاحکام میں مسلم
پر ہی اعتماد کیا، بخاری کی موجودگی میں مسلم پر اعتماد کرنا اور اُس سے احکامی حدیثیں لینا
کچھ معنی رکھتا ہے۔ اور اکثر مغاربہ نے ایسا کیا، ان کی اس رائے کی صحت و عدم صحت
سے سروست ہمیں بحث نہیں لیکن یہ بات دل کو لگتی ہے۔ کہ اگر وہ بخاری سے مسلم
کو افضل نہیں۔ تو کمتر بھی نہیں سمجھتے تھے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا
ہے۔ کہ بخاری کو مسلم پر فضیلت ہے۔ اور منجملہ اور وجھوں کے ایک وجہ یہ بھی لکھی
ہے۔ کہ بخاری نے راویوں کے جانچ پڑتال کے لئے جو شرائط مقرر کئے ہیں۔ وہ
مسلم رح کے شروط سے زیادہ قابل وثوق ہیں۔ کیونکہ امام بخاری رح کے نزدیک
صرف معاصرت کافی ہے۔ لقا کا ثبوت ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ خود امام مسلم رح
نے اپنے مقدمہ میں اپنی اس شرط کا ذکر کیا ہے۔ اور امام بخاری رح پر شدید نکتہ چینی
کی ہے۔ کہ وہ اپنے اس خیال میں متفرد ہیں۔ سلف میں کوئی بھی ان کی اس رائے کا
حامی نہیں ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں۔ اس قاعدہ سے ان کا عنعنہ بھی قبول کرنا صحیح
نہ ہوگا۔ اور اس شرط کو خرق اجماع سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور صرف راوی و مروی
عنہ کی معاصرت کا لحاظ کرتے ہوئے جو روائتیں قبول کی گئی ہیں۔ ان کا ذکر کیا ہے
حافظ ابن حجر اور امام نووی نے امام بخاری رح سے اس اعتراض کو رفع کرنے کی
کوشش کی ہے۔ لیکن جوابات تشفی بخش نہیں ہیں۔ اولاً تو امام مسلم اس شرط کو
کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ دوسرے یہ کہ امام نووی نے اس موقع پر علی بن المدینی
وغیرہ کو بخاری رح کا ہم مذہب قرار دیا ہے۔ اور صرف بخاری رح کے مؤیدین کے
نام گنائے ہیں۔ ان تک اپنی یا دوسرے کی روائت سے سند نہیں پیش کی
دوسری طرف امام مسلم سرے سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور بالکل اجماع محدثین
کے خلاف بتاتے ہیں۔ اب اہل بصیرت خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ امام مسلم کے

Marfat.com

مقابلہ میں شیخ محی الدین نوادی کے قول کو تسلیم کیا جائے۔ یا خود ان کے، حافظ ابن حجر نے صحیح بخاری کی فضیلت کی دُوسری وجہ یہ بتائی ہے۔ کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راویوں میں، عدالت، ضبط، اتقان کا بھی بہت فرق ہے۔ کیونکہ بخاری کی پوری کتاب میں صرف اسی راوی مجروح ہیں۔ اور مسلم کے ایک سو ستر، نیز بخاری میں اور دُوسرے فوائد بھی ہیں۔ مثلاً جا بجا فقہی مسائل کا استنباط، حکم و معارف کی باتیں اور مسلم میں ایسا نہیں، اگرچہ انہیں یہ بھی اعتراف ہے۔ کہ مسلم ندرت ترتیب جدت اسلوب سہولت بیان کے لحاظ سے بخاری سے افضل ہے مسلم شریف کے متعلق دیگر بحثیں بخاری شریف کی تفضیل کے سلسلہ میں آچکی ہیں۔ مسلم کی کتاب صحیح مسلم چار ہزار حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ اور مکررات ملا کر سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں۔

شروح مسلم

المنہاج للحافظ الامام ابی ذکریا یحییٰ بن شرف النواوی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ

شرح ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود الزواوی المتوفی ۷۴۳ھ اکمال المعلم للامام ابی عبد اللہ محمد بن خلیفہ الابی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ جس کے ضمن میں مازری، قاضی عیاض، قرطبی، نودی سب کی شرحیں آگئی ہیں۔ اور بعض نئی باتیں بھی ہیں۔

الابتہاج للشیخ احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اس کا نصف حصہ تقریباً آٹھ جلدوں میں ختم ہوا۔ شرح شیخ ملا علی قاری الہروی الحنفی نزیل مکہ المکرمہ پانچ جلدوں میں۔

مختصرات مسلم

تلخیص کتاب وشرحہ لاحمد ابن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ مختصر الامام ذکی الدین عبد العظیم المنذری المتوفی ۶۵۶ھ مختصر زوائد مسلم علی البخاری سراج الدین عمر بن

Marfat.com

بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ چار جلدوں میں اور ابو بکر احمد بن علی الاصبہانی المتوفی ۴۷۹ھ کی ایک کتاب رجال مسلم کی تحقیق میں ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل کے لئے کشف الظنون دیکھنا چاہئے۔

"مستدرک حاکم"

یہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری کی کتاب ہے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ وہ حدیثیں جو ان میں کسی وجہ سے نہ آسکی تھیں۔ اور وہ ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے شرط پر بھی تھیں۔ یا خود حاکم نے اپنے نزدیک ان کو صحیح سمجھا تھا۔ اپنی اس کتاب میں جس کا نام المستدرک علی الصحیحین رکھا، لے آئے۔ ان میں جو حدیثیں بخاری و مسلم یا ان میں سے کسی ایک کے شرط پر صحیح اتریں۔ اسے بتا دیا، اور جو ان کے نزدیک صحیح یا سقیم ثابت ہوئیں۔ اسے بھی بتا دیا۔ اگرچہ عام محدثین حاکم کی تصحیح بغیر پرکھے ہوئے صحیح نہیں قرار دیتے۔ کیونکہ حاکم بعض ایسی حدیثوں کو بھی علی شرط الشیخین کہہ گئے ہیں۔ جو واقعتاً بخاری و مسلم کے شرط پر نہ تھیں۔ ذہبی نے حاکم کی ایک تلخیص کی ہے۔ جس میں انہوں نے حاکم کی کتاب میں منکر و ضعیف حدیثوں کا ایک انبار دکھایا ہے اور ایک جزء تو موضوع حدیثوں کا قرار دیا ہے۔ اور ایسی ایسی حدیثیں دکھائی ہیں۔ جن سے احتجاج درست ہی نہیں۔ لیکن حاکم جیسے جلیل القدر محدث سے اتنی غلطیوں کا صادر ہونا تعجب انگیز ہے، بعضوں نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ حاکم کی یہ کتاب ابھی مسودہ کی شکل میں تھی۔ کہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اور موت نے ان کی دلی تمناؤں کو پورا نہ ہونے دیا۔ بہرحال حاکم کی کتاب بعض محدثین کے نزدیک مناکر و موضوعات کی حامل بھی قرار دی گئی۔ اور بغیر جانچ کے ان کا لینا ناجائز قرار پایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

مُستخرجات صحیحین

استخراج کے معنی یہ ہیں۔ کہ کسی خاص حدیث کی کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں۔ ان کے تمام طرق اپنی سند کے ذریعہ جمع کردئے جائیں۔ مثلاً بخاری کی حدیثوں کے جتنے طرق ہیں۔ ان کو کوئی محدث اپنی سند سے جمع کردے۔ جس میں بخاری کے شیوخ یا شیخ کے شیخ میں جا کر متصل ہو، بعضوں نے رواۃ کی عدالت کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ اور بعضوں نے رعایت نہیں کی۔ اور کسی ایک حدیث کے جتنے طرق بھی اُن کی اپنی سند سے نکل سکتے تھے۔ سبھوں سے اس کی روایت کی۔

حافظوں کی ایک جماعت نے تخریجیں کی ہیں۔ جن میں زیادہ تر صحیحین کے احادیث کی تخریجیں ہیں۔ کیونکہ یہی دونوں کتابیں اس فن کی بہترین کتابیں ہیں۔ تخریج کا اطلاق کبھی ان حدیثوں پر بھی ہوتا ہے۔ جن کو آئمہ فن اپنی کتابوں میں لاتے ہیں۔ جیسے ہم ابوداؤد کی کسی حدیث کو یوں کہیں۔ کہ اس کی تخریج ابوداؤد نے کی ہے۔

مُستخرجات بخاری

بخاری کے مستخرجات میں مستخرج لابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی المتوفی سنہ ۲۰۳ھ مستخرج لابی بکر احمد بن ابراہیم الاسماعیلی المتوفی سنہ ۳۷۱ھ مستخرج لابی بکر احمد بن محمد البرقانی شیخ الفقہاء والمحدثین المتوفی سنہ ۴۲۵ھ ہیں۔

مُستخرجات مُسلم

صحیح مسلم کے مستخرجات ہیں، تخریج احمد بن حمدان النیسابوری المتوفی سنہ ۳۱۱ھ تخریج ابی عوانۃ الاسفرائینی المتوفی سنہ ۳۱۶ھ، تخریج ابی نصر الطوسی المتوفی سنہ ۳۴۴ھ، مسند المستخرج للحافظ ابی نعیم الاصبہانی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ

Marfat.com

استخراج کے فوائد بہت ہیں۔ ایک تو یہ کہ متن حدیث میں جو زیادتیاں ہوتی ہیں۔ اُن کا پتہ لگتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ علو اسناد بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی روایت کا صاحب استخراج کے واسطے سے کرنا اور کسی کا اِس کے ہمعصر یا شیوخ سے کرنا دونوں میں فرق ہے۔ اور بسا اوقات جب اصل معنعن ہوتی ہے۔ یا کسی راوی کا نام مبہم ہوتا ہے۔ تو استخراج میں مذکور ہو جاتا ہے۔ اور اِن مستخرجات کی صحت کا حکم اسی وقت دیا جائیگا۔ جبکہ خود اصل حدیث کی سند جہاں اس نے اصل سے لقا کی ہے۔ صحیح متصل ہو۔

سُنن ابوداؤد

سلیمان ابن اشعث سجستانی کی کتاب ہے۔ علماء حدیث میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اہل عراق، مصر، مغاربہ کے مذاہب کی حدیثیں اس میں بہت ملتی ہیں۔ اور ان کی معتمد علیہ ہے۔ اور صحاح ستہ میں داخل ہے۔ امام ابو سلیمان خطابی معالم السنن میں فرماتے ہیں۔ ابوداؤد بہترین کتابوں میں ہے۔ اور علم دین کے اندر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبولیت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ اور علما دین مختلف المشارب ہونے کے باوجود اس کو حکم مانتے رہے۔ اور یہ ہر کے لئے بطور سند و دلیل بنی رہی۔ ابوداؤد رح فرماتے ہیں۔ میں اپنی کتاب میں ایسی کوئی حدیث بھی نہیں لایا۔ جو بالاجماع متروک ہو۔ اس کے اندر صحیح بھی ہیں اور حسن بھی، اگر کسی حدیث میں خرابی ہے۔ تو اس کو بھی میں نے بیان کر دیا ہے۔ اور جس میں سکوت کرتا ہوں۔ وہ صالح ہوتی ہے۔ لیکن مراتب صحت میں فرق ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث باقی نہیں رہ جاتی۔ جو اس میں نہ ہو۔ اور قرآن کے بعد میں اس کتاب سے زیادہ ضروری اور کسی کتاب کو نہیں سمجھتا۔ اس کتاب کے بعد پھر کسی کتاب کے لکھنے یا پڑھنے کی ضرورت نہیں باقی رہتی

Marfat.com

یہ کتاب احکامی حدیثوں کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس میں مراسیل کی کثرت ہے اور مراسیل سے احتجاج دو سو صدی تک ہوتا رہا ہے۔ امام شافعی سے قبل تمام اگلے فقہاء و محدثین اس سے احتجاج کرتے تھے۔ اور ان کے مذاہب کی بنیاد زیادہ تر انہیں پر تھی۔ یہ تصریح انہوں نے اپنے اس رسالہ میں کی ہے جسے اہل مکہ (زادہا اللہ شرفاً) کے نام لکھا تھا۔

شروح و مختصرات

اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ امام خطابی نے معالم السنن میں اس کی شرح کی، ان کے علاوہ قطب الدین ابوبکر الیمنی الشافعی نے چار بڑی جلدوں میں اور ابوذرعہ احمد بن عبدالرحیم العراقی نے سات جلدوں میں صرف باب سجود السہو تک کی شرح کی، اور صحیحین سے جو زائد حدیثیں تھیں، اس کی شرح ابن الملقن نے کی۔ ایک شرح شہاب الدین رملی نے بھی کی ہے۔ بدرالدین عینی نے بھی ابوداؤد کی ایک شرح لکھنی شروع کی تھی۔ لیکن پایۂ تکمیل کو نہ پہونچی۔ موجودہ دور میں ہندوستان میں بھی ابوداؤد کی شرحیں لکھی گئیں۔ جن میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری مرحوم اور مولانا شمس الحق ڈیانوی مرحوم کی شرحیں بہت کار آمد ہیں۔

سُنن ابو عیسیٰ ترمذی

یہ کتاب بھی حدیث کی صحیح اور معتبر کتابوں میں ہے۔ امام نے جب اپنی یہ کتاب لکھی۔ تو پہلے اسے علماء حجاز، عراق، خراسان کے سامنے پیش کیا، سبھوں نے

Marfat.com

اِس کو پسند کیا۔ اور اِس کی صحت کی سند دیدی۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں جو حدیث بھی اپنی کتاب میں لایا ہوں۔ اس پر کسی نہ کسی فقیہہ کا عمل ضرور رہا ہے اسی وجہ سے وہ تمام قابل احتجاج حدیثیں لے آئے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو صحیح تھیں۔ اسے صحیح اور جو ضعیف تھیں۔ اسے ضعیف کر دیا ہے۔ اور جو حدیث جس فقیہہ کی معمول بہ تھی۔ اِس سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور معمول بہ و متروک حدیثیں بھی بتا دی ہیں۔ اسی لئے ان کی کتاب بڑی فایدہ مند اور زود نفع ثابت ہوئی ہے۔ اور بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ مکررات بھی بہت تھوڑے ہیں۔ اس کی شرحیں متعدد ہیں۔

شروح و مختصرات

حافظ محمد ابن عبداللہ الاشبیلی المعروف بابن العربی المالکی نے ایک شرح "عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی" کے نام سے کیا ہے۔ حافظ محمد ابن محمد الشافعی نے تقریباً ترمذی کے ثلث تک کی ایک شرح دس جلدوں میں کی تھی۔ لیکن تکمیل نہ کر سکے۔ اور زین الدین عبدالرحیم ابن حسین العراقی نے اس کی تکمیل کی۔ عبدالرحمن ابن احمد الحنبلی نے اِس کی ایک شرح بیس جلدوں میں لکھی۔ جو ایام فتن میں جل کر خاکستر ہو گئی۔ نیز سیوطی، سندی، نے بھی شرحیں کیں۔ اور اس کے زوائد علی الصحیحین کی شرح عمر ابن علی ابن الملقن نے کی۔ ایک شرح ابن سید الناس نے لکھی۔

مختصرات میں الجامع نجم الدین محمد ابن عقیل، اور مختصر الجامع نجم الدین سلیمان ابن عبدالقوی الطوفی الحنبلی ہیں۔

سُنن نسائی

یہ کتاب عبدالرحمن بن شعیب النسائی کی تصنیف ہے۔ اُنہوں نے اس قسم کی دو سنن لکھی تھیں اور مشہور یوں ہے۔ کہ جب سنن کبری لکھی۔ تو اسے

Marfat.com

امیر رملہ کے پاس ہدیہ بھیجا۔ امیر نے دیکھا اور کہلا بھیجا۔ کہ کیا اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ صحیح۔ حسن۔ اور اسی کے لگ بھگ ہیں، امیر نے کہا کہ صحیح حدیثیں ہمارے لئے چن دو۔ آپ نے اپنی سُنن صغریٰ لکھ کر اس کے پاس بھیج دی۔ اور اس کا نام مجتبیٰ رکھا۔ سنن کبریٰ ایسی حدیثوں کا مجموعہ تھی۔ جن کے راوی ضعیف، قلیل العدالہ تھے۔ لیکن سنن صغریٰ" یعنی مجتبیٰ" ایسی نہیں ہے۔ اسی لئے بعض کے نزدیک صحیحین کے بعد کا مرتبہ سنن صغریٰ للنسائیؒ ہی کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ صحیحین کے بعد اس سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں۔ فی العلم عند اللہ، سُنن نسائی جب بولی جاتی ہے۔ تو اس سے مراد امام نسائی کی یہی سُنن صغریٰ (مجتبیٰ) ہوتی ہے۔

تاج الدین سُبکیؒ ذہبی" اور اپنے والد تقی سبکی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نسائی امام مسلم سے زیادہ احفظ ہیں۔ اور صحیحین کے بعد نسائی ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں سب سے کم ضعیف حدیثیں ہیں۔ قاللّٰہ اعلم۔

شُرُوح

اس کی ایک بہتر شرح جلال الدین سیوطی اور دوسری عبدالہادی سندی نے کی ہے۔ صحاح ستہ کی شرحوں میں ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندی الحنفی کی شرحیں، سیوطی کی شرحوں سے وسیع اور مفید تر ہیں۔ اور صحیح سے زائد حصہ کی شرح سراج الدین عمر بن الملقن الشافعی نے کی ہے۔ جس طرح ابوداؤد اور ترمذی کے زوائد کی شرحیں کی ہیں۔

سُنن ابن ماجہ

محدّث یزید ابن ماجۃ القزوینی کی تصنیف ہے۔ بعضوں نے اسے صحاح

Marfat.com

سے خارج کیا ہے۔ اُن کے نزدیک صحاح میں یہی پانچ کتابیں ہیں۔ جو ذکر کی گئیں اور سب سے پہلے اس خیال کے عملی جامہ پہنانے والے ابوطاہر مقدسی ہیں۔ اس کے بعد حافظ عبدالغنی نے اُن کی تائید کی ہے۔ لیکن موطا مالک پر پھر بھی اس لئے مقدم رکھا ہے۔ کہ اس میں حدیث کی ان پانچوں کتابوں کے علاوہ جتنے زوائد ہیں۔ وہ موطا میں نہیں، اور ابن ماجہ کی جگہ بعضوں نے دارمی کو دی ہے۔ کیونکہ ضعیف روایت اور احادیث شاذہ منکرہ اس میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور بعضوں نے چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا ہے۔ رزین السرقسطی مجدابن الاثیر اسی طرف گئے ہیں۔

شروح

علماء حدیث نے ابن ماجہ کی بھی متعدد شرحیں لکھی ہیں۔ محمد بن موسیٰ الدمیری الشافعی نے پانچ جلدوں میں اُس کی ایک شرح لکھی۔ لیکن تکمیل نہ کر سکے اور ابراہیم ابن محمد الحلبی نے اس کی تکمیل کی۔ جلال الدین سیوطی، سندی حنفی نے بھی شرحیں کیں ابن الملقن نے کتب خمسہ کے زوائد کی شرح آٹھ جلدوں میں کی۔ اس کا نام ماتمس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ رکھا اور انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ کے نام سے شاہ عبدالغنی المجددی ؒ نے ایک شرح لکھی۔

صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی اور صحیح کتابیں

واضح رہے کہ کتب ستہ کے علاوہ بھی ایسی کتابیں لکھی گئیں جن پر صحیح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور وہ اسی نام سے پکاری جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابوعوانہ، صحیح المنتقی لابن سکن، صحیح المنتقی فی الاحکام لابن الجارود، صحیح المنتقی فی الآثار لقاسم ابن اصبغ، محدث الاندلس وغیرہا۔

Marfat.com

Ahmad

مُسندُ الامام احمد بن حنبل

مُسند امام احمد بن حنبل علم حدیث کی بہت اعلیٰ کتابوں میں ہے۔ اور تقریباً چالیس ہزار حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ جس میں دس ہزار مکرر ہیں۔ اور تقریباً تین سو حدیثیں ایسی ہیں۔ جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہیں۔ جن کو ثلاثیات کے نام کیساتھ موسوم کیا جاتا ہے مسند حدیثوں کی جانچ پڑتال کے لئے میزان ہے۔ امام احمد کی روائیت کی بناپر اس میں کوئی ضعیف حدیث نہیں آپ فرماتے ہیں۔ میں نے ساری کی ساری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جمع کر دی ہیں۔ اور جو حدیث اس میں نہ پاؤ اسے بے اصل سمجھو۔

لیکن نہیں کہا جا سکتا۔ کہ امام کا یہ قول کس موقع کے لئے تھا۔ یا ہم تک اس کے پہنچنے میں کتنی اُلٹ پھیر واقع ہوئی ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ امام نے صرف یہ فرمایا ہوگا۔ اس میں جتنی حدیثیں ہیں۔ سب کی اصل ہے کیونکہ صحیحین میں بہت ایسی حدیثیں ہیں۔ جو مسند میں نہیں ملتیں۔ لیکن ان باتوں کے باوجود ہمارے سامنے جو نسخہ مسند ہے۔ اس کے اندر بہت ضعیف حدیثیں ہیں۔ ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں مسند کی پندرہ ایسی حدیثیں گنائی ہیں۔ جن کو وہ موضوع تصور کرتے ہیں اور حافظ العراقی نے بھی ۹ حدیثیں ایسی بیان کی ہیں۔ جو متہم بالوضع ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر نے ایک رسالہ القول المسدد فی الذب عن احمد لکھ کر اس کی تردید کی ہے۔ اور اپنی کتاب تعجیل المنفعۃ برجال الاربعہ میں مسند کی تمام حدیثوں کو با اصل قرار دیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ کدو کاوش انہیں

Marfat.com

بھی اس کی تین یا چار حدیثوں کے بے اصل ہونے کا قائل ہونا پڑا ہے۔
اصل یہ ہے۔ کہ گو مسند احمد کی تالیف خود امام نے کی۔ لیکن ابھی مسودہ ہی تھا۔ کہ امام نے وفات پائی۔ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ نے جو افسوس کہ اس میدان کے شہسوار نہ تھے۔ اس کی تبییض و ترتیب فرمائی۔ جس سے بعض نمایاں نقص رہ گئے۔ اور مدنی و عراقی مسندیں تخلیط ہو گئیں، اور یہ صحیح احادیث کا التزام بھی قائم نہ رہ سکا۔ گو خود امام احمد کو اس کا دعویٰ تھا۔

شروح و مختصرات و تعالیق

مسند کی ایک شرح ابوالحسن ابن عبدالہادی السندی نے کی ہے۔ اور اس کا اختصار زین الدین عمر ابن شجاع الحلبی نے جس کا نام الدر المنقد رکھا۔ اور ایک اختصار سراج الدین عمر بن علی المعروف بابن الملقن الشافعی نے کیا۔ اور سیوطی نے اس پر ایک تعلیق کی۔ جس کا نام عقود الزبرجد رکھا۔
ہمارے ماموں حضرت مولانا شاہ حسن میاں پھلواروی رحمۃ اللہ نے مسند کا ترجمہ الباب لکھنا شروع کیا تھا۔ جو دنیا کی عجیب چیز ہوتی۔ لیکن افسوس کہ آپ کی عمر وفا نہ کی۔ اور کام شروع ہی ہوا تھا۔ کہ پیک اجل کو لبیک کہنا پڑا۔

کتاب الام

دنیائے اسلام جن چار فقہوں پر کاربند ہے۔ ان میں ایک امام شافعی کی فقہ ہے، امام شافعی اپنی عظمت کے لحاظ سے جو مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان کی یہ کتاب جو ایک زمانہ تک عام نظروں سے پوشیدہ رہی ہے۔ اس کا اظہار ضروری ہے، امام کی یہ کتاب ان کے اجتہادی مسائل کا ایک مجموعہ ہے۔ جو ان کے شاگرد بویطی کی جمع کردہ ہے۔ لیکن اس کی

Marfat.com

کی تبویب و ترتیب ابوالربیع ابن سلیمان المرادی نے کی۔ اور یہ انہیں کی طرف منسوب ہو گئی۔ ورنہ درحقیقت یہ بویطی کا تصنیفی نسخہ ہے۔ اور انہیں کی کاوشوں اور دیدہ ریزیوں سے عالم وجود میں آیا ہے۔ اس کتاب سے جہاں امام شافعی کی وسعت معلومات و دقت نظر کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں علم حدیث کے بہت سے رموز بھی حل ہوتے ہیں۔ امام نے اپنی اس کتاب میں علم حدیث پر بڑی عالمانہ بحثیں کیں ہیں۔ اور مراسیل و منقطعات کے اخذ میں کیا احتیاط چاہیئے۔ اگلوں نے عدم احتیاط سے کیا نقصان اٹھائے۔ مراسیل پر عمل کی وجہ سے کتنے مرفوعات پردہ خفا میں رہ گئے۔ اور ان پر عمل نہ ہو سکا۔ نیز وہ حدیثیں جو صدر اول میں عام طرح پر شائع نہ تھیں۔ اور صحابہ اور اجل تابعین کے جو اقوال مدون نہ ہو سکے۔ اور بعد میں مدون ہوئے۔ جس سے بہت سے نئے مسائل معلوم ہوئے ان چیزوں کی خوب وضاحت کی ہے۔ اور اس سے بھی بحث کی ہے کہ بعض صحیح حدیثیں علما تابعین تک نہیں پہنچیں۔ اس لئے انہوں نے اجتہاد سے کام لیا۔ اور اس میں غلطیاں ہوئیں۔ اور تابعین سے بعض غلطیاں اس لئے بھی ہوئیں کہ ساری حدیثیں ان کے وقت میں اکٹھی نہ ہوئی تھیں۔ اس لئے اجتہادات میں خلل پڑ جاتا تھا۔ اسی طرح کے اور بہت سے مفید خیالات ہیں۔ جن سے امام نے اپنی اس کتاب کو زینت دی ہے۔ الغرض ان کے نقطہ نظر سے حدیث کے لئے جو چیزیں ضروری تھیں۔ سب کا بیان اس میں موجود ہے۔ ان خصوصیات کے لحاظ سے یہ کتاب فقہ و حدیث کی اہم کتاب میں شمار کی جاتی ہیں۔ اور اس سے مطلع ہونا ہر اہل علم کے لئے ضروری ہے۔

سنن دارمی

امام عبداللہ ابن عبدالرحمن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ کی تصنیف ہے۔

Marfat.com

اور علم حدیث کی موثق کتابوں میں ہے۔ یہاں اُس کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ یہ سُنن بھی اِس پایہ کی سمجھی گئی ہے۔ کہ بعضوں نے اس کو ابن ماجہ کی جگہ دی ہے۔ اور صحاح ستہ میں داخل کیا ہے۔ اس میں ضعیف حدیثیں بہت کم ہیں۔ اگرچہ مراسیل ومنقطعات بہت ہیں۔ بعض محدثین کے نزدیک ابن ماجہ کی جگہ دارمی کو دیگئی ہے۔ کیونکہ بعض اقوال کی بنا پر ابن ماجہ کی ہر وہ حدیث جو کتب خمسہ کے علاوہ ہے۔ ضعیف ہے۔ اگرچہ حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔ اور تقریباً ابن ماجہ کے تمام زوائد صحیح ثابت کئے ہیں۔

صحیحین کے قبل سُنن کے نام سے جو کتابیں مشہور ہوئیں

سُنن ابن جریج، سُنن لابن اسحاق (یہ ان کی سیرت کے علاوہ ہے) سُنن ابن قرۃ (یہ حافظ موسیٰ بن طارق الزبیدی ہیں) و سُنن عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ وغیرہ یہ کتابیں اپنے وجود سے سُنن کے ساتھ مشہور ہوئیں۔ اگرچہ عبدالرزاق کی کتاب مصنف کے نام سے بھی مشہور رہی،

کُتب الاطراف

علم الاطراف کی تعریف پہلے کی جاچکی ہے۔ لیکن مزید اشارے کے لئے پھر بتائی جاتی ہے۔

کسی حدیث کے ایک حصہ یا اک جزء کو بیان کرنا جس سے اس کے پورے حصہ کا پتہ لگ جائے۔ نیز اس کے پورے اسانید بالاستیعاب یا بقید کتب خاصہ جمع کردئے جائیں۔ اسی کا نام علم الاطراف ہے۔

سب سے پہلے دو آدمیوں نے اسکی طرف توجہ کی۔ حافظ ابراہیم ابن محمد بن عبید اللہ دمشقی المتوفی ۴۰۱ھ اور حافظ ابو محمد خلف ابن محمد الواسطی المتوفی ۴۰۱ھ

Marfat.com

ان دونوں نے صرف صحیحین (بخاری و مسلم) کے اطراف مرتب کئے۔ جن کو اطراف الصحیحین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حاجی خلیفہ کا بیان ہے۔ کہ ترتیب و صحت کے لحاظ سے مؤخر الذکر مصنف کی کتاب بہتر ہے۔ نیز اطراف الصحیحین کے نام سے دو کتابیں اور لکھی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک کے مصنف حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ اور دوسرے کے حافظ احمد ابن علی ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ ہیں۔ ابو محمد خلف کی تصنیف کے بعد دوسری مستند کتب احادیث کے اطراف کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ حافظ ابوالفضل محمد ابن طاہر ابن علی المقدسی القیصری المتوفی ۵۰۷ھ نے کتب ستہ کے اطراف مرتب کئے۔ لیکن ان کی یہ کتاب مقبول نہ ہو سکی۔ اس لئے کچھ دنوں کے بعد حافظ محمد ابن علی بن الحسن الحسینی الدمشقی المتوفی ۷۶۵ھ نے مقدسی کے کتاب کی دوبارہ ترمیم و تصحیح کی۔ پھر بھی اس کو ہردلعزیزی نہ حاصل ہو سکی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر نے صحیحین اور موطا کے علاوہ بقیہ چار کتابوں کے اطراف مرتب کئے۔ اور اپنی کتاب کا نام الاشراف علی معرفۃ الاطراف رکھا۔ لیکن مقدسی کی کتاب نہ مقبول ہونے کی وجہ ابن عساکر کے قول کے بموجب یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ اختلال ترکیبی اور اوہام کا مجموعہ تھی۔ اور حافظ محمد ابن علی ابن الحسن الحسینی الدمشقی کی نئی ترتیب و تبویب کے بعد بھی اسمیں نقائص موجود تھے۔ ابن عساکر کی کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اور اسکی ترتیب حروف معجم پر ہے۔ اور مقدسی کے کتاب کا نام اطراف الغرائب والافراد ہے۔ حافظ ابن عساکر کی پیروی کرتے ہوئے ایک مشہور مصنف عمر ابن علی بن الملقن الانصاری المتوفی ۸۰۴ھ نے اسی قسم کی ایک الاشراف علی الاطراف لکھی۔ حافظ ابن عساکر کی تصنیف کچھ دنوں تک اس موضوع پر مستند سمجھی جاتی رہی۔ اس کے بعد حافظ یوسف بن عبدالرحمٰن المزی المتوفی ۷۴۲ھ نے ایک مبسوط کتاب صحاح ستہ ابوداؤد کی کتاب المراسیل ترمذی کی کتاب الشمائل اور نسائی کی عمل الیوم واللیلہ کے اطراف میں مرتب کی یہ کتاب اب تک مستند ہے

Marfat.com

اس کا نام تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ہے۔
مزی نے یہ کتاب چھبیس برسوں کی محنت شاقہ میں لکھی ہے۔ اور اس کو ہر دلعزیز اور کثیر الاستعمال ہونے کا فخر حاصل ہے۔ لیکن اس میں بھی ایسے اوہام تھے۔ جن کو ان کے بعد کے ایک مصنف ابوذرعہ احمد ابن عبدالرحیم العراقی المتوفی ۸۲۰ھ نے ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ لیکن یہ کتاب چونکہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس لئے حافظ ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ اور حافظ محمد ابن علی ابن الحسن الحسینی المتوفی ۷۶۵ھ جن کا ذکر اوپر گذر چکا۔ ان دونوں نے اسکی تلخیص کی۔ اور ابن حجر عسقلانی نے مزی کی کتاب پر مفید شرح اور حاشیے لکھے۔ اور ان احادیث کو بھی جمع کردیا ہے۔ جن کو مزی نے چھوڑ دیا تھا۔ اس شرح کا نام "النکتہ الظراف علی الاطراف" ہے۔ اس کا ایک نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ مزی نے خود بھی بہت سی احادیث جمع کی تھیں۔ جن کو کتاب میں داخل کرنے کی بجائے لواحق الاطراف کے نام سے علیحدہ جمع کیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے بھی تین کتابیں اس فن میں لکھیں ہیں

اتحاف المہرہ باطراف العشرہ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے۔ اور صحاح ستہ اور مسانداربعہ کے اطراف پر مشتمل ہے۔ اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی مسند احمد ابن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ میں لوگوں کے بیان کے مطابق چالیس ہزار حدیثیں ہیں۔ اس لئے حافظ ابن حجر نے اس کے لئے علیحدہ اطراف لکھا۔ اس حصہ کو اپنی مذکورہ بالا کتاب سے علیحدہ کردیا۔ اطراف المختارۃ المختارہ یہ حافظ محمد ابن عبدالواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ھ کی مشہور حدیث ہے۔ ابن حجر نے اس کے بھی اطراف لکھے ہیں۔ ان تمام تصنیفوں کے بعد نیز ابن حجر کی ان تین کتابوں کے ہوتے ہوئے کسی مزید تصنیف کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ مگر پھر بھی ایک بہتر تصنیف کے لئے میدان خالی تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے عبدالغنی ابن اسماعیل النابلسی المتوفی ۱۱۴۳ھ نے ایک کتاب لکھنا شروع کی انہوں نے اپنے پیشروں کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ اور غیر ضروری حصّص کو

Marfat.com

کو ساقط کر دیا۔ ان نے اس کتاب میں حروف تہجی کے اعتبار سے صرف اس اولین راوی کا نام دیا۔ جو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔ راوی کا نام دے کر اس کے نیچے وہ تمام احادیث درج کر دیں۔ جو اس نے بیان کیں ہیں۔ اور ان ابواب کا حوالہ بھی دیدیا۔ جن میں وہ موجودہ ہیں۔ اس کتاب کا نام ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی اماکن الاحادیث ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں النابلسی نے احادیث کی سات کتابوں کے اطراف مرتب کئے ہیں۔ یعنی صحاح ستہ اور موطا مالک اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب کے متعلق محدثین میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے ابن ماجہ کی جگہ موطا ہی کو رکھا ہے۔ اس لئے مصنف نے دونوں کے اطراف لکھے ہیں۔ اُن نے ان تمام احادیث کے لئے حروف واشارات بھی وضع کئے ہیں بخاری خ مسلم کے لئے م ابوداؤد کیلئے د ترمذی کے لئے ت ابن ماجہ کیلئے ہ موطا کے لئے ط نسائی کے لئے س، النابلسی نے اپنی کتاب کو سات بابوں میں تقسیم کیا ہے جن میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ باعتبار حروف تہجی درج ہیں۔

النابلسی کی کتاب نے ان تمام مشکلات کو جن سے اگلے محدثین کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ بڑی حدتک کم کر دیا ہے۔ لیکن ان کی کتاب کے ذریعہ کسی حدیث کے نکالنے میں اس کے اولین راوی کی واقفیت ضروری ہے۔ اس لئے اس سے استفادہ ذرا دشوار تھا۔ ان مشکلات کو پیش نظر رکھ کر ایک بہت جدید مصنف محمد شریف ابن مصطفیٰ التوقادی نے دو کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں، ان کتابوں میں سے ایک بخاری کے متعلق ہے۔ جو ۱۲۹۶ھ میں مصر میں شایع ہو چکی ہے۔ اور دوسری مسلم کے متعلق یہ بھی مصر میں ۱۲۹۰ھ میں چھپ گئی ہے۔ اول الذکر تصنیف کا نام مفتاح صحیح البخاری اور دوسری کا مفتاح صحیح مسلم ہے۔ اور مصنف نے آخری مرتبہ ان دونوں کو مفتاح الصحیحین کے نام سے مرتب کیا۔ اور ۱۳۱۳ھ میں قسطنطنیہ سے شایع کیا۔

Marfat.com

اِس کتاب میں لائق مصنف نے بخاری کی تین مشہور شرحوں القسطلانی مطبوعہ مصر ۱۲۹۳ھ العسقلانی مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ یعنی مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۳۹ھ اور مسلم کی ایک شرح النواوی مطبوعہ مصر ۱۲۹۳ھ کے صفحات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ مصنف نے احادیث کی ترتیب حروف تہجی کے قاعدہ پر کی ہے۔ داہنے جانب کے خانوں میں وہ بخاری اور اسکی جلد اور صفحوں کا حوالہ دیتا ہے۔ اور بیچ میں حدیث اور بائیں جانب ابواب اور اُن کے عنوانات کے نمبر ہوتے ہیں۔ اِس تصنیف میں ایک بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ جن مطبوعہ نسخوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ وہ اگر موجودہ نہ بھی ہوں۔ جب بھی فہیم شخص ابواب و عنوانات کے ذریعہ اِس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتا ہے۔

"چوتھی صدی ہجری کے بعد جمع وتہذیب کا دور"

لوگوں کے زبانی سُنی ہوئی حدیثوں کا جمع کرنا اور رجال و اسانید کی جانچ پھر اُن کی حیثیت کی تعیین اور صحیح حدیث کا غیر صحیح سے تمیز کرنا یہ تو چوتھی صدی کے تمام ہوجانے کے بعد ہی منتہی ہوگیا۔ کیونکہ اجتہادی قوت لوگوں میں فنا ہو چکی تھی۔ اور تقلید کی طرف ان کا میلان بڑھ رہا تھا۔ اِسی لئے اس دور کی اکثر کتابیں یا تو صرف مہذب شدہ ہوں گی۔ یا پراگندہ و متشتت چیزیں ایک جگہ جمع نظر آئنگی یا غرائب کی تحقیق ہوگی۔ یا حسن ترتیب اختصار" ابداع " ہوگا۔ اور اِس دور کا بڑا گروہ اسناد و رواۃ کے متعلق جو کچھ بھی کہیگا۔ سب کے سب پہلوں ہی کا کہا ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ پانچویں صدی سے قبل جمع تہذیب کا وجود ہی نہ تھا۔ لیکن اُس کا شمار ہونے میں نہ تھا۔

"دورِ تہذیب کی اہم باتیں"

الجمع بین الصحیحین۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو جنہوں نے جمع کیا ہے

Marfat.com

جن میں محمد بن عبداللہ الجوزقی المتوفی ۳۸۸ھ اسماعیل ابن احمد المعروف بابن الفراط المتوفی ۴۱۴ھ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی المتوفی ۴۸۸ھ ہیں۔ انہوں نے بعض ایسی زیادتیاں بھی کردیں۔ جو ان میں نہ تھیں۔ حسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ محمد بن عبدالحق الاشبیلی المتوفی ۵۸۲ھ احمد بن محمد القرطبی المعروف بابن ابی حجۃ المتوفی ۶۴۲ھ وغیرہ ہیں۔

"الجمع بین الکتب الستۃ"

ان کے درمیان جمع کا کام عبدالحق ابن عبدالرحمن الاشبیلی المعروف بابن الخراط المتوفی ۵۸۲ھ اور قطب الدین محمد بن علاء الدین المکی المتوفی ۹۹۰ھ نے کیا۔ ان کی کتاب خوبی کے ساتھ مہذب و مرتب کی گئی ہیں۔ اور ابوالحسین رزین ابن معاویۃ العبدری السرقسطی نے اپنی کتاب تجرید الصحاح میں کتب ستہ کو جمع کیا۔ لیکن اُسکی ترتیب وتہذیب اچھی نہ کرسکے۔ اور بعض حدیثیں چھوڑ دیں۔ لیکن جب ابوالسعادات مبارک ابن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری الشافعی کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے اپنی کتاب کی تدوین کی۔ اس کے ابواب مرتب کیئے۔ اور جو اصول رزین کی کتاب سے ساقط تھے۔ اُن کا اضافہ کیا۔ اور غریب لغتوں کی شرح مشکل اعراب کا بیان اور پوشیدہ مطالب کو جگہ دی۔ اسناد حذف کردیئے۔ اور انہیں راویوں سے حدیث کی ابتدا کی جو صحابی یا تابعین سے روائیت کرتے ہیں۔ اور کہیں اقوال تابعین و آئمہ بھی ذکر کردیئے۔ اس کی ترتیب حروف معجم کے فائدہ پر کی۔ اس کا نام جامع الاصول لاحادیث الرسول رکھا۔ ان تمام خوبیوں کے سبب گویا انہوں نے اس کتاب کو ایک بہترین کتاب بنایا۔ اور جو چیزیں ہمارے لئے دُور تھیں۔ وہ قریب اور مشکل تھیں۔ اور وہ آسان ہوگئیں۔ یہ ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اب تک کسی نے بھی اس انداز کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اس جامع کا اختصار بھی بہتوں نے کیا۔

Marfat.com

جن میں محمد بن حسین المروزی المتوفی ۲۰۶ھ ہبۃ اللہ ابن عبد الرحیم الحموی المتوفی ۷۳۸ھ عبد الرحمٰن ابن علی المعروف بابن الدیبع الشیبانی الزبیدی وغیرہ ہیں۔ ۹۴۴ھ یہ مختصرات میں سب سے بہتر مختصر ہے۔ مصر میں چھپ گئی ہے۔ تین جزؤں میں ہے۔ پھر ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز بادی المتوفی ۸۱۷ھ نے ایک زوائد لکھی ہے۔ جس کا نام تسہیل الوصول الی الاحادیث الزائدہ علی جامع الاصول رکھا ہے۔

عام جوامع حدیث

ان میں جامع المسانید والالقاب لابی الفرج عبد الرحمٰن ابن علی الجوزی ہے۔ اس کے اندر صحیحین مسند احمد ترمذی کو جمع کیا ہے۔ لیکن اس کی پوری ترکیب و ترتیب احمد بن عبد اللہ المکی المتوفی ۶۹۴ھ نے کی ہے۔ اور جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن حافظ اسماعیل عمراوشی الدمشقی المعروف بابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ نے کی ہے صحیحین سنن نسائی ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند میں سے مسند احمد، بزار، ابویعلی، معجم کبیر طبرانی وغیرہ کی حدیثیں جمع کی ہیں۔ اور مجمع الزوائد للحافظ ابی الحسن علی الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مسند احمد ابویعلی بزار نہ معاجم الطبرانی الثلاثہ کے زوائد اس میں جمع کردئے ہیں، اس کی آٹھ جلدیں ہیں اور غالباً یہ چھپ بھی گئی ہے۔

مصابیح السنۃ للامام حسین ابن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ ۴۴۸۴ صحیح اور حسن حدیثیں اس میں جمع کردیں۔ اور صحاح سے ان کی مراد وہ حدیثیں ہیں۔ جن کی شیخین نے تخریج کی ہے۔ اور حسان سے وہ جن کی ابوداؤد ترمذی وغیرہ نے تخریج کی ہے۔ اور جو غریب یا ضعیف حدیثیں ہوتی ہیں۔ ان کو بیان کردیتے ہیں اور منکر اور موضوع حدیثیں نہیں لاتے۔ علمائے اس کتاب کے ساتھ بھی بہت کافی اعتنا کی۔ اور بہت سی شرحیں لکھیں۔ اس کی تکمیل محمد ابن عبد اللہ الخطیب

Marfat.com

کے ہاتھوں ہوئی۔ اُس کے ابواب ترتیب دیئے۔ اور جن صحابہ سے حدیثیں تھیں۔ اُن کے نام بتائے۔ اور جن کتابوں سے حدیثیں لی تھیں۔ ان کو ظاہر کیا اور ہر صحیح اور حسن بابوں کے بعد ایک تیسری فصل کا اضافہ کیا، اور یہ کام ۷۳۷ھ میں وجود میں آیا۔ اِس حیثیت سے یہ ایک بہتر کتاب ثابت ہوئی۔ اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا۔ اس کی شرحیں بہتوں نے کیں ہیں۔

جمع الجوامع فی الحدیث لعبدالرحمٰن ابن ابی بکر السیوطی ہے۔ کتب ستہ اور اس کے علاوہ بعض دیگر کتب کی حدیثیں جمع کی ہیں۔ اِس کتاب سے ان کا مقصود تمام احادیث نبوی کا ایک کتاب میں جمع کر دینا ہے۔ مناوی کہتے ہیں۔ کہ جلال الدین سیوطی اس کی تکمیل سے پہلے ہی فوت کر گئے۔ لیکن یہ کتاب جہاں صحیح احادیث کا خزانہ کہی جا سکتی ہے۔ وہاں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کا بھی مجموعہ ہے۔ اس کی نئی ترتیب علاءالدین علی ابن حسام الهندی المتوفی بمکہ ۹۸۵ھ نے اپنی کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال میں کی ہے، اور خود سیوطی نے اس کا اختصار اپنی کتاب جامع صغیر اور زوائد میں کیا ہے۔

اور اتحاف الخیرہ بزوائد المسانید العشرہ لاحمد بن ابی بکر البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ جس میں ابوداؤد طیاسی کی مسند اور حمیدی، مسدد، ابن ابی عمر، اسحاق ابن راھویہ، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع، عبد ابن حمید، حارث ابن محمد بن ابی اسامہ، ابویعلی الموصلی کی مسانید کے زوائد جمع کئے۔ یعنی صحاح ستہ کے علاوہ ان دسوں کتابوں کے اندر اور جتنی حدیثیں تھیں۔ سبھوں کو جمع کر دیا۔ اور اُس کی سو جلدیں ہوئیں۔

Marfat.com

احادیث احکام کی جامع کتابیں

اُن میں پہلی الالمام فی احادیث الاحکام لابن دقیق العید ہے۔ اِس میں متون احکام جمع کئے ہیں۔ اور پھر اس کی شرح کی ہے۔ لیکن شرح کی تکمیل نہ کر سکے۔ مشہور ہے۔ کہ اِس فن میں اِس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

دُوسری دلائل الاحکام من احادیث النبی لابن شداد الحلبی ان احادیث سے بحث کی ہے۔ جن سے فروعی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔

تیسری منتقی الاخبار فی الاحکام للحافظ مجدو الدین ابو البرکات عبدالسلام ابن عبداللہ ابن ابوالقاسم الحرانی المعروف بابن تیمیہ الحنبلی بخاری مُسلم مسند الامام احمد۔ جامع ابی عیسیٰ الترمذی سنن نسائی۔ ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ سے اس میں احکام کی حدیثیں جمع کی ہیں۔ اور جن کتابوں سے حدیثیں لی ہیں۔ اُن کا حوالہ دے دیا ہے۔ اس کی شرح شیخ شوکانی قاضی یمن المتوفی ۱۲۵۰ھ نے کی ہے۔ جس کی آٹھ جلدیں ہیں۔ اور نام نیل الاوطار ہے۔

چوتھی بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام حافظ احمد بن علی ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ اس کی ایک شرح نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپال نے کی ہے۔ جس کی دو جلدیں ہیں۔ اس کتاب میں ایک ہزار چار سو احکامی حدیثیں ہیں۔ اور یہ ایک بڑے مرتبہ کی کتاب ہے۔ اور اس پر ایک حاشیہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کا بھی ہے۔ بلوغ المرام کی ایک شرح سُبل السلام للامیر اسمٰعیل الیمانی بھی ہے۔

Marfat.com

دوسری نادر کتابیں

حدیث کی نفیس ترین کتابوں میں (المختارہ) لمحمد بن عبدالواحد المقدسی المتوفی ۶۴۳ھ ہے۔ اس کتاب میں صحیح حدیثیں جمع کرنے کا پورا لحاظ رکھا ہے اور ایسی صحیح حدیثیں بھی بیان کی ہیں۔ جن کی تصحیح اب تک نہ ہو سکی تھی۔ بعضوں نے اس کو مستدرک حاکم پر فضیلت دی ہے۔ اور انہیں میں سنن کبیر و صغیر لاحمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اسلام میں اب تک اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ ابن صلاح کا خیال ہے۔ کہ علم حدیث کی کوئی کتاب جس نے دلائل سے بھی بحث کی ہو۔ بجز بیہقی کی سنن کبری کے اور کوئی نہیں، اور اقطار عالم میں شائد ہی کوئی ایسی حدیث باقی رہی ہو جس کو وہ اپنی کتاب میں نہ لائے ہوں۔

اور اسی فن میں بحر الاسانید امام حافظ حسن بن احمد السمرقندی المتوفی ۴۹۱ھ کی کتاب ہے۔ ایک لاکھ حدیثیں ترتیب و تہذیب کے ساتھ اس میں جمع کردی ہیں۔ اور یہ بھی بے نظیر کتاب ہے۔

اور اسی فن کی ایک کتاب الترغیب والترہیب للمنذری ہے۔ اس کتاب کا اسلوب بیان ہی نرالا ہے۔ کیا بہتر ہوتا۔ کہ حدیث کی ساری کتابیں اسی اسلوب پر ہوتیں۔ یہ چھپ بھی گئی ہے۔

مراتب کتب حدیث باعتبار صحت

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ علم حدیث کی کتابت میں ابتداءً کیسا اختلاف رہا۔ اور پھر یہ علم کتابی شکل میں کیونکر آیا۔ کہ ابن جریج اور امام مالک کی مختصر کتابوں کے بعد بخاری و مسلم مسند احمد بن حنبل جیسی ضخیم جلدیں بھی عالم وجود

Marfat.com

ہیں آئیں۔ اور یہ سلسلہ کچھ اس طرح بڑھا۔ کہ ہر محدث اپنی اپنی مسندیں الگ لکھنے لگا۔ اور کثرت کا یہ حال کہ حدیث کی کتابیں اونٹوں پر لاد کر اِدھر اُدھر لے جائی جانے لگیں۔ اور امالی و مسودات کو چھوڑ کر مسانید و مصنفات کی اتنی جلدیں نظر آنے لگیں۔ جو شمار سے باہر ثابت ہوئیں۔ یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ ان کے اندر رطب و یابس کی تمیز کیونکر ہوئی۔ اور ان کے مابہ الامتیاز کا پتہ کیونکر لگا۔ دُنیا میں جس طرح ہر رطب و یابس ہر جید وردی ہر بہتر و غیر بہتر اعلیٰ و ادنیٰ میں تفریق کر لی جاتی ہے۔ اُسی طرح ان میں بھی کی گئی۔ مختلف دوروں میں مختلف ناقدین حدیث و ماہرین فن نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے ان حدیثوں میں مابہ الامتیاز کا پتہ لگایا۔ اور بعض کو بعض پر مقدم کیا۔ اور مُختلف طبقات قائم کئے۔ جن میں کہ "بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

ذہبی نے اپنی کتاب سیر النساء میں ابن حزم ظاہری کا ترجمہ لکھتے ہوئے ان کی وہ ترتیب بھی بیان کی ہے۔ جو اُنھوں نے کُتب حدیث کے اندر قائم کی ہے لکھتے ہیں۔ کہ ابن حزم سے کسی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ تعظیم کے لائق موطا مالک ہے۔ ابن حزم نے جواب دیا۔ نہیں سب سے زیادہ تعظیم کے لائق بخاری مسلم، صحیح ابن سکن، منتقیٰ لابن الجارود، منتقیٰ قاسم ابن اصبغ ہیں۔ ان کے بعد ابوداؤد کتاب النسائی۔ کتاب قاسم ابن اصبغ مُصنف ابوجعفر الطحاوی (ذہبی کہتے ہیں۔ کہ سُنن ابن ماجہ اور ترمذی کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ انہیں دیکھا ہی نہ تھا۔ اور یہ کتابیں اندلس میں ان کی وفات کے بعد پہنچیں) مسند بزار، مسند ابن ابی شیبہ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحاق، مُسند طیالسی مسند حسن ابن سفیان، مسند ابن سنجر، مسند عبد اللہ ابن محمد المسندی، مسند یعقوب ابن شیبہ، مسند علی ابن المدینی۔ مسند ابن ابی عرزہ۔ اور وہ کتابیں جو انہیں کے مثل صرف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حامل ہیں، پھر وہ کتابیں جن میں آنحضرت کے کلام کے ساتھ صحابہ و تابعین کے کلام بھی ہیں۔ جیسے مصنف عبد الرزاق،

Marfat.com

مُصنّف ابوبکر ابن ابی شیبہ، مُصنّف بقی بن مخلد، کتاب محمد ابن نصر المروزی، کتاب المنذر الاصغر والاکبر اس کے بعد مُصنّف حماد ابن سلمہ، موطا مالک ابن انس، موطا ابن ابی ذئب، موطا ابن وہب مصنف وکیع، مصنف محمد ابن یوسف الفریابی مُصنّف سعید ابن منصور، مسائل احمد، فقہ ابی ثور، فقہ ابی عبید، ذہبی کہتے ہیں ابن حزم نے انصاف نہیں کیا۔ موطا کا رُتبہ تو یہ تھا۔ کہ صحیحین کے بعد ابوداود و نسائی کے ساتھ اس کا ذکر ہوتا۔ ہاں ابن حزم نے ادب کیا۔ اور خالص مسندات نبویہ کو سبھوں پر مقدم کیا۔ بیشک دو موطا کے لئے دلوں میں عظمت ہے۔ اور قلوب اُس کی ہیبت سے لرزاں ہیں،، انتہی کلام الذہبی اِس ترتیب سے ابن حزم کے خیالات معلوم ہو گئے۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ حدیث کا یہ نادر ذخیرہ جس حد تک ان کے وقت میں موجُود تھا۔ آج اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔ نہیں معلوم ان کے قبل کے محدثین نے طبقات حدیث کیونکر قایم کئے تھے۔ اور ان کے نزدیک کُتب حدیث کی کیا ترتیب تھی؟ ابن حزم کی اس ترتیب سے یہ معلوم ہُوا۔ کہ بخاری و مسلم آج اور آج سے پہلے بھی حدیث کی صف اول ہی میں شمار کیجاتی تھیں لیکن اس کے ساتھ کچھ اور کتابیں بھی اسی پایۂ کی تھیں۔ اور ان کا مرتبہ بھی ان کے برابر ہی تھا۔ لیکن زمانہ کے انقلاب نے جب ساری کتابیں میٹ دیں۔ تو ہم نے اپنے اس دور کی ہی بقیہ کتابوں کو ایک دوسرے پر افضل قرار دے لیا شاہ ولی اللہ صاحب محدث نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے اندر بھی طبقات حدیث قایم کئے ہیں۔ میں اپنے دعویٰ کی دلیل میں اسے بھی پیش کرتا ہوں۔

کُتب حدیث کے چار طبقے ہیں۔ طبقہ اولی استقرا کے بعد تین کتابوں موطا مالک، بخاری۔ مسلم میں منحصر ہے۔ طبقہ ثانیہ میں وہ کتابیں ہیں۔ جو موطا اور صحیحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچیں۔ لیکن وہ ان کے بعد کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیونکہ ان کے مُصنّفین عدالت، وثوق۔ تبحر فی الحدیث میں مشہور تھے۔ اور اس میں کچھ تساہل بھی نہیں کیا تھا۔ اور ان کے بعد والوں نے اس کو قبول کیا۔ اور فقہا محدثین نے

Marfat.com

اِس کے ساتھ اعتناء کی۔ اور لوگوں میں وہ کتابیں مشہور ہوئیں۔ جیسے ابو داؤد مجتبیٰ نسائی، جامع ترمذی وغیرہ اور رزین ابن معاویہ العبدری السر قسطی نے تجرید صحاح میں اور ابن اثیر نے نہایۃ میں ان کتابوں کی حدیثوں کے ساتھ ویسی ہی اعتناء کی ہے۔ جیسے طبقہ اولیٰ کی حدیثوں کے ساتھ اور غالباً مسند احمد ابن حنبل بھی اسی دُوسرے طبقہ میں ہے، اور طبقہ ثالثہ میں وہ مسانید و جوامع و مؤلفات ہیں۔ جو بخاری، مسلم سے قبل، کچھ ان کے زمانوں میں اور کچھ ان کے بعد لکھی گئی ہیں۔ جو صحیح، حسن، ضعیف، معروف، منکر، غریب، شاذ، خطا، صواب ثابت مقلوب روایتوں پر مشتمل ہیں۔ اور علماء میں اس شہرت کو نہیں پہنچیں۔ جس کو طبقہ اولیٰ اور ثانیہ پہونچا۔ اگرچہ پوشیدگی نام سے منظر عام پر آگئیں۔ لیکن نہ تو فقہا نے ان کے مُفردات کے ساتھ اتنی اعتنا کی۔ اور نہ محدثین نے ہی ان کی صحیح اور سقیم حدیثوں کی چھان بین کی۔ اور انہیں کتابوں میں بعض تو ایسی ہیں۔ جن کے غرائب کی نہ لغوی تحقیق و تشریح ہوئی۔ اور نہ کسی محدث نے اس کے مشکلات اور نہ کسی مؤرخ نے اُس کے اسماء رجال بیان کئے۔ اور نہ ہی کسی فقیہ نے ان کے مذاہب سلف کے ساتھ مطابق کرنے کی کوشش کی۔ میں متاخرین متعمقین کو نہیں مراد لیتا۔ میرا کلام تو اگلے محدثین میں ہے۔ الغرض وہ اپنی اسی پوشیدگی اور گمنامی پر باقی رہیں گی۔ جیسے مسند ابو یعلیٰ، مسند عبد الرزاق، مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند عبد ابن حمید، مسند طیالسی، کتب البیہقی، طحاوی، طبرانی، ان کا مقصود صرف ان تمام حدیثوں کا جمع کر دینا تھا۔ جو انہوں نے پائی تھیں، تہذیب و تلخیص مراد نہ تھی۔ اور نہ ان کو عمل کے قریب تر کرنا تھا۔ اور چوتھا طبقہ کتابوں پر مشتمل ہے۔ جن کے مصنفین نے بہت دنوں کے بعد ان حدیثوں کو جمع کر دیا۔ جو طبقہ اول اور طبقہ ثانیہ میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ بلکہ مختلف مسندوں اور مجموعوں کے اندر تھیں۔ اور وہ ان لوگوں کی حدیثیں تھیں۔ جن کی حدیثیں قابل قبول نہ تھیں۔ جیسے موہنہ پھٹ۔ واعظ، نفس پرست عالم اور ضعیف

جماعتیں، یا وہ آثار صحابہ و تابعین تھے۔ یا حکماء و اعظین کے کلام تھے۔ جن کو راویوں نے سہواً یا قصداً آنحضرت کی حدیث کے ساتھ مخلط کر دیا تھا۔ یا وہ محتملات قرآن و محتملات حدیث صحیحہ تھے۔ جن کی بالمعنی روائیت ایک صالح جماعت نے کی تھی۔ جو راویوں کی پیچیدگیوں سے واقف نہ تھی۔ راویوں نے ان معانی کو احادیث مشہورہ بنا دیا۔ یا وہ کتاب سے اشارتاً سمجھے گئے تھے۔ اس کو عمداً حدیث مستقل بذاتہ بنا دیا۔ یا مختلف حدیثوں کے مختلف جملے تھے۔ اس کو ایک سلسلہ کی مستقل ایک حدیث بنا دی۔ ایسی حدیثوں کا مجموعہ ابن حبان کی کتاب الضعفا ابن عدی کی کامل، اور خطیب، ابونعیم، جوزقانی، ابن عساکر ابن النجار دیلمی کی کتابیں ہیں۔ اور غالباً مسند خوارزمی بھی اسی طبقہ سے ہے۔ الغرض اس طبقہ کی بہترین حدیثیں وہ ہیں۔ جو ضعیف محتمل ہوں۔ اور بدترین وہ ہیں جو موضوع یا مقلوب شدید الانکار ہوں۔ اور یہی طبقہ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات کا ماخذ ہے۔ بہرحال طبقہ اولیٰ اور ثانیہ پر محدثین پر اعتماد ہے۔ اور طبقہ ثالثہ پر عمل اور فتویٰ کی جرأت سوا کاملین فن جو اسماء رجال و علل الحدیث سے واقف ہیں۔ اور کسی کو نہ کرنا چاہیئے۔ وَقَدْ جَعَلَ لِکُلِّ شَیْءٍ قدراً اور طبقہ رابعہ کی تمام حدیثوں کے ساتھ اشتغال یا اس سے کسی مسئلہ کا استنباط متاخرین کی ایک اُپج اور غلو ہے۔ اگر تم انصاف سے دیکھو۔ تو تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ روافض اور ان کے علاوہ دیگر مبتدعین ان احادیث سے کس اونیٰ توجہ کے ساتھ اپنے مذاہب کی دلیلیں چُن لیتے ہیں۔ پس ان کتابوں کے ذریعہ عالم بالحدیث کی جماعت میں کامیابی حاصل کرنا صحیح نہیں۔ ان دو عالموں کی تحقیقوں کے بعد ذرا ان کے خیالات کا تفاوت ملاحظہ کیجئے۔ ابن حزم موطا کو چوتھے درجہ پر رکھتے ہیں۔ اور اسکو فضیلت کا وہ مرتبہ نہیں دیتے جو دوسری کتابوں کو دیا ہے لیکن شاہ صاحب موطا کو حدیث کی صف اول میں داخل کرتے ہیں۔ اور اصح الکتب بلکہ کتاب اللہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ابن حزم بخاری اور مسلم کے ہم پلہ حدیث کی بعض اور کتابیں بھی قرار دیتے ہیں۔ اور طحاوی کو

Marfat.com

درجۂ ثانیہ میں رکھتے ہیں۔ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب استقرا کے بعد صرف انہیں تین کتابوں کو درجہ اولی کا شرف بخشتے ہیں۔ اور طحاوی کو درجہ ثالثہ میں رکھتے ہیں دوسری طرف عام محدثین بھی موطا کی اِس فضیلت کے قائل نہیں۔ وہ تو صحیحین کے بعد ابو داؤد اور ترمذی کے ہم پلہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ابھی ذہبی نے ابن حزم کے ترجمہ میں کہا۔ ما انصف ابن حزم ان رتبۃ الموطا تلو الصحیحین اور امام شافعی کے اس قول "کہ آسمان کے نیچے مالک کی کتاب سے بڑھ کر کوئی دوسری کتاب نہیں" کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں۔ ہمارے اس قول کی تصدیق سب سے پہلے موطا کے نسخوں کے معلوم کر لینے کی داعی ہے جس کے بعد یہ فیصلہ آسان ہو جائیگا۔ کہ موطا کا جو نسخہ سب سے زیادہ صحیح اور افضل قرار دیا گیا ہے۔ وہ کہاں تک قابل یقین ہے۔ قاضی عیاض کی روائیت کی بنا پر موطا کے بیس نسخے ہیں۔ اور بعضوں کے نزدیک تیس۔ لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب محدث نے بستان المحدثین میں موطا کے سولہ نسخے گنائے ہیں۔ موطا یحیی بن یحیی المصمودی، موطا ابن ذہب، موطا ابن بکیر، موطا ابن ابی مصعب، موطا ابن القاسم، موطا ابن معن ابن عیسیٰ، موطا القعنبی، موطا عبداللہ ابن یوسف الدمشقی، موطا ابن زفیر، موطا مصعب بن عبداللہ، موطا محمد بن مبارک الصوری، موطا سلیمان بن برد، موطا ابی حذافۃ السہمی، موطا سوید ابن سعید، موطا محمد ابن حسن الشیبانی، موطا ابو مصعب الزہری، موطا یحیی بن یحیی التمیمی، یہ اتنے نسخے ہیں۔ اور ان میں سے تقریباً ہر ایک کے متعلق علماء کی مختلف رائیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو موطا بروایۃ المصمودی ہی کو اثبت الموطا قرار دیکر حدیث کی صف اول میں داخل کر دیا ہے۔ لیکن دوسری طرف کبار محدثین ہیں جو موطا کی مختلف روائیتوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں۔ یحیی بن معین، علی بن المدینی امام نسائی نے موطا قعنبی اور تنیسی کو اثبت الموطا قرار دیا۔ ابو حاتم نے موطا معن ابن عیسیٰ کو امام احمد نے موطا بروائۃ عبدالرحمٰن بن مہدی کو بخاری نے بھی تنیسی کو، مسلم نے یحیی بن یحیی التمیمی کو

Marfat.com

اور متاخرین میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی مرحوم نے موطا بروایۃ امام محمد کو افضل الموطا قرار دیا ہے۔ جس کے وجوہات معقول ہیں، یہ ان لوگوں کی رائیں ہیں۔ جو خود محدث ہونے کے علاوہ تمام محدثین کے سرتاج ہیں۔ ایسی حالت میں کسی ایک موطا کو افضل قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک ایسی کتاب جو اسلام کی ابتدائی تصنیف کہی جا سکتی ہے۔ اور جس کے اندر صرف مدنی صحابہ و تابعین کی حدیثیں اور اُن کے فتاوی ہیں ان کتابوں سے افضل یا ان کے برابر کیسے قرار دی جا سکتی ہے۔ جو اسلامی دور کے انتہائی عُروج میں لکھی گئی ہوں۔ جن میں تمام اسلامی مراکز کی صحیح اور چنی ہوئی معمول بہا حدیثیں ہوں۔ امام مالک سے ہارون نے جس وقت پوچھا تھا۔ کہ میں آپ کی کتاب میں عبداللہ ابن مسعود و ابن عباس کی حدیثیں نہیں پاتا۔ تو آپ نے یہی فرمایا تھا۔ کہ ہاں اِس میں ان کی حدیثیں نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ میرے شہر میں نہیں رہتے تھے۔ اور اگر اس کے تمام حدیث کی کتابوں سے افضلیت کی صرف یہی دلیل ہے۔ کہ اسلام کی مقدم ترین کتابوں میں ہے۔ اور اہل مدینہ کی صحیح حدیثیں اس کے اندر موجود ہیں۔ تو چاہئے۔ کہ اِس دور کی سب کتابیں حدیث کی صف اول میں شمار کی جائیں۔ امام سفیان ثوری کی کتاب بھی فقہاء کوفہ کی صحیح حدیثوں اور فتاوی کی جامع تھی۔ چنانچہ ابوداؤد نے اپنے رسالے میں جو اہل مکہ کے لئے لکھا تھا۔ اس میں اِس کتاب کو اصح الجوامع کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اسی طرح ابن جریج، ابن المبارک وغیرہ کی کتابیں بھی اپنے شہر کے شیوخ کی صحیح ترین حدیثوں کی جامع تھیں۔ کیونکہ ان کے جامعین بالاجماع ثقہ تھے۔ اگرچہ دست برد زمانہ نے اُن کو معدوم کر دیا ہے لیکن جس زمانہ تک وہ تھیں۔ اور جو زمانہ حدیث کی جانچ پڑتال کا اعلیٰ ترین زمانہ تھا۔ اس وقت یہ اعلیٰ ترین کتابیں سمجھی جاتی تھیں۔ وہ ضعیف روایتوں کا مجموعہ نہ تھیں۔ لیکن اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا مرتبہ انہیں اسی لئے نہیں دیا گیا۔ کہ وہ مخصوص شہروں کی صحیح حدیثوں کی حامل تھیں۔ اور

Marfat.com

ان کے بعد ایسی کتابیں بھی دُنیا کے سامنے آچکی تھیں۔ جو تمام بلاد اسلام میں پھیلی ہوئی صحیح احادیث کی جامع تھیں۔ اس لیئے ان کو فوقیت دی گئی۔ اور ان کا مرتبہ ان کے بعد کا رہا، الغرض بخاری و مسلم کے بعد ان کے علاوہ کسی اور کتاب کو حدیث کی صف اول میں قرار دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ یہی دو کتابیں ایسی ہیں۔ جو اس معیار پر صحیح اترتی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ بخاری و مسلم کے علاوہ حدیث کی ساری کتابیں ضعیف روائیتوں کا مجموعہ ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو معیار فضیلت ہے۔ اس پر یہ دونوں بدرجہ اتم اُترتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ موطا بروائیت المصمودی کے ساتھ اعتنا زیادہ کی گئی۔ اور سب سے پہلے مالکیہ نے اس کی طرف توجہ کی۔ اور وہ سارے اقوال میں نے موطا مالک کے ضمن میں اوپر بیان کر دئے ہیں موطا بروائیۃ یحیی المصمودی کی شرحوں اور مختصرات کا ذکر تو پہلے ہو چکا۔ لیکن موطا بروائیۃ محمد کا ذکر باقی ہے۔ موطا کے اتنے نسخوں میں میرے علم کے مطابق دو ہی موطا ایسی ہیں۔ جن کی شرحیں، مختصرات، و تلخیصات کئے گئے ہیں۔ موطا مالک بروایۃ یحیی، موطا محمد۔ موطا محمد کی شرحیں علامہ ابراہیم معروف بہ بیری زادہ، ملا علی قاری مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے کی ہیں۔ اور مولانا نے اپنی شرح یا حاشیہ کا نام التعلیق المجد رکھا ہے۔

علم حدیث ایک دُوسری تاریخی حیثیت میں

یہ تمام تفصیلیں تو علم حدیث کی تدوین و تصنیف کے سلسلہ کی تھیں۔ اور اب تک یہ بتایا گیا تھا۔ کہ جمع حدیث میں کس نے کس پر سبقت حاصل کی۔ اور کس نے کیسی خدمت کی اور پھر کس کتاب کی کس نے شرح کی ان شرحوں میں سب سے بہتر کون ثابت ہوئی۔ اور ان جوامع میں صحت کے اعتبار سے کس کا مرتبہ بلند ہے

Marfat.com

اب ان تمام فنون و علوم کو معلوم کرنا چاہیئے۔ جو حدیث کے سلسلہ میں عالم وجود میں آئے۔ علم غریب الحدیث علم اسماء رجال، علم جرح والتعدیل، علم معرفۃ الکنی والالقاب علم ناسخ الحدیث و منسوخہ وغیرہ سب اسی سلسلہ کی پیداوار ہیں۔

"علم غریب الحدیث"

غریب کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک تو غیر متبادر، دوسرے نادر اور غیر مشہور کلام غریب میں بھی یہی دو معنی ہوتے ہیں۔ کسی کلام سے اگر اس کے غیر متبادر معنی مراد لیئے جائیں۔ تو اسے بھی معنی غریب کہینگے۔ اور اگر نادر مراد لیئے گئے ہیں۔ تو اس پر بھی غریب کا اطلاق کیا جائیگا۔ اور علم غریب الحدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس فن میں حدیث کے لغات نادرہ اور تحقیق نادرسے بحث ہوتی ہے اور بعض خاص قبائل کے مصطلحات و محاورات جو عرب میں عام طور پر بولے نہ جاتے تھے۔ اور وہ حدیث میں کسی نہ کسی طرح آ گئے ہیں۔ ان کی تحقیق ہوتی ہے سب سے پہلے ابوعبیدہ معمر بصری نے اس فن میں ایک مختصر سی کتاب لکھی۔ اس اختصار کی وجہ ان کی علمی کم مائگی نہ تھی۔ بلکہ عموماً جب کوئی پہلی کتاب کسی نئے موضوع پر لکھی جاتی ہے۔ تو مختصر ہوتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جس زمانہ کی یہ تصنیف ہے۔ وہ اسلامی علوم کا زندہ دور تھا۔ اور آج کی طرح عام جہالت نہ تھی۔ اس کے بعد ابوالحسن نضر ابن شمیل المازنی نے ایک کتاب لکھی۔ جو ابوعبیدہ کی کتاب سے وسیع تر تھی۔ اور تفصیلی مباحث تھے پھر عبدالملک ابن قریب الاصمعی نے ایک کتاب لکھی۔ عبدالملک اگرچہ ابوعبیدہ کے زمانے کے تھے۔ لیکن تصنیف ان کے بعد کی ہے۔ اور بہت خوب لکھا ہے۔ اسی طرح بہتیرے علما فقہ و حدیث اس فن میں کتابیں لکھتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوعبید القاسم ابن سلام کا زمانہ آیا۔ اور انہوں نے اپنی

Marfat.com

مشہور کتاب "غریب الحدیث والآثار لکھنا شروع کی، اور اپنی عمر اسی میں تمام کردی، ان کا خیال تھا۔ کہ اس کتاب کے بعد اب شاید ہی کوئی غریب حدیث اس کے دائرہ سے باہر رہ گئی ہو۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اور حقیقت یہ تھی۔ کہ ابھی اس سے کہیں زیادہ سرمایۂ حدیث نامکمل صورت میں پڑا تھا۔ ان کی کتاب مسلم ابن قتیبہ الدینوری کے وقت تک لوگوں کی معتمد علیہ رہی۔ یہاں تک کہ عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبۃ الدینوری نے اپنی مشہور کتاب لکھی اور انہوں نے بھی اپنے مقدمہ میں یہ لکھ دیا۔ کہ میرا گمان ہے۔ کہ میری اور ابو عبیدؒ کی کتاب کے بعد شاید کوئی غریب حدیث باقی رہ گئی ہو۔ جس کی تفضیل کی لوگوں کو حاجت پڑے۔ اسی طرح دیگر علماء بھی کتابیں لکھتے رہے۔ علامہ زمخشری نے بھی اس فن پر احسان کیئے۔ اور اپنے دور میں اس فن کی ایک بہتر کتاب ترتیب دی۔ لیکن اس فن کے آخری ہیرو مجدالدین مبارک ابن محمد بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجذری ہیں۔ جنہوں نے اس فن کی تکمیل کی۔ اور ان کے بعد اس سلسلہ میں تصنیف کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کی کتاب کا نام "النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر" ہے نہایہ کا ایک ذیل محمود ابن ابی بکر الارموی کا ہے۔ دوسرا جلال الدین سیوطی کا جس کا نام الدر النثیر فی نہایۃ ابن الاثیر اور ایک کا نام التذئیل والتہذیب علی نہایۃ الغریب ہے

علم رجال الحدیث

حدیث دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ متن اور سند۔ سند کے معنی رواۃ کے ہیں۔ اور علم رجال میں رواۃ کے احوال سے بحث ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث کی صحت و سقم کا معلوم کرنا رجال کے علم کے بغیر ناممکن ہے اس لئے قدرتی طور پر رجال کا علم اتنا مہتم بالشان فن ہے۔ کہ اس کی واقفیت کے بغیر حدیث کی واقفیت کا دعویٰ غلط ہے۔ اسماء رجال کی بھی بہت سی شقیں ہیں۔ اسماء صحابہ، اسماء عامہ رواۃ اسماء الثقاۃ،

Marfat.com

اسماء الضعفاء - اسماء المدلسین، اسماء الوضاعین - اسماء موتلف مختلف، متفق مفترق بیان انساب، ذکر وفیات وغیرہ - اور ان میں سے ہر ایک کے اندر تصنیفیں کی گئی ہیں -

اسماء الصحابہ

صحابی ہر وہ شخص ہے - جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے ساتھ ملاقات کی - اور ایمان ہی کے ساتھ وفات پائی - سب سے پہلا شخص جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے - کہ اس نے اس فن میں کتاب لکھی - وہ امام بخاری ہیں - خاص اسماء صحابہ میں ایک کتاب لکھی - پھر اوروں نے اس فن میں خامہ فرسائی کی - جیسے خلیفہ ابن الخیاط محدث النسابہ المتوفی ۲۴۰ھ محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ جن کی تصنیفات سے تقریباً پندرہ کتابیں ہیں - اور اُن کے ہمعصر یعقوب ابن سفیان المتوفی ۲۷۷ھ ابوبکر ابن خیثمہ المتوفی ۲۷۹ھ وغیرہ اور ان کے بعد بھی صرف اسماء صحابہ میں ایک جماعت نے کتابیں لکھیں - جیسے حافظ عبداللہ ابن محمد ابن عبدالعزیز البغوی المتوفی ۳۵۳ھ ابوبکر عمر ابن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ ابومنصور الباوردی ابوحاتم الرازی ابن حبان المتوفی ۳۵۴ھ سلیمان ابن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے اپنی معجم میں ان کے بعد عبداللہ ابن مندہ المتوفی ۳۹۵ھ حافظ ابونعیم المتوفی ۴۶۳ھ ان کے بعد عمر ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب لکھی - استیعاب نام اس لئے رکھا - کہ اپنے نزدیک انہوں نے اگلوں پچھلوں سبھوں کی باتیں اس میں جمع کر دی ہیں - لیکن بہت کچھ باقی بھی رہ گیا - اس کے بعد اس کا ایک وسیع ذیل ابوبکر ابن فتحون نے کیا - اور اس کے اوپر علماء کی ایک ایک جماعت نے اچھے اچھے ذیل لکھے ہیں - اسی طرح ابن مندہ کی کتاب پر بھی ابوموسیٰ المدینی نے ایک بڑا ذیل لکھا - لوگوں کی تصنیف کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا - یہاں تک کہ

Marfat.com

ساتویں صدی میں عزالدین ابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ نے ایک جامع کتاب لکھی جس کا نام اسدالغابہ رکھا۔ اور اگلے مصنفین کے سارے مواد اس میں جمع کر دئے لیکن اس کے ساتھ غلطیوں میں بھی اگلوں کی تقلید کی اور صحابی غیر صحابی میں اکثر خلط کر دیا۔ اور ان کی اکثر غلطیوں سے چشم پوشی کی۔ اسکے بعد ابوعبداللہ ذہبی نے اپنی کتاب التجرید میں اسکی غلطیوں سے آگاہ کیا۔ نیز جن لوگوں کو صحبت نہ تھی۔ اسے بھی آگاہ کیا۔ لیکن وہ بھی اسکی تکمیل نہ کر سکے۔ ان کے بعد حافظ ابن حجر کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ آٹھ جلدوں میں لکھی۔ استیعاب اسدالغابہ اور ان کے ذیلوں کو اس میں جمع کیا۔ اور ان پر استدراک کیا۔ بعد میں اصابہ کا اختصار ان کے شاگرد جلال الدین سیوطی نے کیا جس کا نام عین الاصابہ رکھا۔

نیز بخاری و مسلم نے ان صحابہ کے اسماء میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے صرف ایک ہی حدیث پہنچی ہے۔ اسی طرح یحیی ابن عبدالوہاب ابن مندہ الاصبہانی المتوفی ۵۱۱ھ ہجری نے ان صحابہ کے اسماء میں ایک کتاب لکھی۔ جنہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

"علم الجرح والتعدیل"

اس علم میں راویوں کے احوال سے بحث ہوتی ہے۔ اور ان کے ثقہ غیر ثقہ ہونے پر غور کیا جاتا ہے۔ اس کی ضرورت یوں پڑی۔ کہ اسلام میں جب فتن کے دروازے کھل گئے۔ اور لوگوں نے اپنے مذاہب و خیالات کی تائید میں حدیثیں گھڑنا شروع کیں۔ تو حدیثوں کے لینے میں بڑی دقتیں ہونے لگیں۔ محدثین کرام نے عام طور پر حدیثیں سننے سے احتراز کیا۔ اور آئمہ نے ہر حدیث کے لئے دو شاہدوں کی قید لگا دی، لیکن یہ صورت ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی تھی

Marfat.com

اور صحیح، غیر صحیح کا پتہ لگانا بھی شریعت کی بقا کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے راویوں کی عدالت و ثوق حفظ بالحدیث وغیرہ کی چھان بین ہونے لگی۔ اور یہی چیز رفتہ رفتہ ایک مستقل فن کی صورت میں قایم ہو گئی۔ حاشا اس سے مقصد لوگوں کی تنقیص نہ تھی۔ بلکہ شریعت کا استحفاظ تھا۔ جرح و تعدیل رواۃ تو خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ثابت ہے۔ لیکن جب یہ ایک مستقل فن ہو گیا۔ توجس طرح ہر ایک فن کے لئے علماء کا ایک طبقہ ہوتا ہے۔ جس میں اُس کی رائے موثق مانی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے لئے بھی علماء کا ایک گروہ تھا۔ جس کی رائے رواۃ کی توثیق وجرح کے لئے قابل قبول تھی۔ صحابہ میں ابن عباس، انس، عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہم تابعین میں، ابن سیرین، شعبی، سعید ابن المسیب اور ان کے علاوہ بے شمار علما تھے۔ اُن کے بعد ابو حنیفہ مالک، سفیان اوزاعی ابن الماشجون حماد ابن سلمہ، لیث ابن سعد، ان کے بعد عبداللہ ابن المبارک ابن عینیہ ابن علیہ، ابن وہب، وکیع ابن الجراح، یحیی ابن سعید القطان عبدالرحمن ابن مہدی یحیی ابن معین احمد ابن حنبل وغیرہ۔ ان کے علاوہ ساتویں آٹھویں صدی تک بے شمار علما اس فن کے لئے مشہور گذرے ہیں۔ جن کے نام ذیل میں گنائے جاتے ہیں اصل یہ ہے۔ کہ امام مالک اور سفیان یا لیث ابن سعد کے زمانہ تک اس خاص فن میں مستقل کتابیں تصنیف نہ ہو سکی تھیں۔ لیکن اُن کے بعد اس فن میں تصنیفی سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ مثلاً محمد ابن سعد کاتب الواقدی نے اپنی کتاب طبقات میں اس فن کے رجال سے بڑی بحث کی۔ اسی طرح ابو خیثمہ زہیر ابن حرب اور ابو جعفر عبداللہ ابن محمد النفیلی حافظ الجزیرہ جن کے متعلق ابوداؤد کا خیال ہے۔ کہ ان سے زیادہ احفظ میں نے کسی کو نہیں پایا۔ علی ابن المدینی بھی جو اس فن کے امام ہیں۔ علل و رجال کے حالات میں اُن کے بھی بہت رسالے ہیں۔ اسی صف کے بیٹھنے والوں میں محمد بن عبداللہ ابن نمیر جن کو امام احمد عراق کے موتی کہا کرتے تھے۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ صاحب المسند جو آیۃ فی الحفظ کے نام سے موسوم تھے۔ عبداللہ ابن

Marfat.com

عمر القواریری جن کے متعلق اعلم بالحدیث ہونے کا فتویٰ تھا۔ اسحاق بن راھویہ جو امام خراسان واہل المشرق تھے۔ ابوجعفر محمد ابن عبداللہ بن عمار الموصلی، احمد ابن صالح حافظ مصر، ہارون ابن عبداللہ الجمال، وغیرہ ہیں۔ اور یہ سارے باتفاق ائمۃ علماء جرح و تعدیل میں شمار کیے گئے ہیں۔

ان کے بعد انہیں کے لگ بھگ اس فن کا ایک اور طبقہ پیدا ہوا جن میں اسحاق الکوسج دارمی، بخاری، عجلی الحافظ نزیل المغرب، پھر ابوزرعہ ابوحاتم الرازیاں، مسلم، ابوداؤد بقی ابن مخلد ابوذرعہ دمشقی وغیرہ کا نمبر ہے۔ ان کے بعد عبدالرحمن ابن یوسف البغدادی ان کی ایک خاص تصنیف بھی اس فن کے اندر ہے۔ ابراہیم ابن اسحاق الحربی، محمد ابن وضاح حافظ قرطبہ ابوبکر ابن ابی عاصم، عبدالرحمٰن ابن احمد، صالح جزرہ، ابوبکر البزار، محمد ابن نصر المروزی جو احناف کے مقابلہ میں ذرا متعصب ہیں۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ محدثین انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ لیکن دوسروں کی جرح و تعدیل میں انہیں موثق مانا جاتا ہے۔ (یہ بھی عجیب امر ہے) ان کے بعد ابوبکر الفاریابی، نسائی، ابویعلی ابوالحسن سفیان، ابن خزیمہ، ابن جریر طبری، ابوجعفر طحاوی، دولابی، ابوعروبۃ الحرانی ابوالحسن احمد ابن عمر، ابوجعفر العُقیلی، ان کے بعد ابوحاتم احمد ابن نصر البغدادی شیخ الدار قطنی وغیرہم ہیں۔ پھر ان کے بعد ابوحاتم ابن حبان البستی، طبرانی ابن عدی الجرجانی، اور غالباً ان کی کتاب جرح و تعدیل کے فن کی آخری کتاب ہے ان کے بعد اس فن کا ایک اور سرگرم طبقہ پیدا ہوا۔ جن میں ابوعلی الحسین ابن محمد النیشاپوری جن کی ایک معلل مسند ایک ہزار تین سو جزوں کے اندر لکھی گئی، ابوالشیخ احمد ابن ․ ان، ابوبکر الاسماعیلی، ابواحمد الحاکم، دارقطنی وغیرہ ہوئے۔ ان کے بعد ابن مندہ ابوعبداللہ الحاکم، ابونصر الکلاباذی۔ عبدالرحمن ابن قطیس، قاضی قرطبہ جن کی دلائل السنۃ ایک مشہور کتاب ہے۔ عبدالغنی ابن سعید، ابوبکر ابن مردویہ الاصفہانی ان کے بعد محمد ابن ابی الفوارس البغدادی، ابوبکر البرقانی

Marfat.com

ابو حاتم العبدری، جرح و تعدیل کے متعلق دس ہزار رسالے ان کے شاگردوں نے ان سے لکھے ہیں۔ حلف ابن محمد اواسطی۔ ابو مسعود الدمشقی، ابو الفضل الفلکی ان کی کتاب طبقات کے اندر سو جلدوں میں ہے۔ پھر ان کے بعد حسن محمد بن الخلال البغدادی، ابو یعلی الخلیلی وغیرہ ہیں۔ ان کے بعد ابن عبد البر ابن حزم اندلسیان، بیہقی، خطیب وغیرہ داخل ہیں۔ ان کے بعد ابن ماکولا، ابو الولید الباجی انیز ابو عبد اللہ الحمیدی نے بھی ایک کتاب اس میں تصنیف کی ہے۔ پھر ان کے بعد ابو الفضل ابن طاہر المقدسی، موتمن ابن احمد شہرویہ الدیلمی، ان کے بعد موسیٰ المدینی، ابو القاسم ابن عساکر ابن بشکوال، ان کے بعد ابو بکر الحازمی عبد الغنی المقدسی، رہاوی، ابن المفضل المقدسی، ان کے بعد ابو الحسن ابن القطان، ابن الانماطی، ابن نقطہ، ان کے بعد ابن الصلاح، ذکی المنذری، ابو عبد اللہ البرزانی ابن الآبار، ابو شامہ۔ ان کے بعد ابن دقیق العید، شرف المیدومی، ابن تیمیہ ربہ جرح و تعدیل کے بارے میں اہل اسلام کے نزدیک متشدد سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کی رائے (بغیر تحقیق بلیغ قابل قبول نہیں) ان کے بعد مزی ابن سید الناس ابو عبد اللہ ابن ایبک، ذہبی، شہاب ابن فضل اللہ مغلطائی، شریف حسین دمشقی زین العراقی، ان کے بعد ولی العراقی۔ برہان الحلبی، ابن حجر عسقلانی بدر الدین عینی وغیرہ اس فن کے اساطین میں گذرے ہیں۔ ان کے بعد بھی کچھ لوگ اس فن کیلئے متند مانے جاتے تھے۔ ناموں کی کثرت سے شائد گھبرا گئے ہوں گے۔ لیکن اگر نظر غور سے دیکھیں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ منکرین حدیث جو آج روائیت حدیث پر خلط وملط اور کذب وافترا کا ایک پل باندھ رہے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔ اور یہ فتنہ جو درحقیقت مستشرقین یورپ کا پروردہ ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر بھی بہت نمایاں ہو چکا ہے۔ اور اس سلسلہ میں نفس حدیث کے وجود وصحت سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اور اس کی دلیل فقط یہ ہے۔ کہ اسلام میں واضعین حدیث کی ایک کثیر جماعت پیدا ہو گئی تھی۔ جس نے بہت

Marfat.com

سی حدیثیں بنا کر صحیح و غیر صحیح کو مشتبہ کر دیا۔ لیکن اے کاش اگر وہ تھوڑی سی توجہ کے ساتھ بھی اِس امر کا مطالعہ کرتے (کہ ان علما نے جن کے اسماء اوپر گذرے) اُن میں سے ہر ایک نے اصل مقصود کے چہرے سے حجاب کا پردہ اُٹھا دیا ہے۔ اور اُن کی پوری چھان بین کر لی ہے۔ اور آج انہیں کی برکتوں سے کوئی ایک واضع حدیث یا کوئی ایک موضوع حدیث بھی ایسی نہیں رہی۔ جس کو امت نے جان نہ لیا ہو، تم محدثین کی کتابیں دیکھو۔ کہ انہوں نے علم الجرح و التعدیل کا فن ہی اِس لئے مدون کیا۔ کہ وہ راویوں کی صحیح چھان بین کریں۔ اور ہر ایک کے اخلاق سے دُنیا کو رُوشناس کریں۔ کوئی ایک واضع حدیث بھی مجھے بتاؤ۔ جس کا وضع کسی نہ کسی وقت کھل نہ گیا ہو۔ اور دنیا نے یہ نہ جان لیا ہو۔ کہ فلاں کذاب وضاع ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس مجموعہ کلام کو محض اس لئے مشتبہ کرنا کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے۔ جنہوں نے حدیثیں وضع کرنی شروع کر دی تھیں۔ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اس کے باوجود اگر یہی کہا جائیگا۔ تو پھر علم الجرح والتعدیل کی کتابوں کو ایک جھوٹا افسانہ کہنا پڑیگا۔ اِس تفصیل کے بعد ذرا اِس فن کی تصنیفوں کی طرف نظر ڈالیئے۔

"علم الجرح والتعدیل" میں متعدد صورتوں سے کتابیں لکھی گئیں۔ بعض ثقہ وغیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں کے حالات میں اور بعض صرف ثقہ یا صرف ضعیف یا مدلس راویوں کے حالات میں اور بعض مخصوص کتابوں کے رجال کی تحقیق میں لکھی گئیں۔

ممزوج کتابیں

طبقات محمد ابن سعد الزہری البصری اس فن کی اعلیٰ ترین کتاب ہے۔

Marfat.com

اِس کی پندرہ جلدیں ہیں۔ اس میں صحابہ و تابعین اور اسکے بعد تک کے لوگوں کے حالات مذکور ہیں۔ اس کا ایک اختصار سیوطی نے انجاز الوعد من طبقات ابن سعد" کے نام سے کیا ہے۔ طبقات خلیفہ ابن الخیاط، ومسلم ابن الحجاج تاریخ ابن ابی خیثمہ، بخاری کی تینوں تاریخیں پھر بخاری کی تاریخ کبیر پر مسلمۃ القاسم کا ایک ذیل اور ابن ابی حاتم کا ایک بڑا حصہ تصنیف جس میں انہوں نے امام بخاری پر تنقیدیں کیں ہیں۔ اس کے ساتھ خود ابن ابی حاتم نے ایک رسالہ جرح و تعدیل میں لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے امام بخاری ہی کی تقلید کی ہے نیز حسین ابن ادریس انصاری المعروف بابن حزم نے ایک تاریخ امام بخاری کی تاریخ جیسی لکھی ہے۔ اور علی ابن المدینی نے ایک تاریخ دس جلدوں میں لکھی۔ ابن حبان نے تاریخی اوہام کے رد میں ایک کتاب دس جلدوں میں لکھی یہ اور ان کے علاوہ بے شمار کتابیں فن کی اس خاص شق میں لکھی گئی ہیں۔

کتاب الثقات

کتاب الثقات للعجلی، کتاب الثقات لخلیل ابن شاہین کتاب الثقات لابی حاتم ابن حبان البستی، کتاب الثقات لقاسم ابن قطلوبغا الحنفی (یہ اُن لوگوں کا بیان ہے۔ جو صحاح ستہ میں نہیں) اِن کے علاوہ ذہبی ابن الدباغ ابن المفضل، ابن حجر، سیوطی نے بھی اس میں خاص طور پر کتابیں لکھیں ہیں۔

Marfat.com

کتاب الضعفاء

کتاب الضعفاء للبخاری، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائیؒ ولابی الفرج ابن الجوزی ان کی کتاب کا اختصار ذہبی نے کیا ہے۔ پھر ذہبی اور علاء الدین مغلطائی نے اِس پر ایک ذیل لکھا ہے۔ کتاب الضعفاء محمد ابن عمر العقیلی و امام محمد ابن حسن الصنعانی و محمد ابن حبان البستی ابن حبان کی کتاب ان سبھوں میں جامع ہے۔ اور ابن عدی کی کامل بھی اس فن کی کامل ترین کتابوں میں ہے۔ اور محدثین کی معتمد علیہ ہے۔ اس کا ایک ذیل ابو العباس احمد بن محمد الاشبیلی نے کیا ہے۔ جس کا نام (الحافل رکھا ہے) اور حاکم، دار قطنی، علاءُ الدین المارد ینی نے بھی کتاب الضعفا، لکھی ہیں۔ ذہبی کی میزان الاعتدال بھی اس فن کی بہتر کتاب ہے۔ مصر اور ہندوستان دونوں ملکوں میں چھپ گئی ہے اس کا ایک ذیل حافظ زین الدین العراقیؒ نے کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے اس میں سے ان راویوں کو چن لیا ہے۔ جو تہذیب الکمال میں نہ تھے۔ اور اپنی کتاب لسان المیزان میں انہیں داخل کیا ہے۔ اِس فن میں ان کی دو کتابیں اور ہیں۔ تقویم اللسان، تحریر المیزان۔ ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ اس فن میں اور بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

کتب المدلسین

اس کی طرف سب سے پہلے امام حسین ابن علی الکرابیسی نے توجہ کی پھر نسائیؒ نے ان کے بعد دار قطنی نے ذہبی نے اس میں ایک مختصر سی نظم لکھی۔ پھر ان کے شاگرد احمد ابن ابراہیم المقدسی نے اِس نظم میں کچھ اور اشعار

Marfat.com

بڑھائے۔ اور علائی کی جامع التحصیل سے بہت سے ایسے ناموں کا اضافہ کیا جن کو ذہبی نے چھوڑ دیا تھا۔ پھر زین الدین عراقی نے کتاب العلائی کا ایک ذیل لکھا۔ اور اس سلسلہ میں کچھ اسماء کا اور اضافہ کیا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے ولی الدین عراقی نے علائی کی کتاب کے ساتھ ملا کر اس کو مستقل تصنیف بنا ڈالا۔ اور کچھ اور نام اپنی طرف سے بڑھائے۔ اور اسی طرح ابراہیم ابن محمد الحلبی نے "التبیین فی اسماء المدلسین" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اور ان بہت سے ناموں کا اضافہ کیا جنہیں یہ لوگ چھوڑ گئے تھے۔ علائی کی پوری کتاب ۶۸ افراد پر مشتمل ہے۔ جس میں ابن العراقی نے پندرہ کا ابن الحلبی نے ۳۲ کا ابن حجر نے ۳۹ اسماء کا اضافہ کیا۔ الغرض علائی کی پوری کتاب کے افراد کی مجموعی تعداد ایک سو باون نفوس ہو گئے۔ سیوطی نے بھی ایک رسالہ اسماء مدلسین میں لکھا ہے۔

مخصوص کتابوں کے رجال

رجال البخاری لاحمد بن محمد الکلاباذی ولمحمد ابن داؤد الکردی، رجال مسلم لاحمد ابن علی المعروف بابن منجویہ ولاحمد ابن علی الاصبہانی محمد ابن طاہر المقدسی نے بخاری ومسلم کے مجموعی راویوں کو جمع کیا۔ گویا ابن منجویہ اور کلاباذی دونوں کی کتابیں ایک ساتھ جمع کر دیں۔ اور بہت عمدہ ترتیب سے جمع کیں۔ اور رجال استدراک بھی کرتے گئے ہیں۔ نیز ان دونوں کی کتابوں کو ہبۃ اللہ المعروف باللالکائی نے بھی جمع کیا ہے۔

ابوداؤد کے راویوں کو حسین ابن محمد الجبائی، موطا کے سیوطی، مشکوٰۃ کے خود اس کے مصنف محمد ابن عبداللہ الخطیب نے جمع کئے ہیں، اور مسند ابوحنیفہ موطا مالک، مسند شافعی، مسند احمد کے راویوں کو ابن حجر نے اکٹھا کیا ہے۔ اور سنن اربعہ، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ابوداؤد کے راویوں کو احمد ابن احمد ابن الکردی

Marfat.com

نے جمع کیا ہے۔ اور پوری صحاح ستہ کے رجال ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن مسرور الدمشقی نے اپنی کتاب الاکمال فی معرفۃ الرجال میں جمع کئے ہیں۔ اسکی تہذیب جمال الدین یوسف ابن الزکی المزی نے کی ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ جو تیرہ جلدوں میں منقسم ہے۔ اِس فن میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور اسی فن میں اکمال التھذیب لعمر ابن علی الملقن، زوائد الرجال علی تہذیب الکمال للسیوطی تہذیب کے بہت سے مختصرات جن میں کی ایک ذہبی کی کاشف بھی ہے۔ لکھی گئیں۔ ذہبی اپنی کاشف،، کے متعلق لکھتے ہیں۔ اس میں انہیں راویوں کے ذکر پر اکتفا کی گئی ہے۔ جو صحاح ستہ میں مذکور ہیں۔ اس کا اختصار مزی کی تہذیب الکمال سے کیا گیا ہے۔ اور صحیحین اور سُنن کے رجال کے علاوہ ان کی کتاب میں اور جتنے رواۃ تھے۔ ان سے کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اِس فن کی ایک اکمل کتاب ابن حجر کی تہذیب التہذیب ہے۔ ذہبی کی کاشف سے اِس کا مرتبہ بلند ہے۔ ابن حجر نے اِس میں اکثر رواۃ کا ترجمہ بڑھایا ہے۔ اور جس طرح اپنی تقریب التہذیب میں اختصار سے کام لیا ہے۔ بالکل اس کے برعکس یہاں پھیلاؤ وسعت دی ہے اور ہر راوی کے ترجمہ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور اسی فن میں ابو المحاسن الدمشقی نے ایک کتاب التذکرہ فی رجال العشرہ لکھی ہے۔

”وفیات المحدثین“

یوں تو علم رجال حدیث کے اکثر مصنفین رواۃ کے ترجمے کے ساتھ ان کے اموات کی تاریخیں بھی درج کرتے ہیں۔ لیکن علما کی ایک معتد بہ جماعت نے صرف وفیات میں کتابیں لکھی ہیں۔ ابو سلیمان محمد ابن عبد اللہ الحافظ نے سنہ ہجرت سے لیکر ۳۳۸ھ تک کے راویوں کے وفیات لکھے۔ پھر ابو محمد ابن عبد العزیز الکنانی الحافظ نے اِس کا ایک ذیل لکھا۔ پھر کتانی کی کتاب پر ھبۃ اللہ ابن احمد الاکفانی

Marfat.com

نے ایک مختصر ذیل لکھا۔ اور ۴۸۵ھ تک کے راویوں سے بحث کی۔ پھر اکفانی پر علی ابن مفضل المقدسی نے ذیل لکھا۔ اور ۵۸۱ھ تک پہنچے۔ پھر ابن مفضل کی کتاب پر عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری نے ایک بڑا ذیل تین جلدوں میں لکھا۔ جس کا نام التکملہ لوفیات النقلہ رکھا، پھر منذری کا ایک ذیل ان کے شاگرد عزالدین احمد ابن محمد نے کیا۔ اور ۶۷۴ھ تک کے راوی جمع کئے۔ پھر عزالدین کی کتاب کا ذیل احمد ابن ایبک الدمیاطی نے کیا۔ اور ۷۴۹ھ تک کے راوی جمع کئے۔ پھر ابن ایبک کے ذیل پر حافظ زین الدین عراقی نے ایک ذیل لکھا۔ اور یہ تمام تصنیفیں مہینوں اور سالوں کے اعتبار سے مرتب کی گئیں۔ حروف ہجا کی ترتیب پر نہیں لکھی گئیں۔ اور اس فن کی ایک کتاب تاریخ البرزالی بھی ہے۔ جس کا ذیل تقی الدین ابن رافع نے کیا ہے۔ اور ۷۳۷ھ سے لیکر ۷۷۴ھ تک کے رواۃ کے وفیات جمع کئے ہیں۔ پھر تقی الدین کے ذیل پر ابن حجر نے ایک دوسرا ذیل لکھا۔ نیز اس فن میں وفیات الشیوخ لمبارک ابن احمد الانصاری اور کتاب الوفیات لابراہیم ابن اسماعیل المعروف بالحبال بھی ہیں۔

اسماء کنیتیں اور لقبوں کی شناخت

رواۃ حدیث میں بہت ایسے ہیں۔ جو اپنے ناموں ہی سے مشہور ہیں۔ اور بہت ایسے ہیں۔ جو بجائے ناموں کے لقبوں اور کنیتوں سے مشہور ہیں۔ علماء نے دونوں طرح کے راویوں کے اسماء اور کنیتیں اور القاب لکھے ہیں۔ بعضوں نے صرف ان راویوں سے بحث کی۔ جو کنیت و لقب رکھتے ہیں۔ لیکن مشہور اپنے ناموں کے ساتھ ہیں۔ اور بعضوں نے ان کو جو لقب اور کنیتوں کے ساتھ مشہور ہوتے والوں کے اسما لکھے اس سے ان کا مقصود یہ تھا۔ کہ ایک راوی دوسرے کے ساتھ مشتبہ نہ ہوجائے۔ اور کسی ایک کا لقب یا کنیت دوسرے کے لئے علم نہ بنجائے

Marfat.com

کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ ثقہ کی تضعیف صادق کی تکذیب، غیر عدل کی تعدیل وغیرہ ہے
پہلی قسم میں علی ابن المدینی النسائی، حاکم، ابن عبد البر اور بہت سے محدثین
نے کتابیں لکھیں۔ ذہبی نے بھی کتاب المغنی فی سرد الاسماء والکنیٰ لکھا۔ یہ
اس فن کی بہترین کتاب ہے
دوسری قسم میں ابو حاتم ابن حبان البستی ابو بکر فلکی ابن الجوزی، ابن حجر
عسقلانی نے کتابیں لکھیں، ابو بکر فلکی کی کتاب کا نام منتہی الکمال ہے۔

موتلف، مختلف، متفق، مفترق اور مشتبہ اسماء و انساب کا بیان

سب سے پہلے ان اصطلاحات کی تعریف معلوم کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان باریک و دقیق فنون کے علم سے پہلے کتابوں کا علم بیکار ہے۔ اسماء و انساب میں بعض تو ایسے ہیں۔ جو کتابۃً متحد ہیں۔ لیکن تلفظاً مختلف جیسا سلام بتخفیف اللام اور سلّام بتشدید اللام، اسماء اور انساب کی اس صنف کا نام موتلف و مختلف ہے اور بعض ایسے ہیں۔ جو تلفظاً اور تکلماً دونوں حیثیتوں میں متحد ہیں۔ لیکن مسمی کے اعتبار سے مختلف، جیسے خلیل ابن احمد کہ یہ مختلف لوگوں کا نام ہے۔ اور اس صنف کا نام متفق اور مفترق ہے۔ ان کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ اسماء نطق اور خط دونوں میں متحد ہوں۔ لیکن آباء یا نسب کی حیثیت سے مختلف ہوں۔ یا اس کا عکس ہو۔ جیسے محمد ابن عقیل بکسر القاف اور محمد ابن عقیل بفتح القاف اور سریج ابن النعمان اور شریح ابن النعمان پہلا سین مہملہ اور جیم کے ساتھ اور

Marfat.com

اور دوسرا شین معجمہ اور حاء مہملہ کے ساتھ۔ لیکن اِن اقسام کی شناخت ذرا دُشوار ہے۔ علی ابن المدینی کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ تصحیف اسماء میں واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ چیز ایسی ہے۔ جس میں نہ تو قیاس چل سکتا ہے۔ اور نہ اس کے قبل یا بعد کوئی ایسی علامت ہوتی ہے۔ جس سے اس کا پتہ لگایا جا سکے دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں دو ذاتوں کے ایک ہوجانے کا گمان کیا جاتا ہے۔ جبکہ دونوں کے نام ایک ہوں۔ اور اِس صُورت سے راویوں میں خلط ہوجاتا ہے۔ محدثین نے ان میں کی ہر ایک قسم میں تصنیفیں کی ہیں۔ پہلی قسم میں ابو احمد العسکری نے ایک تصنیف کی۔ پھر عبد ابن سعید نے اس میں ایک کتاب لکھی۔ اور اُس کے دو جزء کیئے۔ ایک مشتبہ الاسماء میں اور دوسرا مشتبہ النسبۃ میں، اور ان کے شیخ دار قطنی نے بھی ایک جامع کتاب اِس فن میں لکھی ہے۔ پھر احمد ابن علی الخطیب نے ایک ذیل لکھا۔ جس کا نام موتلف فی تکملۃ المختلف رکھا۔ پھر ان تمام کا مجموعہ ابو نصر علی ابن ہبۃ اللہ ابن ماکولا نے کیا۔ اور اس کا نام الاکمال رکھا۔ اور اگلے مُصنّفین پر استدراک کرتے ہوئے اُن کے اوہام دفع کیئے۔ ان کی کتاب تمام کتابوں میں جامع ہے۔ اور تمام پچھلے محدثین کے لئے نمونہ عمل، پھر محمد ابن عبد الغنی المعروف با بن نقطۃ الحنبلی نے ایک ضخیم جلد میں اس پر استدراک کیا، اور ان کی فروگذاشت کو بتفصیل بیان کیا۔ پھر اِس کا ایک ذیل منصور ابن سلیم اور ابو محمد ابن علی الدمشقی نے کیا۔ اور ان دونوں کے ذیل پر علاء الدین مغلطائی نے ایک ذیل لکھا۔ لیکن اس کا اکثر حصّہ شعراء عرب کے اسماء و انساب پر مشتمل ہے۔ ذہبی نے بھی اس فن میں ایک کتاب لکھی۔ لیکن اِس میں غلطیاں کیں۔ اور اصل موضوع کے مخالف بھی بہت سی باتیں درج کردیں۔ غالباً یہ کتاب محض مسودہ ہی کی صُورت میں تھی۔ جس کی وہ تکمیل نہ کرسکے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی غلطیوں کو اپنی کتاب تبصیر المنتبہ۔ بتحریر المشتبہ میں واضح کیا۔ اور ذہبی نے جو کچھ چھوڑ دیا تھا یا جن سے وہ آگاہی

Marfat.com

نہ تھے۔ اُس کا اضافہ کیا۔ اور اسی فن میں یحیی ابن علی المصری المؤرخ، محمد ابن احمد الابیوردی اور عبدالرزاق المعروف بابن الفوطی، علی ابن عثمان المار دینی نے تصنیفیں کیں۔ عبدالرزاق کی کتاب کا نام تلقیح الافہام فی المؤتلف والمختلف ہے۔ اور دوسری اور تیسری قسم میں ابوبکر احمد ابن علی نے کتابیں لکھی ہیں۔ دُوسری قسم میں المتفق والمفترق کے نام سے اور تیسری میں تلخیص المتشابہ کے نام سے اور خود ہی اس کا ذیل لکھا ہے۔ جس میں اصل کتاب کی فروگذاشتیں درج کی ہیں۔ ان کی کتاب بڑی فائدہ مند ہے۔

"علم ناسخ الحدیث و منسوخہ"

حدیث جب معارضہ سے خالی ہو۔ تو اس کا نام محکم رکھا جاتا ہے۔ اور اگر اسی کے مثل کوئی دوسری معارض حدیث بھی ہو۔ تو اگر دونوں حدیثوں میں جمع ممکن ہو۔ تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں، اور اگر جمع ممکن نہ ہو۔ اور ایک کا دوسرے سے تاخر ثابت ہو گیا ہو۔ تو متاخر کو ناسخ اور متقدم کو منسُوخ کہتے ہیں۔

ناسخ و منسُوخ حدیثوں کی شناخت میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں احمد ابن اسحاق الدیناری محمد ابن بحر الاصبہانی، احمد ابن محمد النحاس، ابو محمد قاسم ابن اصبغ، محمد ابن عثمان المعروف بالجعد الشیبانی، ہبتہ اللہ سلامہ موسی ابن موسی الحازمی اِنکی کتاب کا نام الاعتبار فی ناسخ الحدیث و منسُوخہ ہے۔ ابو حفص کی کتاب کا اختصار ابراہیم ابن علی المعرُوف بابن عبدالحق نے ایک جلد میں کیا ہے۔ امام عبدالکریم ابن ہوازن القشیری نے بھی ایک کتاب اس فن میں لکھی ہے۔

Marfat.com

علم تلفیق الحدیث

اس علم میں دو حدیثوں کے باہم تناقض کو دفع کیا جاتا ہے۔ یا عام کو خاص بناکر یا مطلق کو مقید یا تعدد واقعہ پر محمول کر کے غرض تناقض دفع کرنے کی مختلف صورتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ایسی حدیثوں کو مختلف الحدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے اس فن میں امام محمد ابن ادریس الشافعی نے ایک کتاب لکھی۔ لیکن مختصر اور غیر مکمل پھر عبداللہ ابن مسلم المعروف بابن قتیبہ، ابو یحییٰ الساجی، طحاوی نے بھی اس میں کتابیں لکھیں۔ ابو الفرج ابن الجوزی نے بھی "التحقیق فی احادیث الخلاف" لکھا اس کا اختصار ابراہیم ابن علی ابن عبدالحق نے کیا۔

"علل الحدیث"

حدیث کی خرابیوں کی شناخت علم حدیث کے بہت دقیق اور باریک تر علموں میں سے ہے۔ اس لئے اس کا شمار حدیث کے شریف ترین قسموں میں ہے اس کی واقفیت ایسے اشخاص کو ہو سکتی ہے جنہیں خدا نے فہم ثاقب، حفظ واسع اور ایسی معرفہ تامہ و ملکہ قویہ عطا کیا ہو۔ جس سے وہ رواۃ کے مراتب کی شناخت کر سکیں۔ اور متون و اسانید کی صحیح جانچ حاصل ہو۔ اس فن کے مشکل ہونے کے سبب بہت کم شخصیتوں نے اس میں کتابیں لکھیں۔ علل حدیث کی تعریف یہ ہے۔ کہ حدیث میں ایسے پوشیدہ اسباب ہوں۔ جو حدیث میں قدح پیدا کر دیں۔ جیسے منقطع حدیثیں موصول بنجائیں۔ موقوف مرفوع ہو جائیں۔ یا ایک حدیث دوسری حدیث میں داخل ہو جائے۔ اسی قسم کی جتنی خرابیاں ہیں۔ سب حدیث کی صحت کے لئے مضر ہیں۔ اس فن میں علی ابن المدینی، ابن

Marfat.com

ابی حاتم دان کی کتاب بڑی بہتر کتاب ہے۔ امام مسلم امام ترمذی علی ابن عمر الدار قطنی، محمد ابن عبداللہ الحاکم، ابو علی، حسن محمد ابن الزجاجی ابن الجوزی وغیرہ نے کتابیں لکھی ہیں۔

علم مصطلح الحدیث

علوم حدیث و مصطلحات الحدیث پر غالباً جامع کتاب سب سے پہلے قاضی ابو محمد الرامہرمزی نے المحدّث الفاصل بین الراوی والسامع کے نام سے لکھی۔ ان کی کتاب اپنے زمانہ کی بہترین کتاب شمار کی گئی۔ اگرچہ تمام جزئیات پر یہ بھی حاوی نہ تھی۔ پھر علماء نے اس فن میں وسعت دینی شروع کی۔ اور پہلے پہل محمد ابن عبداللہ الحاکم النیشاپوری نے اس کی طرف توجہ کی۔ اور کتاب کو پچاس قسموں پر منقسم کیا۔ لیکن ترتیب و تہذیب نہ کر سکے۔ ابونعیم اصبہانی نے اس کا استدراک کیا۔ لیکن پیچھے آنے والوں کے لیئے انہوں نے بھی بہت کچھ چھوڑ دیا۔ ان کے بعد احمد ابن علی المعروف بالخطیب کا دور آیا۔ اور انہوں نے قوانین الروایۃ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام کفایۃ رکھا۔ اور ایک دوسری کتاب اداب میں جس کا نام الجامع لاداب الشیخ والسامع رکھا، علم حدیث میں شائد ہی کوئی ایسا فن باقی رہا ہو۔ جس میں خطیب نے کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ ابن نقطہ نے سچ کہا ہے۔ کہ خطیب کے بعد کے تمام محدثین اس کی کتاب کے خوشہ چین ہیں۔ اور ہر انصاف پسند شخص یہی کہیگا۔ لیکن خطیب کے بعد بھی اس علم کے حصہ دار باقی رہے۔ قاضی عیاض نے ایک بہتر کتاب لکھی۔ جس کا نام الماع رکھا۔ ابو حفص المیانجی نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی۔ جس کا نام مالا یسع المحدث جہالہ، رکھا۔ پھر حافظ ابو عمر عثمان ابن عبدالرحمٰن المعروف بابن الصلاح نے اپنی مشہور کتاب مقدمہ ابن الصلاح لکھی۔ جس میں پینسٹھ اصطلاحیں بیان کیں۔ (یعنی اصطلاحوں کی ۶۵ قسمیں) علمائے

Marfat.com

اس کتاب کی طرف پوری توجہ کی۔ کسی نے معارضہ کسی نے تائید کسی نے اختصار کسی نے شرح کسی نے استدراک۔ الغرض بڑی جماعت نے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھا ہے، امام نووی نے اپنی کتاب الارشاد میں اس کا اختصار کیا۔ پھر اپنی مختصر کا اختصار التقریب والتیسیر میں کیا۔ اور سیوطی نے اس کتاب کی ایک شرح تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی کے نام سے کی، یہ بہت اچھی شرح ہے اور حافظ زین الدین عبدالرحیم ابن حسین العراقی نے علوم ابن اصلاح کو اپنی کتاب الفیہ میں جمع کیا ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

یقول راجی ربہ المعتذر } اور ۷۶۸ھ میں اس کا اتمام کیا۔ اس کی ایک شرح
عبدالرحیم ابن الحسین الاثری } سخاوی نے فتح المغیث کے نام سے کیا۔ اسی طرح ابراہیم ابن عمر البقاعی نے اس کا ایک حاشیہ لکھا۔ جس کا نام النکت الوفیہ بما فی شرح الالفیہ رکھا۔ اس میں وہ باتیں لکھی ہیں۔ جن کا استفادہ اپنے استاذ ابن حجر سے کیا تھا۔ لیکن سوء اتفاق کہ نصف سے زیادہ کی شرح نہ کر سکے۔ ایک الفیہ سیوطی نے نظم میں لکھی ہے۔ جو بہت سے فوائد کا مجموعہ ہے۔ جس کے اشعار یہ ہیں۔

ھذہ الفیۃ تحکی الدرر فائقۃ الفیۃ العراقی
منطوقہ ضمنتہا علم الاثر فی الجمع والایجاز والاتساق

اور متنوں میں سب سے جامع متن نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر ہے۔ یہ ابن حجر کی کتاب ہے۔ مصنف نے خود اس کی ایک بہتر شرح بھی کی ہے۔ جس کا نام نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر رکھا ہے۔ اس کتاب پر بہت سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ اس فن میں نہائیت مبسوط کتاب ظفر الامانی مولفہ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی بھی ہے۔

Marfat.com

مخصوص کتابوں کی حدیثوں کی تخریج

۱۔ احادیث کشاف لجمال الدین محمد عبد اللہ الحنفی ،
۲۔ الفتح السماوی لتخریج احادیث البیضاوی للشیخ عبد الرؤف المناوی
۳۔ الطرق والوسائل الی معرفۃ خلاصہ الدلائل شرح مختصر قدوری فی فقۃ الحنفی لاحمد ابن عثمان الترکی۔
۴۔ تخریج احادیث الہدایہ (یہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے) محمد ابن عبد اللہ و لعبد اللہ ابن یوسف الزیلعی ،
۵۔ تخریج احادیث الشرح الکبیر فی فقہ الشافعی لسراج الدین عمر ابن علی المعروف بابن الملقن۔
۶۔ کتاب المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار لعبد الرحیم ابن الحسین العراقی۔ تخریج حدیث احیاء العلوم للعراقی۔
۷۔ ادراک الحقیقۃ فی تخریج احادیث الطریقۃ فی الموعظہ لعلی ابن حسن بن صدقہ المصری ثم الیمانی۔ اس کے علاوہ نور الانوار، شرح عقائد نسفی کے احادیث کی بھی تخریجیں ہیں۔

علم الاسناد

اسناد کا علم دنیا میں صرف مسلمانوں سے مخصوص ہے۔ اور واقعات کا سند مسلسل سے روایت کرنا یہ خاص انہیں کا امتیاز ہے۔ اس میں مراتب

Marfat.com

جرح و تعدیل کے علاوہ حسب ذیل باتوں کا جاننا بھی ضروری ہے۔(۱) نام و کنیت و لقب کی تحقیق مثلاً حضرت ابوہریرہ کا نام عبدشمس اور عبدالرحمٰن دونوں تھا۔ پہلا عہد جاہلیت کا اور دوسرا اسلام کا) اب کوئی واقعہ اگر دو روائیتوں سے مروی ہے۔ ایک میں نام اور دوسرے میں دوسرا، اگر واقف کار نہ ہو۔ تو دونوں کو دو مختلف شخصوں کا نام سمجھیگا۔ اسی طرح ابن جریج کی کنیت ابوالولید بھی تھی۔ اور ابوخالد بھی لقب کا بھی یہی حال ہے۔ معاویہ ابن عبدالکریم الضّال ایک بڑے مشہور محدّث تھے۔ جو شخص اسماء رجال کی کتابوں میں ان کے فضل کا حال پڑھیگا اور پھر ان کے لقب (ضال گمراہ) کو دیکھیگا۔ اُسے تعجب ہوگا۔ کہ ایک گمراہ کو حدیث سے کیا واسطہ۔ لیکن اگر اسے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ لوگ انہیں گمراہ (ضال) اس لئے کہا کرتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ کے راستہ میں وہ راہ بھول گئے تھے۔ تو یہ شبہ خود بخود دفع ہو جائیگا۔ کیونکہ گم شدہ کو عربی میں ضال کہتے ہیں۔

(۲) نسب اور پیشہ کی تحقیق، مثلاً ایک روائیت میں مذکور ہے۔ عن الربیع ابن انس عن انس اور دوسری میں عن عامر بن سعد عن سعد ناواقف سمجھینگے۔ کہ ربیع و عامر دونوں اپنے اپنے والد سے روائیت کر رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سعد اور انس اور شخصیتیں ہیں۔ بعض لوگوں کو شہرت عام نے باپ سے چھین کر اغیار سے منسوب کر دیا ہے۔ مقداد ابن الاسود کے والد عمرو تھے۔ اسود زہری نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے ان کو صرف متبنی کیا تھا۔ بعض لوگ ماں سے منسوب ہیں۔ مثلاً ابن عُلَیّہ ان کا نام اسماعیل ابن ابراہیم ابن مقسم تھا۔ عُلَیّہ اسماعیل مذکور کی ماں تھیں۔ امام شافعی جب ان کی حدیث روائیت کرتے۔ تو کہتے۔ (حدثنا اسمٰعیل الذی یقال لہ ابن علیہ) یعنی مجھ سے اس اسماعیل نے روائیت کی۔ جسے لوگ ابن علیہ کہتے ہیں۔

بعض لوگ دادا سے منسوب ہیں۔ ایک محدث کا لقب حذاء جوتی بیچنے والا تھا۔ حالانکہ خود یہ ان کا پیشہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اس گروہ کے خلط ملط کے سبب اُن

Marfat.com

نام سے مشہور ہو گئے۔

بعض لوگ دوسرے خاندان سے منسوب ہیں۔ مثلاً سلیمان تیمی کہ قبیلہ تیم سے نہ تھے۔ بلکہ ان سے کثرت ارتباط نے انہیں تیمی بنا دیا۔

۳۔ جرح سند کی تحقیق | مثلاً کتاب الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے صغدی کی توثیق کی ہے۔ اور ابن معین کا بھی یہی قول ہے۔ مگر تاریخ عقیلی میں اسکی حدیث کو موضوع بتایا گیا ہے۔ اور حقیقت میں دونوں باتیں صحیح ہیں۔ صغدی کے ثقہ ہونے میں کلام نہیں۔ لیکن عنبسہ ابن عبد الرحمن جو ان سے حدیث روایت کرتا ہے۔ ثقہ نہیں۔ اس لئے محدثین مجبور تھے۔ کہ صغدی کی عدالت سے فایدہ نہ اُٹھائیں۔

(۴) راوی کے سن ادا اور تحمل کی تحقیق، محدثین کی عادت تھی۔ کہ حلقہ درس میں لڑکے بھی حاضر ہوں۔ اور وہ بھی حدیثیں سنیں عام طلبا کی طرح ان کو بھی اجازہ ملتی تھی۔ اب یہ دقت پیش آئی کہ ان کی روائیتوں کی تقسیم عمر کے اعتبار سے کرنی چاہیئے۔ فرض کرو۔ زید نہائیت بزرگ ہے۔ اور اسکی عدالت عموماً ضرب المثل ہے۔ لیکن جو بات اس نے اپنے بچپن میں سنی تھی۔ اس کی صحت پر یقین کرنا مشکل ہے۔ ممکن ہے اس کے مطلب کو صحیح نہ سمجھا ہو۔ یا واقعہ کی خاص باتیں وہ اہم نہ سمجھتا ہو۔ اور اس لئے بیان بھی نہ کرے۔

(۵) سبب حدیث کی تحقیق۔

یعنی یہ بات کیوں کہی گئی۔ اور واقعہ کے خصوصیات کیا تھے۔ جن کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے یہ ہدائیت فرمائی۔ مثلاً حضرت ابوہریرہ سے روائت ہے کہ ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ (گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ تھا۔ کہ ایک کافر مرا تھا۔ اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گھر والے تو رو رہے ہیں۔ اور میت پر عذاب ہو رہا ہے۔ راوی نے تو اصل مفہوم کا خیال نہ کیا۔ اور

Marfat.com

صرف لفظاً روائیت کر دیا۔

سلسلہ اسناد میں اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں۔ جن کا جاننا بہت ضروری ہے۔ سخاوی نے ان کی ۸۰ سے زیادہ قسمیں قرار دی ہیں۔ اور ہر قسم کے متعلق اہل علم نے شرح و بسط کے ساتھ کتابیں تالیف کی ہیں۔ اور امام بخاری کے اس مشہور واقعہ بغداد میں اسی علم کا پہلو نظر آتا ہے۔ اس نوعیت کی ایک دوسری بحث یہ بھی ہے۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف کثیر در کثیر صحابہ و تابعین نے حدیثیں روائیت کی ہیں۔ لیکن کس سند کو اشرف و اعلیٰ کہا جا سکتا ہے۔ اس میں آئمہ حدیث کی مختلف رائیں ہیں۔ ابن صلاح محدث فرماتے ہیں۔ کہ محدثین اس مسئلہ میں بہت مضطرب ہیں۔ امام بخاری کا خیال ہے۔ اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ اور عبدالرزاق اور ابو بکر بن ابی شیبہ کا خیال ہے۔ کہ اصح الاسانید زہری عن علی بن الحسین، (یعنی امام زین العابدین) عن ابیہ (امام حسین علیہ السلام) عن جدہ (حضرت علی علیہ السلام) ہے۔ احمد و اسحاق کا خیال ہے۔ کہ زہری عن سالم عن عبداللہ ابن عمر عن عمر بن الخطاب اصح الاسانید ہے۔ عمرو ابن علی الفلاس، سلیمان ابن حرب علی بن المدینی کا قول ہے۔" اصح الاسناد محمد بن سیرین عن عبیدہ السلمانی عن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے لیکن علی بن المدینی نے اتنا اضافہ کیا۔ کہ اسی سند کو اگر محمد بن سیرین سے عبداللہ ابن عون روائیت کریں۔ تو یہ اصح الاسانید ہو گی۔ ابن معین کا خیال ہے۔ اصح الاسانید سلیمان ابن مہران الاعمش، عن ابراہیم بن یزید النخعی عن علقمہ عن عبداللہ ابن مسعود ہے۔ یہ ابن اصلاح کے اقوال تھے۔ لیکن زین الدین کا بیان ہے۔ کہ اس مسئلہ میں اور بہت سے اقوال ہیں۔ جن کو میں نے شرح الکبیر میں بیان کیا ہے۔ اور وہ بڑے فوائد پر مشتمل ہیں۔ جن کا جاننا اہل الحدیث کے لئے بہت ضروری ہے امام زین الدین کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ کسی ایک صحابی کی روائیت کو اصح الاسانید کہنا صحیح نہیں۔ اسی طرح حاکم کا بیان ہے۔ کہ کسی ایک صحابی کی روائیت کو اصح الاسانید

Marfat.com

کہنا صحیح نہیں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ کہتا ہوں۔ کہ اصح اسانید میں اہل البیت سلام اللہ علیہم کی سند ہے۔ جو حضرت جعفر صادق عن ابیہ (علی بن الحسین زین العابدین) عن جدہ (الحسین السبط) عن علی علیہ السلام بشرطیکہ حضرت امام جعفر صادق سے روایت کرنے والا ثقہ ہو۔ حضرت احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ یہ ایسی پاکیزہ سند ہے۔ کہ اگر مریض کو پلا دی جائے۔ تو اس کو شفا ہو جائے۔ اس کو منصور باللہ نے المجموع المنصوری میں روائیت کیا ہے۔ پھر حاکم فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی سندیں سب سے صحیح سند وہ ہے۔ جو اسمٰعیل بن خالد عن قیس ابن ابی حازم ہو۔ حضرت عمر کی سندوں میں سب سے زیادہ اصح وہ ہے۔ جو زہری عن سالم عن ابیہ عن جدہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ کی اصح سند زہری عن سعید ابن المسیب عن ابی ہریرہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی اصح سند سفیان الثوری عن منصور بن المعتمر عن ابراہیم النخعی عن علقمہ عن ابن مسعود ہے۔ انس ابن مالک کی اصح سند مالک عن الزہری عن انس اہل مکہ کی اصح سند ابن عیینہ عن عمر بن دینار عن جابر بن عبداللہ ہے۔ اہل یمن کی اصح سند معمر بن راشد الازدی عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہ ہے۔ اہل مصر کی اصح سند لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عقبۃ ابن عامر ہے۔ اہل شام کی اصح سند اوزاعی عن حسان بن عطیہ عن الصحابہ ہے۔ خراسین کی اصح سند حسین بن واقد عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ[1] ہے۔

---

[1] تنقیح الانظار للعلامۃ محمد ابن ابراہیم الوزیر فی اصول الحدیث قلمی۔

Marfat.com

"علم شرح الحدیث"

حدیث کے اس فروعی علم میں اربعین اور اربعین کی شرحیں بھی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ میری امت کے جس شخص نے چالیس حدیثیں یاد کرلیں۔ میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہونگا۔ اور ایک روائیت میں ہے کہ جس نے چالیس حدیثیں یاد کرلیں۔ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فقیہہ اور عالم ہوکر ملیگا۔ اور ایک روائیت میں ہے۔ کہ میری امت کا جو فرد چالیس حدیثیں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیئے حاصل کرے۔ اور اس سے لوگوں کو حلال وحرام کی تلقین کرے۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عالم اُٹھائیگا۔ اگرچہ بعضوں نے ان حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔

انہیں حدیثوں کے سبب علماء نے مختلف قسم کی چالیس حدیثیں جمع کیں۔ اور ان کی شرحیں لکھیں۔ جنمیں (شرح الاربعین) لابراہیم ابن حسن الربعی المالکی قاضی تونس المتوفی ۷۲۴ھ ذہبی نے ان سے کچھ تحصیل علم بھی کی ہے (شرح الاربعین لابن کمال باشا شمس الدین احمد ابن سلیمان المفتی المتوفی ۹۴۰ھ اس میں وہ چالیس جمع کی ہیں۔ جو مسجع اور جوامع الکلم سے متصف ہے ہیں۔

شرح الاربعین لابی بکر محمد ابن حسین الاجری الشافعی المتوفی ۳۶۰ھ شرح لاربعین لاسحاق القربانی المعروف بجالی خلیفہ المتوفی ۹۳۳ھ، شرح حدیث الاربعین لمولانا اسماعیل المتوفی ۱۰۴۲ھ اُنہوں نے اپنے مشرب کی چالیس حدیثیں جمع کیں۔ اور اس کی شرح لکھی۔ شرح الاربعین للتفتازانی المتوفی ۷۹۱ھ شرح

Marfat.com

(الاربعین) لعبد الرحمٰن للجامی یعنی شیخ نور الدین عبد الرحمٰن ابن احمد الجامی المتوفی ۸۹۸ھ فارسی میں اس کی شرح لکھی تھی۔ لیکن کسی دوسرے مُنصف نے اس کو ترکی میں منتقل کر دیا۔ شرح الاربعین للخاقانی ترکی نظم کے اندر یہ چالیس حدیثیں مع شرح لکھی تھیں۔ شرح الاربعین بسلامی ترکی، شرح الاربعین لجلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ شرح الاربعین للشیخ عبد القادر ابن اسید محمد ابن الشہیر بقضیب البیان المتوفی فی حدود ۱۰۴۰ھ کتاب کا نام کواکب الضوء رکھا۔ شرح الاربعین للشیخ صدر الدین محمد ابن اسحاق القونوی المتوفی ۶۷۲ھ جن جوامع الکلم حدیثوں سے احکام ثابت ہوتے تھے۔ ان میں کی چالیس حدیثیں جمع کیں۔ اور اُن کی شرح کی شرح (الاربعین فی الطب النبوی) لموفق الدین عبد اللطیف ابن یوسف الحکیم الفیلسوف البغدادی المتوفی ۶۲۹ھ نیز ابو العباس احمد ابن اسعد المعروف بابن العالمہ الدمشقی المتوفی ۶۵۲ھ نے بھی اُن حدیثوں کی شرح کی۔ جو طب نبوی سے متعلق تھیں۔ شرح (الاربعین القدسیہ) لحسین ابن احمد ابن محمد التبریزی اپنے مکہ، مصر، قدس، عراق وغیرہ کے قیام کے زمانہ میں بہت سے شیوخ سے حدیث قدسی سُنی تھی۔ ان کو جمع کر دیا۔ اور اس کی ایک شرح لکھی۔ کتاب کا نام مفتاح الکنوز و مصباح الرموز رکھا۔ شرح اربعین امام نووی۔ شرح اربعین ابن حجر مکی جو نہایت ہی مبسوط اور مفید ہے۔ رحمۃ المحدثین ترجمہ اربعین مولانا حکیم سید حفاظت حسین پھلواروی"

"علم موضوعات الحدیث"

یہ علم بھی فن حدیث کے بہت اہم علموں میں ہے۔ اور محدثین نے حدیث کی دوسری شاخوں کی طرح اس کی طرف بھی پوری توجہ کی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے دور کے بعد جب حدیث کی اشاعت بڑی کثرت سے ہونے لگی۔ اور ہر شخص بجائے خود ایک بڑا محدث و فقیہہ نظر آنے لگا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ حدیثوں کا خلط ملط اور حدیثوں کی وضع تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو۔ کہ جو سرزمین صحیح ترین احادیث رسول صلعم کی مرکز تھی۔ وہیں کے بسنے والوں میں رسول کی طرف جھوٹی حدیث کے منسوب کرنے والے بھی موجود تھے۔ چنانچہ مدینہ جو احادیث و آثار کا مرکز تھا۔ وہاں ابن ابی یحییٰ جیسا کذاب واضع حدیث بھی تھا۔ اور کوفہ جو احادیث رسول و سیرت پیمبر کا معدن تھا۔ اور بقول اجل آئمہ حدیث، اور خصوصاً حبر امت حضرت عبداللہ ابن عباس حدیث کی بڑی تعلیم گاہ تھی۔ وہاں ابن ابی العوجا جیسا واضع حدیث بھی متوطن تھا۔ محدثین کا بیان[1] ہے۔ کہ اس وقت کی اسلامی دنیا میں چار آدمی خصوصیت کے ساتھ اس کام کے لئے مطعون تھے۔ ابن ابی یحییٰ مدینہ میں حضرت واقدی[2] بغداد میں مقاتل ابن سلیمان خراسان میں محمد ابن سعید شام میں ان کا کام یہی تھا۔ کہ رات دن وہ اس زمانہ کے بعض اہم اغراض کی بنا پر اس شغل میں رہیں۔ اور اپنی دنیا و عاقبت خراب کریں۔ اور ان کے علاوہ احمد جوئباری ابن عکاشہ کرمانی ابن تیمم فریابی تھے۔ جن کے متعلق سہل ابن السری کا بیان ہے۔

[1] کتاب الضعفا للنسائی [2] اگرچہ واقدی کے متعلق بعض نقادان فن کا خیال یہ ہے۔ لیکن دوسری طرف ایک بڑی جماعت اس کے ثقہ ہونے کی قائل ہے۔ اور خود طبقات ابن سعد اور دیگر کتب سیر کے اندر اجل محدثین سے اقوال اس کی تعدیل کے متعلق موجود ہیں۔ اور ملا عبدالحی انصاری نے سعایہ میں ان کی کے متعلق تمام اقوال جمع کئے ہیں۔ اور خود بھی واقدی کی توثیق میں ابن سیدالناس محدث کے ہم خیال ہیں۔

Marfat.com

کہ اُنہوں نے دس ہزار حدیثیں وضع کی تھیں۔ (ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ طبع مصر۔) بایں ہمہ محدثین نے ایسے تمام لوگوں کی بیخوف وخطر تشہیر کر دی تھی۔ اور اُن کا کذب چھپ نہ سکا تھا۔ اور طبقات کی کتابوں میں علانیہ ان کے معائب ظاہر کر دئے۔ اور مسلمانوں کی تنبیہ کر دی گئی۔ چنانچہ خلیفہ ابوجعفر منصور کے عہد میں کوفہ میں ابن ابی العوجاء جس کا اصلی نام عبدالکریم تھا۔ ۱۵۵ھ کا واقعہ ہے۔ کہ محمد بن سلیمان ابن علی گورنر کوفہ کو اس کے چال وچلن کے متعلق کچھ شبہ پیدا ہؤا۔ تحقیقات کی تو معلوم ہؤا۔ حدیث وضع کرنے میں خاص مہارت رکھتا ہے۔ گرفتار کیا گیا۔ لیکن ایک ایسے شخص کی تعزیر جو صاحب اثر ودولتمند ہو۔ عوام میں اُس کے تقدس کا شہرہ ہو۔ خلیفہ کا مُقرب اور مشہور امیر عرب معن ابن زائدہ شیبانی کا قریبی عزیز ہو۔ آسان نہ تھی۔ بایں ہمہ محمد بن سلیمان نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور مختلف موانعات کے باوجود بھی اِسے قتل کر ڈالا۔ خلیفہ کا حکم امتناعی آیا۔ تو محمد ابن سلیمان نے ابن ابی العوجا کا سر ایلچی کے قدموں پر ڈال دیا۔ اور کہا یہ تو اس کا سر ہے۔ اور جثہ غلاظت گاہ کے پاس بر سر دار ہے۔ جاؤ۔ امیرالمومنین سے کہدو۔ اور لطیفہ یہ ہے۔ کہ ابن ابی العوجا کو جب اپنے قتل کا یقین ہو گیا۔ تو اس نے جل کر کہا۔

اما واللہ لئن قتلمتونی لقد وضعت اربعۃ الاف حدیث احرم فیھا الحلال واحل فیھا الحرام واللہ لقد افطرتکم فی یوم صومکم وصومتکم فی یوم فطرکم۔

یعنی خدا کی قسم اگر تم مجھے قتل ہی کر رہے ہو۔ تو لو سنو۔ کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔ اور بہت سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا چکا ہوں۔ اور بہت سے روزے کے دنوں میں افطار کرایا۔ اور افطار کے دنوں میں روزے رکھوائے۔ طبری جلد ۹ صفحہ ۲۸۷ کامل ابن الاثیر جلد ۶ صفحہ ۳ ذکر حوادث ۱۵۵ھ

یہی وجوہات تھے۔ جنہوں نے محدثین کرام کو اس فن خاص کی طرف بہت مائل کر دیا تھا۔ اور بات یہ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی ومذہبی

Marfat.com

تعلیمات کا بیشتر انحصار انہیں حدیثوں پر تھا۔ اِس لئے اسکی بڑی چھان بین کی جاتی تھی۔ اور تحقیقات سے جس شخص کے متعلق یہ ثابت ہو جاتا۔ تمام مسلمان اِس کے دشمن ہو جاتے۔ اور پھر کوئی طاقت بھی اُسے محفوظ نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ مسلمان اگر اس تشدد کے ساتھ حدیث کی حفاظت نہ کی ہوتی تو آج حدیث کی ساری کتابوں کی وقعت متی اور یوحنا کی داستانوں سے زیادہ نہ ہوتی۔ اور میں تو کہوں گا۔ کہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ کہ ایسے لوگ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے حدیث کے کھرے کو کھوٹے سے ممتاز فرمایا ورنہ ان ملے ہوئے جھوٹے اور سچے موتیوں کی تمیز دنیا کی بڑی سے بڑی ناقد ہستی کے لئے بھی بڑا ہی دشوار تھا۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بات بھی غور کے لائق ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ہی دنوں کے بعد آخر اس طرح حدیثوں کے وضع کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور کیوں کر یہ سلسلہ خیر القرون ہی میں اس قدر وسعت پا گیا۔ اصل یہ ہے۔ کہ ہر دور میں مختلف جماعتیں اور افراد ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا ذہن کسی نہ کسی خاص مقصد کے ماتحت کام کرتا رہتا ہے۔ اسلام میں فتنے کی ابتداء حضرت عمرؓ کے بعد سے ہوتی ہے۔ اور یہی زمانہ ہوتا ہے جبکہ ہر قسم کی رطب و یابس حدیثیں عالم وجود میں آتی ہیں۔ کہیں تو بنی اُمیہ کے مناقب کی داستانیں ہوتی ہیں۔ اور کہیں دیگر صحابہ اور اہل بیت کے مناقب ہوتے ہیں۔ اور ہر گروہ اپنے خود ساختہ فضائل منوانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب کر دیتا ہے۔ اکثر بنی امیہ جو اخلاقی و عملی حالت کے لحاظ سے بہت زیادہ گرے ہوئے تھے۔ اور پھر ان میں کا بڑا گروہ وہ تھا۔ جو سابقون الاولون کی صف میں کسی طرح نہیں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ اِس کو اِس قسم کی روایتوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسی تلوار تھی۔ جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے افراد کے لئے سب سے زیادہ لائق تسلیم یہی بات تھی۔ جو اِس شکل میں پیش کی جا رہی تھی، چنانچہ بنی اُمیہ کے

Marfat.com

دور میں ان کے افراد کے لئے بہتیری حدیثیں وضع کی گئیں۔ اسی طرح بعض نادان دوستوں نے ان کے مقابلہ میں اہلبیت طاہرین کے مناقب میں بھی حدیثیں گڑھیں اور پھر یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے اس قدر عام ہوگیا۔ کہ اُمرا و سلاطین کے حواشی محض خلفا کو خوش کرنے کیلئے اکثر حدیثیں وضع کر دیا کرتے۔ لیکن خلفاء اسلام ہرگز ان کی اس روش سے خوش نہ ہوتے۔ اور نہ حدیثیں ان کے اشارے سے وضع کی جاتی تھیں۔ چنانچہ حاکم کی ایک روائیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقع پر خلیفۃ المہدی عباسی سے کہا تھا۔ کہ اگر تمہاری خواہش ہو۔ تو میں تمہارے لئے کوئی حدیث وضع کروں۔ خلیفہ نے منع کیا۔ اسی طرح مُلا علی قاری نے موضوعات کبیر کے دیباچہ میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔ کہ ہارون الرشید کے پاس ایک واضع حدیث لایا گیا۔ ہاروں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس بے دین نے کہا۔ کہ میں قتل تو کیا جاؤنگا۔ لیکن وہ چار ہزار حدیثیں کہاں جائینگی۔ جنہیں میں نے بنایا ہے۔ اور وہ لوگوں میں پھیل چکی ہیں۔ خلیفہ نے جواب دیا۔ تجھ کو عبداللہ ابن المبارک اور ابواسحاق فزاری کا بھی علم ہے۔ کہ وہ دونوں موضوعات کی چھان بین کر رہے ہیں۔ اور وہ اس کا ایک ایک حرف حدیث کے مقدس مجموعہ سے نکال پھینکیں گے۔ لیکن سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہ تھا۔ کہ مذاہب اور راویوں کے اختلاف کے موقع پر بھی یہ بُری سنت جاری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اکثر یہی ہوا کیا۔ کہ اشخاص نے ایک مذہبی نظریہ قائم کیا۔ اور اس کے متعلق ایک حدیث گڑھ دی۔ چنانچہ حاکم نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ محمد بن القاسم رئیس مرجیۂ اپنے مذہب کی تائید میں حدیثیں وضع کرتا تھا۔ کان یضع الحدیث علی مذھبھم وتدریب اسی طرح اکثر یہ ہوُا۔ کہ بعض خاص شخصیتیں جنہیں کسی خاص امام یا عالم سے رشک وحسد رہا۔ تو انہوں نے اس کے مذہب مٹانے کے لئے حدیثیں یا قرآن کریم کی غیر ماثور و مسموع تفسیر کردی۔ حاکم نے ابوالعمار المروزی سے نقل کیا ہے۔ کہ ابوعصمت نوح ابن ابی مریم سے کہا گیا۔ کہ تم عکرمہ عن ابن عباس

Marfat.com

قرآن کے ایسے فضائل بیان کرتے ہو۔ جو ابن عباس کے اور شاگردوں سے منقول نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ بات یہ ہے۔ کہ لوگوں نے قرآن چھوڑ کر ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی مغازی کو اختیار کر لیا ہے۔ اس لئے میں نے یہ فضائل کی حدیث وضع کی۔ کہ لوگ ان دونوں کو چھوڑ دیں۔ الغرض مختلف اغراض اور سیاسی حالات کے ماتحت حدیثوں کا وضع کرنا یہ ایک سنت جاریہ ہو گئی، اور ہر وہ بات جسے قوم میں وقیع اور لائق اعتبار بنانا ہوا اس کے لئے ایک حدیث بنا دینا معمولی کام ہو گیا۔ دین کی تحریص دلاتی ہوئی لوگوں کو جنت دوزخ کی نیرنگیاں دکھائی ہوئیں۔ ان کے لئے ایک روائیت بنا ڈال۔ اس لئے جہاں کہیں بھی تم فضائل اعمال، فضائل سور وغیرہ کی حدیثیں پاؤ گے۔ ان کا منبع بیشتر غلط ہوگا۔ سب سے زیادہ بدقسمتی یہ تھی۔ کہ بعض جماعتوں میں یہ عقیدہ قایم ہو گیا تھا۔ کہ دین کی تحریص کے لئے حدیثیں وضع کی جا سکتی ہیں۔ اور یہ ایک محمود فعل ہے۔ اس چیز کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں سمجھنا چاہئے۔ کہ وضع حدیث کے مختلف اسباب پیدا ہوئے۔ پہلا سبب بعض جماعتوں نے زہد و ریاضت کو اپنا شعار بنایا۔ اور وہ یہاں تک غالب ہوئی۔ کہ حفظ حدیث کی طرف سے وہ غافل ہو گئے۔ اور صحیح و غیر صحیح کی شناخت نہ کر سکے۔ پھر اگر ان کے پاس کوئی مسودہ تھا۔ تو وہ ضائع ہو گیا۔ اور محض اپنے حفظ کے اعتماد پر روائیت کشی کی۔ دوسرا سبب، بعض افراد ایسے تھے۔ جنہوں نے حدیثیں تو روائیت کرنا شروع کیں۔ لیکن وہ علم نقل کے ماہر نہ تھے۔ اس لئے ان سے خطائیں بہت ہوئیں۔ اور بری طرح ہوئیں۔ تیسرا سبب ثقات کی ایک جماعت جو آخر عمر میں حواس باختہ ہو گئی۔ اور اس کی دماغی قوت زائل ہو گئی۔ ان کی روائیتوں میں خلط ہو گیا۔ اور جھوٹ سچ مل گئے۔ چوتھا سبب، کچھ جماعتیں جو غافل اور متساہل تھیں۔ انہوں نے محض تلقینی طور پہ حدیثیں روائیت کیں اس لئے وہ صحت کے مرتبہ سے گر گئیں۔ پانچواں سبب، کچھ لوگوں نے

Marfat.com

جھوٹی حدیثیں اس طرح بیان کیں۔ کہ انہیں اسکی صداقت کا یقین تھا۔ اور چونکہ وہ ان کو صحیح سمجھتے تھے۔ اس لئے پوری کوشش کے ساتھ اسکی روائیت و اشاعت بھی کرتے تھے۔ چھٹا سبب بعض افراد نے عمداً کاذبین و ضعفا سے سے روائیتیں کیں۔ اور اُن کے ناموں کو (اصل معاملہ کے اخفا کے لئے) چھپایا اِس لئے کذب اُن سے صادر ہوا۔ اور ترویج ان سے ہوئی، ساتواں سبب بعض افراد نے عمداً کا ذبین و ضعفا سے روائیتیں کیں۔ اور ان کے ناموں کو اصل معاملہ کے اخفا کے لئے چھپایا۔ اس لئے کذب اُن سے صادر ہُوا۔ اور ترویج ان سے ہوئی۔ ساتواں سبب بعض افراد نے عمداً جان بُوجھ کر جھوٹی حدیثیں روائیت کیں۔ اِن میں بعض تو ایسے تھے۔ جنہوں نے اسناد میں جھُوٹ اختیار کیا۔ یعنی ایسے لوگوں سے روائیت کی۔ جن سے سُنا نہیں تھا۔ اور بعضوں نے دوسروں کی روائیت کی ہوئی حدیث چرالی۔ اور اپنے نام سے موسوم کر دی اور بعضوں نے خود اپنے دل سے حدیث گڑھ لی، پھر وضاعین کی بھی مختلف اغراض و مقاصد کے ماتحت چند قسمیں ہیں۔

اول:۔ زندیق کہ انھوں نے شریعت اسلامیہ کو باطل کرنے اور امت اسلامیہ کو ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کرنے کے لئے ایسا کیا۔ جیسا کہ عبدالکریم ابن ابی العوجا نے اپنے قتل کئے جانے کے وقت کہا۔ کہ واللہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کیں۔ کہ جس میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔ جعفر بن سلیمان کی روائیت ہے۔ کہ خلیفہ مہدی ان سے بیان کرتے تھے۔ کہ ایک زندیق نے مجھ سے کہا۔ کہ واللہ میں نے چار ہزار ایسی حدیثیں وضع کی ہیں۔ جو اس وقت لوگوں کے اعمال و افعال میں رائج ہیں۔ حماد بن زید کا بیان ہے۔ کہ زنادقہ نے آٹھ ہزار حدیثیں وضع کی ہیں

دوم: کچھ جماعت نے اپنے مذہب کی تائید و نصرت کے لئے حدیثیں وضع کیں۔ اور یہ بات سالمیہ کے متعلق کہی جاتی ہے۔ چنانچہ عبداللہ ابن

Marfat.com

یزید المقری سے روائت ہے۔ کہ ایک بدعتی جب تائب ہؤا۔ تو اس نے کہا۔ دیکھو فلاں قسم کی خاص خاص حدیثوں کو ان کے جاننے والوں سے لیا کرو۔ کیونکہ ہم لوگ جب بعض راویوں کو پسند کرتے تھے۔ تو اسے حدیث بنا لیا کرتے تھے۔ ابن لہیعہ کا بیان ہے۔ کہ ایک خارجی نے جب اپنے عقائد سے توبہ کی۔ تو کہا۔ کہ ہم لوگ جب کسی بات کو پسند کرتے تھے۔ تو اسے حدیث بنا لیتے تھے۔ اس لئے حدیثوں کو خوب غور و فکر کے بعد حاصل کرو۔ کیونکہ یہ جُزو دین ہیں۔ اور حماد ابن سلمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک رافضی نے بھی توبہ کے بعد یہی کہا کہ ہم اپنی رایوں کے مطابق حدیثیں بنا لیا کرتے تھے۔ تم لوگ ہر حدیث نہ قبول کرو۔ ابو عبداللہ الحاکم کا بیان ہے۔ کہ محمد بن القاسم رئیس مرجیۂ اپنے مذہب کی تائید میں حدیثیں وضع کرتا تھا۔

سوم ایک جماعت ایسی تھی۔ جو ترغیب و ترتیب کے لئے حدیثیں وضع کرتی تھی۔ کہ لوگ عبادات میں مشغول ہوں۔ اور برائیوں کو ترک کریں۔ اور غالباً دن رات کی یہ ساری غیر مشروع عبادت و نوافل کی حدیثیں انہیں حضرات کی وضع کردہ ہیں۔ ابو عبداللہ نہاوندی کا بیان ہے۔ کہ میں نے خلیل کے غلام سے پوچھا۔ یہ رقاق کی حدیثیں تم کہاں سے بیان کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ میں نے یہ حدیثیں وضع کی ہیں۔ اور اس سے مقصود لوگوں میں خشیت الٰہی کا پیدا کرنا ہے۔ محمد بن عیسیٰ الطباع کی روائت ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے ابن مہدی کو میسرہ سے یہ کہتے سُنا۔ کہ تم فضائل سُور کی اتنی حدیثیں کہاں سے بیان کرتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں نے لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے انہیں وضع کیا ہے۔

چہارم:۔ کچھ لوگوں نے ہر اچھی بات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سند کر دینا۔ جائز کر دیا۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ ہر حسن امر شرعی ہے۔ اس لئے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حالانکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل

Marfat.com

بیشک حسن ہے۔ لیکن ہر حسن قول و عمل۔ قول و فعل رسُول نہیں۔ اس صورت میں ہر امر کا آپ کی طرف منسوب کیا جانا صریح جھوٹ ہوگا۔

پنجم:۔ بعض حضرات نے دنیاوی اغراض کے ماتحت بھی وضع حدیث کی۔ مثلاً سلاطین کی قربت اور ان میں اثر و رسوخ پیدا کرنا۔ جیسا کہ غیاث ابن ابراہیم کے متعلق منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ وہ خلیفہ مہدی عباسی سے ملنے گیا۔ تو اُن کو کبوتروں کا شائق پایا۔ کسی نے اس سے کہا۔ خلیفہ وقت کو بھی حدیثیں سنائیے۔ اُس نے ایک حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مسابقت سوا ان چند چیزوں۔ تیر بازی، اونٹ گھوڑے اور پرندوں کے کسی میں جائز نہیں۔ اس میں پرندے کا لفظ صرف مہدی عباسی کی خوشنودی کے لئے وضع کیا گیا۔ خلیفہ خود ذی علم تھا۔ وہ فوراً سمجھ گیا۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا۔ اور کہا میں ہی اس کے جھوٹ کا سبب ہُوا۔ کیونکہ اس نے کبوتروں سے میری محبت دیکھ کر یہ ٹکڑا وضع کیا ہے پھر کچھ کبوتر ذبح کرا لئے۔ اور کچھ آزاد کر دیئے۔

ششم:۔ کچھ لوگ ایسے تھے۔ جن کو تعصب مذہبی نے وضع حدیث پر مجبور کیا۔ جیسا ماموں ہروی نے یہ حدیث وضع کی۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص نماز میں رفع یدین کرے۔ اس کی نماز باطل ہے۔ یا جو شخص نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے۔ اس کی نماز باطل ہے۔

ہفتم:۔ کچھ لوگوں نے وضع حدیث بعض اشخاص کی بیجا محبت اور بیجا بُغض کی وجہ سے کیا۔ جیسا کہ مناقب اہل بیت اور خلفاء راشدین کی تنقیص میں لوگوں نے حدیثیں وضع کیں۔ یا جیسا کہ بنی امیہ نے اپنی مدح اور اہل بیت کی تنقیص کیا۔ یا جیسے حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابوحنیفہ کی جھوٹی مدحوں میں حدیثیں وضع کی گئیں۔ حالانکہ ان کے سچے مناقب ان کے اظہار فضائل کے لئے کیا کم تھے۔

ہشتم:۔ کچھ جماعتوں نے حدیثیں اس لئے وضع کیں۔ کہ ان سے نئے عجیب

Marfat.com

معلومات کا اضافہ ہو۔ اور عوام کے دلوں میں ان کی علم دانی کا سکہ بیٹھے۔ اور یہ جاہل واعظ اور ناسمجھ مقرروں کا کام تھا۔ کہ لوگوں کو جنت دوزخ کے جھوٹے قصے اور معراج کے جھوٹے دل خوش کن واقعات سُنایا کرتے تھے۔ حالانکہ علم وفضل سے کوسوں دور رہتے تھے

حدیث موضوع کی پوری بحث معلوم کر لینے کے بعد اس فن کی کتابوں کی طرف آنا چاہیئے اس فن کی سب سے بڑی کتاب موضوعات الکبری ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے مصنف نے اس کے شروع میں چار باب قائم کئے ہیں۔ پہلا جھوٹ کی برائی میں دوسرا حدیث من کذب علی متعمدا الخ کے بیان میں تیسرا اس بات کے بیان میں کہ رجال کا نقد بہت ضروری چیز ہے۔ اور چوتھا کتاب کے دیگر مطالب میں یہ کتاب درحقیقت پچاس کتاب کے مطالب کا نچوڑ ہے۔ اسکے مصنف دنیائے اسلام کے مشہور عالم و محدث اور عجوبہ روزگار واعظ علامہ ابن الجوزی ہیں۔ اپنے نزدیک ابن جوزی نے ساری موضوع حدیثوں کو اس میں اکٹھا کیا ہے۔ لیکن ابن صلاح جیسے فرزانہ محدث اور ان کے متبعین کا خیال ہے کہ ابن جوزی کی یہ کتاب بہت ایسی احادیث کو بھی موضوع ٹھہراتی ہے۔ جو ضعیف اور بعض حیثیتوں سے حسن کا درجہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ اپنی الفیہ کے بعض اشعار میں اس کا اظہار بھی کیا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب القول المسدد عن مسند احمد میں ان حدیثوں کو جمع کیا ہے۔ جو مسند میں تھیں۔ لیکن ابن جوزی نے انہیں اپنی کتاب میں موضوع ٹھہرا دیا تھا۔ اور مزید براں ابن جوزی نے بعض ایسی حدیثیں موضوع قرار دیدیں۔ جن کی تخریج مسلم نے کی تھی۔ سخاوی نے لکھا ہے کہ ابن الجوزی نے اپنی شدت میں آکر بعض صحیحین کی حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر وغیرہ کا خیال ہے۔ کہ ابن جوزی کی یہ بہت بڑی غلطی اور جرأت ہے۔ جس کا انہوں نے اپنی کتاب میں ارتکاب کیا ہے انہیں خرابیوں کو ملحوظ رکھکر ابن حجر نے ان کی موضوعات کی تحقیق میں ایک کتاب

ملہ الآثار المرفوعہ فیما یتعلق بالاحادیث الموضوعہ لمولانا عبدالحی الفرنگی محلی الانصاری

لکھی۔ اور جلال الدین سیوطی نے انکی موضوعات کی وہ سب حدیثیں ایک جگہ جمع کر دیں۔ جو حقیقتاً موضوع نہ تھیں۔ اور جن میں کی اکثر سنن اربعہ اور مستدرک حاکم میں موجود تھیں۔ اور اس کا نام ۲ لتعقبات البدیعات علی الموضوعات رکھا۔ اور اس کے بعد پھر اسی کتاب کی تلخیص بعض دیگر اضافوں اور تنقیدوں کے ساتھ کی۔ اور اس کا نام اللالی المصنوعہ فی الاخبار الموضوعہ رکھا۔

اسی لئے علماء اسلام میں اکثر کا خیال ہے۔ کہ ابن جوزی نے اپنی یہ موضوعات لکھ کر اپنی شدت کو پورا آشکارا کیا۔ اور اس خاص امر میں چند مخصوص علماء ہیں۔ جن کی رائیں حدیث کی صحت وسقم میں بغیر غور وفکر کے قبول نہ کرنا چاہئے ابن جوزی، صنعانی، جوزقانی مجدالدین فیروزابادی علامہ ابن تیمہ یہ ہستیاں باتفاق علماء امت متشددین فی الروائتہ میں ہیں۔ اور بے دھڑک جس حدیث کو چاہتے ہیں۔ ضعیف اور موضوع بنا دیتے ہیں۔ ابن جوزی کی شدت کا پتہ تو اُن کے موضوعات سے لگا۔ اور جورقانی کا ان کی اباطیل سے باقی رہے۔ ابن تیمیہ یا مجدالدین فیروزآبادی صاحب قاموس وسفرالعادۃ وغیرہ تو ان کی ساری تصنیفیں اس پر دال ہیں۔ اور یہی حضرات ہیں۔ جنہوں نے رد شمس اور حدیث ثقلین جیسی حدیثوں کو موضوع ٹھہرایا ہے۔

ابن جوزی کی موضوعات کے علاوہ موضوعات ابن عبدالبر، موضوعات ملا علی قاری (المصنوع فی احادیث الموضوع) موضوعات سخاوی، موضوعات شاگرد سخاوی قلمی تمیز ۲ لطیب من ۲ لخبیث ،، یہ کتاب میرے ذاتی کتبخانہ میں موجود ہے۔ موضوعات شوکانی، موضوعات مولانا عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ بھی فن کی اس خاص شق میں لکھی گئی ہیں۔ اور ان کے اندر وہی حدیثیں درج ہیں۔ جن کی نسبت موضوع ہونے کا شبہ یا یقین تھا۔ اگلے محدثین اس خاص فن میں اتنی احتیاط کرتے۔ کہ جس راوی کے متعلق وضع حدیث کا ذرا بھی شک ہوتا پھر تمام عمر کے لئے اسکی ساری روائتیں مردود تھیں۔ نیز جلال الدین سیوطی

Marfat.com

نے ایک اور چھوٹا سا رسالہ اِس فن میں لکھا ہے۔ جس کا نام وارنشرہ ہے اور یہ بھی میرے کتب خانہ میں قلمی موجود ہے۔ اور موجودہ دور سے کچھ پہلے ہندوستان کے مشہور عالم مولانا انوار اللہ حیدرآبادی مرحوم نے بھی بایماء حضرت حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ ایک رسالہ موضوع احادیث کی شناخت میں لکھا ہے۔ جس کا نام الکلام المرفوع فیما یتعلق بالاحادیث الموضوع رکھا ہے۔ یہ رسالہ بھی چھپ گیا ہے۔

تمام شُد

(نگینہ پریس لاہور باہتمام محمد حسین دردی پرنٹر چھپواکر مولانا نصیر الدین پبلشر نے شاہی مسجد سے شائع کیا)

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY, ARABIC SECTION

Marfat.com

چند مفید کتب

شفاء السقام کا اُردو ترجمہ

شیخ الاسلام علامہ تقی الدین سبکی کی معرکۃ الآرا کتاب شفاء السقام فی زیارت خیر الانام کا تصوف اور علمی دُنیا میں جو مرتبہ ہے۔ وہ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ ایک عرصہ سے اِس کتاب کے اُردو ترجمہ کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ الحمد للہ کہ یہ بڑا کام بڑی خوبی کیساتھ پُورا ہو گیا۔ ترجمہ کیساتھ ساتھ مصنف علام کے سوانح حیات اور ایک مبسوط دیباچہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ علامہ سُبکی نے درحقیقت یہ تصنیف علامہ ابن تیمیہ کے بعض نرالے معتقدات کے تردید میں لکھی ہے۔ جن مسائل میں اِس کتاب کے اندر خاص طور پر بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض سے خود شیخ ابن تیمیہ کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔ زیارت قبور، استمداد توسل، تشفع، حیات انبیاء و شہداء، مقام محمود، اقسام شفاعت ادعیہ ماثورہ وغیرہ اتنے مواد یکجا اِس کتاب کے سوا دوسری جگہ نہیں مل سکتے ہیں، ترجمہ کی زبان بہت سلیس ہے۔ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ اور اب بہت کم نسخے رہ گئے ہیں۔ علم دوست حضرات کو جلد از جلد متوجہ ہونا چاہئے۔ نیز بک ایجنسیاں بھی جلد اسکی طرف متوجہ ہوں۔ اور حضرت مولانا سے اس کی دوسری ایڈیشن کے متعلق گفتگو کریں۔ قیمت ایک روپیہ

حیات احمد بن حنبل رح

دنیائے اسلام جن چار اماموں کی نام لیوا ہیں۔ ان میں ایک حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اُردو زبان میں ابتک حضرت امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی رح کے حالات زندگی آچکے ہیں۔ لیکن حضرت امام احمد رح کی کوئی سوانحعمری نہیں لکھی گئی۔ بڑی ضرورت تھی کہ حضرت امام احمد رح کے حالات زندگی بھی اُردو کا جامہ پہن لیں۔ اس کتاب میں امام احمد رح کے پُورے حالات زندگی آپ کی تحصیل علم، شیوخ حدیث، تقوی و زہد، مسئلہ خلق قرآن میں نظیر ثبات قدمی آپکا صبر و استقلال ظالم بادشاہوں کے مقابلہ

Marfat.com

میں حق کی حمایت، پھر جسم مبارک پر کوڑوں کا لگنا اور حضرت کا حق ہی حق ... باتیں بڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہیں۔ موجودہ زمانے کے مجاہدین واہل حق کے لئے بہترین بصیرت ہے۔ تمام مسلمانوں کو جلد از جلد اس کی خریداری کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے

علوم الحدیث

حدیث اپنی گوناگون عظمت کے باعث دین میں جو مرتبہ رکھتی ... کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن اب تک بجز مختصر ... چھوٹے چھوٹے رسالوں کے جو اپنے باب میں ناکافی ہیں۔ علم حدیث کی مفصل تاریخ ... نہ کیگئی۔ الحمدللہ کہ یہ بڑا کام بھی کافی تحقیق وتدقیق کیساتھ عربی وغیر عربی ماخذوں سے ... وعرق سوزی کے بعد تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس میں سب سے پہلے ضرورت حدیث وسنت ... اسکے اقسام بیان کئے گئے ہیں۔ پھر سنت کے سینوں کے محفوظ خزانہ سے نکل کر سفینوں ... وجہ اور نفس حدیث کے جزو دین ہونیکے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اس دور میں ... انکار حدیث کا بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جو حدیث کے جزو دین ہونے سے انکار کرتا ... جزو عقائد ہونے پر اس کتاب میں نہایت عمدہ ... الی الحق دلائل دئے گئے ہیں ... حدیث کے ہر ایک مدون شاخ کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ اور بیان حدیث ... مسلک کی توضیح بھی ہے۔ اور علم الجرح والتعدیل، علم غریب الحدیث، علم ناسخ ومنسوخہ، علم الانساب والکنی والالقاب، علم موضوعات الحدیث وغیرہ ... بحث کی گئی ہے۔ ... یہ کہ اب تک اردو زبان میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ... دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ موجودہ دور میں علماء طلباء وعام مسلمانوں کے لئے ... بیحد مفید ہے۔ یہ ایک ایسی عجیب وغریب کتاب ہے۔ جو منکر حدیث کو پوری ... کر سکتی ہے۔ اور حدیث کے معلومات کے لئے بہترین وبیش بہا ذخیرہ ہے۔ قیمت ...

ان کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت ہی مفید کتابیں مثلاً باطل شکن، میلاد الرسول ... وغیرہ بھی حضرت خطیب صاحب شاہی مسجد لاہور کے پتہ سے مل سکتی ہیں۔

Marfat.com

۲۹۷۶۲۹
ع ۷۴ ع
۱۸۶۳۸

شکریہ

میں اپنے صوبہ کے محکمہ تعلیم کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے اپنی روایتی علم دوستی کی بنا پر میری اس ناچیز تالیف کی قدردانی کی۔ اور اس کی طباعت کے لئے ایک رقم عطا کی۔ یہ رقم آنریبل مسٹر سید عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ایٹ لا وزیر تعلیم صوبہ بہار کی عطا فرمودہ ہے۔ وزیر موصوف ہمارے صوبہ کے ہر دلعزیز لیڈر ہیں۔ جن کی رہنمائی پر نہ صرف وزارت تعلیم بلکہ بہار و اڑیسہ کی ساری آبادی مسرور ہے۔ ایسے ہر دل عزیز فرض شناس وزیر کا شکریہ ادا کرنا عین انصاف ہے۔ میں ان کا دل سے شکر گذار ہوں

مؤلف

AZAD
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com